منکرینِ اسلام کو دندان شکن جوابات

اوّل - دوم

افادات

حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی نوراللہ مرقدہ

تالیف

مولانا محمد نسیم رحمانی سہراوی

فیصل دیوبند دھلی

منکرین اسلام کو

دندان شکن جوابات

حصہ اول

افادات

حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ

بانی دار العلوم دیوبند

تالیف

مولانا محمد نسیم رحمانی سہرساوی

فاضل دار العلوم دیوبند

فیصل پبلیکیشنز دیوبند

© کتاب کے جملہ حقوق بحق ناشر مکمل محفوظ ہیں
کوئی بھی صاحب اس کتاب کے کسی بھی حصے کو بغیر ناشر کی اجازت کے
چھاپنے کی کوشش نہ کریں ورنہ اس کے خلاف قانونی کاروائی کی جائیگی۔(ناشر)

I.S.B.N. : 81-86971-98-X

نام کتاب	منکرین اسلام کو دندان شکن جوابات
افادات	حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی نوراللہ مرقدہٗ
تالیف	مولانا محمد نسیم رحمانی سہرساوی
حصہ	اول
صفحات	۲۰۰
سن اشاعت	۲۰۰۴
باہتمام	محمد نوید صدیقی
قیمت	....
کمپیوٹر کتابت و ٹائٹل ڈیزائن	فیصل کمپیوٹرس دیوبند
مطبع	فیصل پریس دیوبند
ناشر	فیصل پبلیکیشنز جامع مسجد دیوبند

PHONES : 01336-224110,222694 FAX.224110

Distributed by

FAISAL BROTHERS
468, Gali Bahar Wali Chhatta Lal Mian
Darvaganj New Delhi.110002 Ph. 3245665
e-mail : faisal_india@rediffmail.com

انتساب

محسن انسانیت، شفیع محشر، ساقی کوثر
تاجدار کونین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ
کے نام

محمد نسیم رحمانی
شریک افتاء والقضاء
دارالعلوم وقف دیوبند

کلمات دعائیہ

فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ
ناظم اعلیٰ مظاہر علوم وقف سہارنپور

بسم اللہ والصلاۃ علی نبیہ، پیش نظر مجموعہ ''منکرین اسلام کو دنداں شکن جوابات'' عزیزم مولوی محمد نسیم رحمانی کی محنت اور تحقیق علم کا مظہر ہے، موصوف کی طالب علمانہ سعی وکوشش امید کہ بارگاہ الٰہ میں مقبول اور عند الناس مشکور ہوگی۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو مخلوق خدا کے لئے نافع بنائے اور عزیز مؤلف موصوف سلمہ کو اخلاص کے ساتھ خدمت دین مبین کی توفیق دے۔ آمین

العبد
مظفر حسین مظاہری
۱۸؍جمادی الاولی ۱۴۲۳ء

فہرست

صفحات	مضامین
۳	انتساب
۴	کلمات دعائیہ
۹	تصدیق وتوثیق
۱۰	ارشاد عالی
۱۱	ارشاد معتبر
۱۳	تقریظ لطیف
۱۶	تقریظ عظیم
۱۸	کچھ یادیں کچھ باتیں
۱۹	اسلام میں روحانیت
۲۳	اشکالات وجوابات (فی باب الصوم)
۲۶	اشکالات وجوابات (فی باب الحج)
۳۰	اشکالات وجوابات (فی باب الزکوٰۃ)
۳۲	اشکالات وجوابات (فی باب النکاح)
۳۵	اشکالات وجوابات (فی باب الاکل والشرب)
۴۱	اشکالات وجوابات (فی باب الجنایات والحدود)
۴۳	اشکال وجواب (فی باب عذاب قبر)
	اشکال وجواب (ثم استوی علی العرش الخ)۔
۴۷	پارہ (۱۱) سورہ یونس پر) (بحوالہ مناظرہ تحصیل ص:۱۳۲)
۴۸	اشکال وجواب (ان اللہ علی کل شئ قدیر)
۴۹	اشکال وجواب (حروف مقطعات پر)

اشکال و جواب (کلمہ طیبہ پر)	۵۰
اشکال و جواب (لو انزلنا هذالقرآن علی جبل پارہ ۲۸ سورہ حشر)	۵۱
اشکال و جواب (یایها النبی لم تحرم پارہ ۲۸ سورہ تحریم)	۵۳
اشکال و جواب (اذا قال ربک للملئکة پارہ: نمبر ۱ سورہ بقرہ)	۵۴
اشکال و جواب (انی جاعل فی الارض پارہ ۱: سورہ بقرہ)	۵۵
اشکال و جواب (حضرت سیدنا آدم علیہ السلام)	۵۶
اشکال و جواب (عقیدہ فرقہ فلاسفر)	۵۷
اشکال و جواب (ام الکتب الخ)	۵۸
اشکال و جواب (عذاب قبر)	۵۹
اشکال و جواب (حضرت یونس علیہ السلام)	
اسلام کی صداقت، ص: ۴۸ مصنفہ، حضرت تھانویؒ)	۶۰
اشکال و جواب (نبی کریم ﷺ کے عمل)	۶۱
اشکال و جواب (شادی و بیاہ)	۶۲
اشکال و جواب (زید ابن حارثہؓ اور نبی)	۶۳
اشکال و جواب (لا اکراہ فی الدین پارہ ۳ سورہ بقرہ)	۶۵
اشکال و جواب (مثل مابعوضة فما فوقها پارہ ۱: سورہ بقرہ)	۶۶
اشکال و جواب (معراج النبی ﷺ)	۶۷
حضرت عائشہ کے ہار گم ہونے)	۶۸
اشکال و جواب (حرمت شراب)	۶۹
اشکال و جواب (شیاطین کے بہکانے)	۷۰
اشکال و جواب (آتو الزکاة الآیہ)	۷۱
اشکال و جواب (نماز پر)	۷۲
اشکال و جواب (نبی کے قول)	۷۳
اشکال و جواب (حضرت عائشہ)	۷۴

اشکال و جواب (ازواج مطہرات)	۷۶
وید کلام الٰہی نہیں بلکہ مقولات ہے (مناظر تحصیل ص:۱۳۱)	۷۷
چوری کی اجازت (بحوالۂ مناظرۂ تحصیل ص:۷۳)	۸۰
اعتراضات اور اس کے جوابات منجانب آریہ	۸۱
اشکالات انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر	۸۹
حقانیت اسلام (مقالات عثمانی) (بحوالہ: حضرت نانوتویؒ)	۹۲
حضرت نانوتویؒ کی تقریر وحدانیت پر	۱۰۰
شفقت خداوندی کی کوئی حد نہیں (بحوالہ: حجۃ البلغۃ: مصنفہ: حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ)	۱۰۳
اسلام میں توحید کامل	۱۰۶
سیتا اگر ست ہوتی تو راون کے ساتھ نہ جاتی (بحوالہ: شبد ستھیارتھ پرکاش ص:۴۹)	۱۰۸
عقیدۂ آریہ	۱۱۰
رامائن سے بھی ہم اہل ایمان کی تائید ہوتی ہے	۱۱۱
اشکالات و جوابات	۱۱۳
براہین الوحدانیہ	۱۲۰
البرهان الثانی علی الوحدانية	۱۲۳
البرهان الثالث علی الوحدانية	۱۲۸
عبارة الويد علی الوحدانية	۱۳۲
ابیناء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام	۱۳۳
رسالت	۱۳۸
اشکالات اور اس کے جوابات (فی باب الصلاۃ (ظہر)	۱۴۱
وجہ تعین العصر	۱۴۳
وجہ تعین صلوٰۃ مغرب	۱۴۴

وجہ تعین صلوٰۃ عشاء	۱۴۵
وجہ تعین صلوٰۃ فجر	۱۴۶
مخاطب پنڈت جی	۱۴۷
کیا مورتی کی تصدیق ہوتی ہے؟	۱۵۰
غیر مسلموں کے اقوال	۱۵۲
وحی الٰہی پر آریوں کا اعتراض	۱۵۴
قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے کا ثبوت (بالدلائل)	۱۵۸
(بحوالہ قبلہ نما ص: ۲، مصنفہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ)	۱۶۰
آریوں کا اعتراض اسلام پر	۱۶۴
غیر مسلموں کی زبان فی معاملۃ القرآن	
(اسلام کی صداقت	۱۷۲
معجزۂ کلام الٰہی	۱۷۷
سوال و جواب فی سلسلۃ الاسلام	۱۸۰
سوال و جواب فی سلسلۃ القرآن	۱۸۳
اللہ تعالیٰ کو عاشق رسول کہنا سخت گناہ	۱۸۴
قرآن میں ایجادات جدیدہ کا ذکر (بحوالہ: کتب تھانویؒ)	۱۸۶
قرآن مطب روحانی ہے	۱۸۸
حضرات ائمہ مجتہدین پر اعتماد کا سبب (ایضاً ص: ۳۰۷)	۱۹۰
تواضع حاصل کرنے کا طریقہ (ایضاً ص: ۳۵۸)	۱۹۲
جلالت شان رسولؐ (بحوالہ، الاسلام ص: ۶۳)	۱۹۲
معجزہ قرآن (ایضاً ص: ۶۴)	۱۹۳
خاتم الانبیاء (ایضاً ص: ۶۴)	۱۹۳
مسلمانوں کے تمدن کی کہانی غیروں کی زبانی (ایضاً ص: ۶۳)	۱۹۴
ڈاکٹر کی زبان (ایضاً ص: ۶۷)	۱۹۸

تصدیق وتوثیق

فخر المحدثین، بحر العلوم

حضرت مولانا انظر شاہ صاحب مسعودی

شیخ الحدیث وناظم تعلیمات دار العلوم وقف دیوبند

مولوی محمد نسیم رحمانی از ہر ہند دار العلوم وقف دیوبند کے ممتاز ترین فضلاء میں سے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں ابتداء ہی سے تحریر وتقریر اور مطالعہ وغیرہ کا ذوق سلیم عطا کیا ہے ۔جو اس دور میں نعمت عظمیٰ ہے، موصوف کے شوق مطالعہ کا اندازہ ان کی کاوشوں سے بخوبی مترشح ہے کہ ابتداء کے باوجود ان کی متعدد کتب تقاریر، شروحات وغیرہ طبع ہو چکی ہیں۔ جس کو طلبہ نے قبول کیا اور اہل علم نے پسند، اگر یہ ذوق وشوق باقی رہا تو مستقبل کے متعلق اچھی توقعات قائم کی جاسکتی ہیں۔

اسلام سے متعلق بے سود اعتراضات بلکہ بے بنیاد اعتراضات کا سلسلہ شروع سے ہے اور اس میں اب شدت آگئی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ عصری لب ولہجہ اور موجودہ تقاضوں کے تحت ان اعتراضات کا جواب دیا جائے الحمد للہ اس کو مولوی محمد نسیم صاحب رحمانی نے نبھایا ہے او یہ مجموعہ اسلام کا صحیح مطالعہ کی راہیں ہموار کرے گا۔

خدا تعالیٰ مؤلف عزیز کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین

انظر شاہ

(شیخ الحدیث دار العلوم وقف دیوبند)

ارشاد عالی

محسن امت، مفکر اسلام، استاذ الاساتذہ، حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی دامت برکاتہم
سجادہ نشین، سرپرست جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر (بہار)
سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

عزیزی مولوی محمد نسیم رحمانی سلمہ کی تازہ قلمی کاوش سامنے ہے، حضرت نانوتویؒ کے فکر ونظر کے بعض حصوں کو انہوں نے اس کتاب میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اور بڑی محنت سے قیمتی باتوں کو جمع کر دیا ہے۔

عزیز موصوف کی متعدد کتابیں مختلف موضوعات پر شائع ہو چکی ہیں اب دارالعلوم وقف کے طالب علم کی یہ اہم علمی کاوش آپ کے ہاتھوں میں ہے، ان کی علمی، دینی، تحقیقی اور اصلاحی کوششوں کو دیکھ کر عزیز موصوف کے حوصلہ ہمیت اور علمی شغف کی داد نہ دینا زیادتی ہے، اللہ تعالیٰ ان سے دین اور علم کی خدمت لیتا رہے اور دارین کی سعادتوں کے دروازے ان پر کھول دے۔ آمین

اس طرح کی تحریریں دینی مدارس کے طلبہ کی علمی جہت اور خدمت دین کے جذبہ کی شہادت دیتی ہیں ان شہادتوں کے رہتے ہوئے مدارس کی امانت اور نفع رسانی اور نئی نسل کی تعلیم وتربیت کی بے پناہ صلاحیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ خدا تعالیٰ ان سر چشموں کے فیض کو ترقیوں سے نوازتا رہے۔ آمین یارب العالمین

محمد ولی رحمانی (۱۴۲۲/۹/۱۹ء)

ارشادِ معتبر

نبیرۂ حجۃ الاسلامؒ استاذ محترم حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمی زید مجدہم
استاذ حدیث و تفسیر دارالعلوم وقف دیوبند

دنیا میں آج اگر صحیح ترین اور کوئی غیر محرف دین ہے تو وہ اسلام ہے، اس حقیقت کی سچائی کا سب سے بڑا ثبوت ایک یہ بھی ہے کہ ڈیڑھ ہزار برس سے یہ دین شب و روز کی بے شمار الٹ پھیر کے باوجود ہر قسم کی تحریفات سے پاک ہے، اللہ نے جس طرح اسے اتارا، جبرئیل نے جن الفاظ کے ساتھ پہنچایا اور آنحضرت نے جس طرح صحابہ کو سپرد کیا، یہ بغیر کسی ترمیم و اضافہ کے آج بھی ہو بہو اسی طرح قائم ہے، نہ اس کے الفاظ بدلے اور نہ اس کے معنی و مفہوم میں یہ طویل گردش ایام کوئی فرق پیدا کر سکی، اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہا، دنیا کے مذاہب میں آج یہی واحد مذہب ہے جس کو لیل و نہار کی گرد دھندلا نہ سکی اس کا رخ روشن آج بھی چاندنی کی طرح اجلا اور پھول پتیوں کی طرح پاکدامن ہے، فطرت کے اس بانکپن کے ساتھ یہ دین آج تک اصل و جزئیات دونوں میں مکمل استناد کے ساتھ سرفراز ہے، یہ اس دین کے ساتھ دین فطرت ہونے اور اس کے احکام کے ابدی ہونے کی روشن ترین دلیل ہے، جو دین قرین فطرت اور قرین عقل ہوگا وہی وقت کی دستبرد سے محفوظ اور غیر محرف رہ سکتا ہے، کیوں کہ خلاف فطرت احکام ہی متبعین کو ان میں تغیر و تبدل کرنے پر مجبور کرتے ہیں، ایک دین حق میں ہر حکم خالق کی طرف سے ہوگا جو خالق فطرت ہے لہذا وہی انسانی فطرت اور اس کے تقاضوں کو صحیح طور پر جانتا ہے پس یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے پسندیدہ دین میں کوئی ایسا رخنہ چھوڑ دے جہاں سے تحریف در آئے۔

اگرچہ یہ دین عقل و نقل کی کسوٹی پر ڈیڑھ ہزار سال سے کھرا ثابت ہوتا آرہا ہے مگر ہر دور میں مخالفین کا ایک طبقہ اس کے اصل و جزئیات سے برسر پیکار رہا، نت نئے اعتراضات اور دور از کار اتہامات کے ذریعہ اس کے دامان عفت کو داغدار کرنے کی کوششیں بھی ہوتی رہیں ہیں نیز اپنی موت آپ مرتی بھی رہیں۔ متبعین اسلام نے اس دین کے ایک ایک جزئیہ کو نقل و عقل کی کسوٹی پر پرکھا، چنانچہ تاریخ کے ہر دور میں مسلم علماء کے درمیان مسند معقول و منقول پر بے شمار عظیم شخصیات ابھرتی رہیں، جنہوں نے روایت و درایت ہر دو اعتبار سے دین حق کا دفاع کیا اور معترضین کو مسکت دلائل سے لاجواب کیا مگر اللہ نے

انسانوں اوران کی عقلوں میں تفاضل رکھا ہے، بعض لوگ دلائل حقہ کے سامنے سرنگوں ہوجاتے ہیں تو کچھ لوگ ہٹ دھرمی کی رہ اختیار کرتے ہیں لہذا ایک طبقہ حق کو حق جانئے کے باوجود خود کو معترضین کی صف میں کھڑا رکھنا پسند کرتا ہے کیوں کہ اس کی ضدی طبیعت یا ''انانیت'' اسے سر جھکانے نہیں دیتی، انکی عقلی صلاحیتیں ہمیشہ منفی راستوں پر ہی گامزن رہتی ہیں، وہ اس طبعی کلیہ سے تغافل کی حد تک انجام بنتے رہتے ہیں کہ عقل کی توانائیاں صرف مادے میں راہ یاب ہیں جہاں روحانیت کا دائرہ کار شروع ہوتا ہے وہاں عقل عرصہ ہوا اپنی ہیچمدانی کا اقرار کرچکی ہے، لہذا عقل سے ماورئی باتوں میں قوائے عقل کا استعمال کرنا بجائے خود نادانی ہے، لہذا عقل کو پابندوحی کرنا ضروری ہے تا کہ اطمینان میسر ہو۔

عقل گرداند کہ دل در بند زلفش چوں خوش است ☆ عاقلاں دیوانہ گردند از پئے زنجیر ما

ایسے لوگ ہر دور میں اٹھتے رہے لیکن علمائے اسلام جن میں معقولی شخصیات اور متکلمین اسلام بطور خاص نمایاں ہیں، معاندین کے جملہ اعتراضات کا مدلل جواب دیتے رہے جس میں روایت و درایت کی چاشنی باہم آمیز رہی، چنانچہ قریب العہد حضرات میں حضرت مولانا اسماعیل شہید، حجۃ الاسلام حضرت الامام مولانا محمد قاسم النانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند، محقق اسلام حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مجاہد آزادی حضرت العلام، مولانا سید محمد علی مونگیریؒ، محدث عصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند رحمہم اللہ اس سلسلۃ الذہب کی معروف کڑیاں ہیں، حق تعالیٰ ہر زمانے کے مطابق دفاع اسلام کے لیے مردان کار پیدا فرمائے اور انشاء اللہ یہ سلسلہ تا قیامت یونہی جاری رہے گا۔

زیر نظر کتاب جیسے راقم الحروف جستہ جستہ بھی بہت سرسری انداز میں ہی دیکھ پایا، عزیز محترم مولوی محمد نسیم رحمانی صاحب متعلم وقف دارالعلوم دیوبند کی ایک مفید اور اولین کاوش ہے جس میں موصوف نے حضرت الامام النانوتویؒ کے ذریعہ عقل ونقل کی روشنی میں دیئے گئے جوابات کا اقتباس پیش کیا ہے، یہ استدلال حضرت کے علوم، طبعی ذہانت اور خداداد فراست کے آئینہ دار بھی ہیں اور آپؒ کی قوت استنباط کا شہکار بھی مؤلف کی یہ ابتدائی کوشش ایک سعی محمود ہے۔ اللہ تعالیٰ برکت وترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

(حضرت مولانا) محمد اسلم (صاحب) قاسمی
استاذ تفسیر وحدیث وقف دارالعلوم دیوبند

تقریظ لطیف

فرید العصر، مظہر اسلاف، حضرت مولانا فرید الدین صاحب مدظلہ العالی
استاذ حدیث وتفسیر دار العلوم وقف دیو بند

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم : اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم .ویحق الحق ویبطل الباطل ولو کره المجرمون

عالم مجموعہ اضداد ہے توحید کی ضد شرک علم کی ضد جہل اور اسلام کی ضد کفر ہے۔ اسی طرح لیل ونہار، ظلمت ونور کا تضاد ہر اہل عقل ودانش کے سامنے عیاں ہے صدر اسلام سے لے کر دور حاضر تک فسطائی طاقتیں صلیبی سازشیں اسلام اور اہل اسلام کو مٹانے کے درپے ہیں اعمال فاحشہ عقائد باطلہ کی پردہ داری کی غرض سے اسلام پر رکیک حملے کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ اہل حق اقدام کے بجائے دفاع پر الجھ کر رہ جائے لیکن اس دین حق کی حفاظت خود خداوند قدوس نے اپنے ذمہ لے رکھی یہی وجہ ہے کہ دین مبین نہ مٹا ہے نہ مٹے گا ہمیشہ اس کا آفتاب انشاء اللہ بلند رہے گا اس کے برخلاف مٹانے والے خود مٹ گئے آج صفحہ ہستی پر اس کا کوئی نام ونشان تک نہیں مشیت الٰہی کے مطابق جو سر آج اسلام کے خلاف ابھر رہے ہیں کل تک وہ روندے اور کچلے جائیں گے حکمت و موعظت دلائل و براہین معاندین اسلام کی سرکوبی کے لیے فاعل مختار نے رازیؒ اور غزالیؒ کو پیدا فرمایا۔ قوت بازو سے اسلام پر حملہ آوروں کو زیر کرنے کے لئے محمد بن قاسم اور سلطان صلاح الدین ایوبی کو اس کے مدمقابل کھڑا کر دیا۔ ان مردان حق کے سامنے ان فتنہ پروروں کی ایک نہ چلی۔

ہم اپنے ماضی قریب ہی کی طرف نظر اٹھاتے ہیں تو آریہ سماج کا علمبردار پنڈت دیانند سرسوتی نظر آتا ہے جس نے اپنی دریدہ دینی کا ہدف اسلام اور اہل اسلام کو بنا کر اپنے حلقہ ارادت سے داد وتحسین حاصل کی ہے اس کا ناطقہ بند کرنے کے لیے قادر مطلق نے حجۃ الاسلام حضرت الامام مولانا محمد قاسم صاحب النانوتوی علیہ الرحمہ بانی دار العلوم

دیو بند کا وجود بخشا ان کی رفعت علمی کا یہ عالم کہ بلندی تک نگاہ کی رسائی سے پہلے دستار نیچے آ جاتی ہے تو دوسری طرف بحر تصوف کا شناور نظر آتے ہیں جب حضرت علیہ الرحمہ نے اس پنڈت کا تعاقب کیا تو پنڈت کو راہ فرار اختیار کرنے ہی میں عافیت نظر آئی۔

آج سے نصف صدی پہلے تک ہندوستان پر انگریز کا تسلط تھا، ان کے مظالم نوک قلم پر لانے سے آج بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں انہوں نے ظلم و بربریت سے مسلمانوں کی زبان وقلم پر پابندی لگانے کی نہ یہ کہ صرف کوشش کی بلکہ اپنی پوری طاقت صرف کر دی لیکن قوت واقتدار کے باوجود اسے کامیابی نہ مل سکی جس سے ارباب مظالم کو تشویش ہوئی اس کا حل نکالنے کے لیے برطانیہ میں میٹنگ ہوتی ہے اس میں یہ تجویز پاس ہوئی کہ دیار ہند میں مشن اسکولس قائم کیے جائیں چنانچہ اس منصوبہ کے تحت ''لارڈ بوکائلے'' ہندوستان آ کر مختلف مقامات پر مشن اسکول قائم کرتے ہیں جس کا مقصد یہ تھا کہ فرزندان توحید کو ایسی تعلیم دی جائے کہ تثلیث کے قائل ہو جائیں رنگ ونسل تو ہندوستانی ہو مگر انکا مزاج ان کی وضع قطع عیسائی وصلیبی ہو۔ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے اس چیلنج کو قبول فرما کر دارالعلوم دیو بند قائم کیا اور اس دشمن اسلام کا عملی جواب دیا بہ ارشاد خداوندی: **ویحق الحق ویبطل الباطل ولو کرہ المجرمون** باطل واہل باطل ناپید ہو گئے حق قائم ہے اور تا ابد قائم و دائم رہے گا، حق کا آفتاب آج بھی اسی طرح اپنی پوری تابانی کے ساتھ ضیاء پاش ہے جس کی تمازت سے باطل جل کر راکھ ہو رہا ہے اور حق کو جلا حاصل ہو رہی ہے۔

نبیرۂ حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیو بند کی بھی اس میدان میں وقیع خدمات ہیں، علماء یہود و نصاریٰ کی طرف سے سوالات آتے رہے حضرت حکیم الاسلام علیہ الرحمہ اپنے حکیمانہ جواب سے انہیں مطمئن فرماتے رہے انہیں کے سوال کے جواب میں ''اسلام کا اخلاقی نظام'' اور ''اسلامی تہذیب وتمدن'' جیسی تصانیف معرض وجود میں آئیں جو آج بھی ان کے لیے مشعل ہدایت ہیں آج کے پر آشوب دور میں حضرت حکیم الاسلام علیہ الرحمہ کے فرزند اکبر حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم اپنے علمی تجربات کی روشنی میں شان اسلام کو لائحہ عمل اپنانے کی رہبری فرماتے رہے ہیں، رب قدیر سے دعا ہے کہ حضرت دامت برکاتہم کے سایہ

عاطفت کو ہم پر تا دیر قائم رکھے۔ آمین۔

جس طرح حضرت نانوتویؒ کی نسبی اولاد نے اپنے جدامجد کی روایات قائم رکھنے پر اپنی زندگی وقف کردی ہے اسی طرح روحانی اولاد نے بھی اس منارۂ نور کو باقی رکھنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی نہ ہی اسے مدھم پڑھنے دیا ہے بلکہ اس کی روشنی کو چہار دانگ عالم میں پھیلانے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ موجودہ حالات میں بھی اسلام اوراہل اسلام کو بدنام کرنے کی پوری کوشش ہورہی ہے بلکہ کفر کا تمام زور اسی پر صرف ہورہا ہے اس لیے اسے خاموش کرنے کی عزیزم مولوی محمد نسیم رحمانی القاسمی سلمہ متعلم وقف دارالعلوم دیوبند نے اپنی کتاب ''منکرین اسلام کو دنداں شکن جوابات'' میں بھرپور کوشش کی ہے جو درحقیقت حضرت اقدس نانوتوی علیہ الرحمہ کے مضامین کا اقتباس ہے نیز ان کی دعاء وتمنا کا مظہر ہے پس اللہ رب العزت شرف قبولیت سے نوازے اور منکرین کے لیے سامان ہدایت اور مؤلف کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے آمین۔ یا رب العالمین۔

والسلام

فریدالدین القاسمی

تقریظ عظیم

نبیرۂ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مقرر شیریں بیاں و ادیب شہیر
حضرت مولانا نسیم اختر شاہ قیصر استاذ دارالعلوم وقف دیوبند

اسلام ایک آسمانی دین ہے ہر اعتبار سے مکمل ہی نہیں بلکہ اکمل، اول دن سے اپنی حقانیت کا اعتراف کرایا مگر اسی دن سے اس کے ساتھ معاندانہ رویہ اختیار کیا گیا دشمنی کی انتہا، مخالفتوں کا طوفان، اعتراضات کی بھر مار، نہ جانے کس کس نے اس کی راہ میں کانٹے بچھائے ہر ایک نے اپنی بساط بھر اس کی دشمنی کو سعادت جانا اور اس سعادت کے حصول میں دنیا سے بھی گئے اور آخرت کو بھی کھویا۔

یہ بھی ایک تعجب انگیز بات ہے کہ ہر صدی اور ہر دور میں اسلام پر اعتراضات کرنیوالے موجود رہے اور اس پر کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا کہ مخالفتوں اور دشمنیوں سے وہ محفوظ رہا ہو یہ بات جتنی تعجب میں ڈالنے والی ہے اس سے زیادہ عقل کو حیران کر دینے والا معاملہ یہ ہے کہ اسلام نے پوری ثابت قدمی، استقلال اور ہمت مردانہ کے ساتھ ان یورشوں، سازشوں اور مکر وفریب کا مقابلہ کیا ہمیشہ اسی کو سرخروئی حاصل ہوئی اور فتح نے ہر بار اسی کی آغوش میں سکون، راحت اور اطمینان کی سانس لی۔

آج بھی اعتراضات کرنے والے اعتراض کر رہے ہیں جواب دینے والے جواب دے رہے ہیں ان اعتراضات پر بھی واقفیت ضروری ہے اور ان کے جوابات کا علم ہمیں ہونا چاہیے عزیزی مولوی محمد نسیم رحمانی سلمہ متعلم دارالعلوم وقف دیوبند نے اعتراضات کو بھی جمع کیا اور جوابات کی بھی ترتیب دی اور اب یہ مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے ہر مسلمان کے لیے یہ بے نظیر تحفہ ہے خاص طور پر طلبائے علوم دینیہ کے لیے تو یہ ایک سوغات ہے اس کو نہ صرف یہ کہ ہر طالب علم اپنے پاس رکھے بلکہ اس کا مطالعہ اپنے اوپر لازم کرے انشاء اللہ فوائد مرتب ہوں گے۔

مرتب موصوف نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم کی کتابوں سے تمام جوابات کا انتخاب کیا ہے اگر نقل جواب میں ان سے کہیں چوک ہوئی یا وہ بات مکمل طور پر ادا نہیں کر پائے تو ایک طالب علم کے یہاں اگر ایسی چیزیں پائی جائیں تو وہ زیادہ قابل گرفت نہیں ہونی چاہیے اس نظر اور اسی اعتبار سے اس کتاب کا مطالعہ کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔

خداوند قدوس عزیز سلمہ کی اس کوشش کو قبول فرما کر لوگوں کے درمیان بھی قبولیت عطا فرمائے ان کے ذریعہ اسی طرح علمی و تحقیقی کام وجود میں آتے رہیں یہی میری دعا ہے اور یہی میری خواہش۔

نسیم اختر شاہ قیصر
استاذ دارالعلوم وقف دیوبند
۱۱/۲/۱۴۲۲ء

کچھ یادیں کچھ باتیں

حضرت حق جل مجدہ کا بہت بڑا احسان و کرم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مختصر سے رسالے کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ درحقیقت "منکرین اسلام کو دنداں شکن جوابات" ایک ایسا موضوع ہے کہ جس پہ ہم تمام اہل ایمان کا مطالعہ لازم وضروری ہے اور اس موضوع پر حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند نے زبردست کام کیا اور فرقۂ باطلہ وضالہ کو شکست دی اسی طرح محقق ومدقق عالم حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے قلم اٹھایا اور غیر مسلموں کے طرح طرح کے سوالات کے جوابات دیئے۔ نیز اہل علم کیلئے ضروری ہے کہ اس فن پر گہرا مطالعہ کریں کیوں کہ آج ہندوستان ہی نہیں بلکہ اکثر ممالک میں اسلام کو مغلوب کرنے کی طرح طرح کی ناپاک کوششیں کی جارہی ہیں اور اہل ایمان سے طرح طرح کے سوالات کئے جارہے ہیں۔ کبھی تعدد الٰہ پر تو کبھی تعدد ازواج پر اسی طریقے سے کبھی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر تو کبھی ائمہ عظام پر، لہذا علماء اسلام کو چاہیے کہ اس موضوع پر بکثرت اپنی علمی طاقت صرف کریں تاکہ دشمنان اسلام کے نظریات باطلہ وخیالات فاسدہ نظر خاک ہوں۔

بہر حال ہمارے متعدد ساتھی بالخصوص مولوی ضیاء اللہ سہرساوی نے حکم دیا کہ اس موضوع پر ایک ایسی کتاب لکھو کہ جس کے ذریعہ غیر مسلموں کے دنداں شکن جواب دیئے جائیں لیکن یہ ضعیف متعلم اپنے ناقص العلم ہونے کی وجہ سے بار بار انکار کرتا رہا۔ پھر بھی ساتھیوں کا اصرار روز بروز بڑھتا رہا آخر کار کم علمی کے باوجود ساتھیوں کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے ناتمام قلم وفہم کو حرکت دی اور جملہ اساتذہ کرام بالخصوص فرید العصر حضرت مولانا فرید الدین صاحب و حضرت مولانا نسیم اختر شاہ قیصر دامت برکاتہم نے کافی ہمت افزائی کی جنکی دعاؤں اور حوصلہ افزائی کی بدولت یہ مختصر سی کتاب معرض وجود میں آئی۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس عمل کے ذریعہ اس عبد ضعیف اور والدین کی مغفرت کرے۔ آمین۔

محمد نسیم رحمانی
ابن محترم جناب شیخ صوفی غلام مصطفیٰ صاحب
مقام وڈاکخانہ منور، وایا مہشی، سہرسا (بہار) پن 852216

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ ادیب زماں حضرت الاستاذ حضرت مولانا **غلام نبی** صاحب مدظلہ

استاذ حدیث دارالعلوم وقف دیو بند

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

زیر نظر کتاب ''منکرین اسلام کے دندان شکن جوابات'' مولوی محمد نسیم رحمانی سلمہ کی طالب علمانہ کاوش کا نتیجہ ہے، عزیز موصوف نے منکرین اسلام کے مختلف اعتراضات اور شبہات کے جواب میں اکابر امت کی مستند کتابوں سے استفادہ کر کے ایک مجموعہ تیار کیا ہے جو اپنے موضوع پر غالباً ایک منفرد کام ہے مولوی محمد نسیم رحمانی باصلاحیت اور محنتی ہیں اور مطالعہ کا کافی شوق و ذوق رکھتے ہیں خدا تعالیٰ اس کتاب کو قبولیت عامہ عطا فرمائے مولف سلمہ کے علم میں برکت دے اور صلاحیتوں میں اضافہ فرمائے۔ اور مستقبل میں اسلام کی بہتر سے بہتر خدمت کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

غلام نبی قاسمی

۴ رمئی بروز جمعہ ۲۰۰۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ مجاہد ملت حضرت مولانا فضیل احمد صاحب دامت برکاتہم
جنرل سیکریٹری مرکزی جمعیۃ علماء ہند

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم.

''منکرین اسلام کے دندان شکن جوابات'' نامی کتاب کا مسودہ احقر کے سامنے ہے اس کو دارالعلوم دیوبند وقف کے مؤقر اساتذہ مولانا فریدالدین ،مولانا غلام نبی مدظلہما کی تقریظات حاصل ہیں۔

عزیزی مولوی محمد نسیم رحمانی سلمہ کی کتاب ''بصیرت افروز تقریریں'' پہلے شائع ہوکر مقبول عام ہو چکی ہیں یہ موصوف کی دوسری حسین کوشش ہے۔حق تعالی سے دعا ہے کہ یہ کتاب عام ہو اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے نافع ہو۔یہ اسلام کی بڑی خدمت ہے جو حق تعالیٰ نے اس کم عمری میں موصوف سے لی اللہ اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور عام مسلمانوں کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

فقط

فضیل احمد قاسمی

جنرل سکریٹر مرکزی جمعیۃ علماء ہند

نظم

منکروں کے سوالوں کا جواب تو خوب ہے
اس لیے لاریب کتاب ہر نظر محبوب ہے

کیوں نہ منکر خوف کھائیں اس کاوش کو دیکھ کر
اہل باطل کے لیے دنداں شکن یہ توپ ہے

یونسؔ وطیبؔ کی محنت کا حسین ثمرہ ہے یہ
اور جمیلؔ ونعیمؔ کے کشکول کا مشروب ہے

عبدالصمدؔ اور عبدقیومؔ کی عنایت بیکراں
اور عمرفاروقؔ صاحب جاہد وکاروپ ہے

اکبروخورشیدؔ کا طرز بیاں ہیں مشکبار
لحن قاری شمسؔ دین کا کس قدر مرغوب ہے

منکروں کو بھسم کرنے فرزند دیوبند آگیا
باطلوں کا پورا زمرہ خائف ومبہوت ہے

حق کا علم بردار تو بس ایک ہے فرد فریدؔ
اہل باطل ان کی جرأت دیکھ کر مرعوب ہے

غلام نبیؔ کی شفقتوں نے برملا دل سے کہا
قابل تحسین تیرا بالیقین مکتوب ہے

نسیم اخترؔ شاہ قیصر کی رہنمائی کے بنا
اہل حق کی نمائندگی کا یہ کتاب مندوب ہے

فیضیاب ہو اس سے دنیا وچشمۂ ہدایت بنے
یہ التجا ہے تجھ سے یارب اور یہی مطلوب ہے

خلوص کا دامن نہ چھوٹے اتنا یاد رکھنا دوست
کیوں کہ رب دوجہاں کو یہ ادا معیوب ہے

نسیم کی محنت کو یارب نجات ذریعہ بنا
واسطے اس مصطفیٰ کے جو تیرا محبوب ہے

اپنی جستجو کو سرورؔ انعام ربانی سمجھ
اس میں تیری بندگی وکامرانی خوب ہے

نازش قلم: یعقوب سرورؔ بھاگلپوری

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام میں روحانیت

حق کو باطل سے الگ یوں عقلاء کرتے ہیں
جس طرح پھول کو کانٹوں سے جدا کرتے ہیں

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذباللہ من الشیطن الرجیم.

بسم اللہ الرحمن الرحیم. وقل جاء الحق وزھق الباطل

سامعین کرام !اسلام ایک معتدل مذہب ہے جس کے اندر افراط وتفریط کی گنجائش نہیں اور اس مذہب کو غیر مسلموں نے بھی پسند کیا ہے اور مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ چنانچہ سائنس نے بھی اس مذہب کو تسلیم کیا اور ترقی کی راہ پر گامزن رہے بہرحال جب کبھی روحانیت معجزہ کرامت کے رنگ میں چمکی تو فلسفی حکیم اور فاضل ششدر وحیران رہ گئے اور ان کی عقلیں اس گتھی کو سلجھانے میں ناکام رہیں کیوں کہ یہ ناواقف ہیں ورنہ حاملان قوت روحانی کی آواز پر وخوش الحان طائر ساکت ہوگیا اور پانی کی روانی پر جمود طاری ہوگیا۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز کی کیفیت منقول ہے جس کو لحن داؤدی کہا جاتا ہے۔ ہاتھوں میں عصا نے اژدہام کی صورت اختیار کی **قم باذن اللہ** کہنے پر مردے زمین سے گرد جھاڑتے ہوئے اٹھ بیٹھے انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوئے اور کنکروں اور پتھروں نے بات چیت کی یہ اسی قوت کا ادنی کرشمہ تھا جس نے ظالموں کو رحم اور بخیلوں کو کرم کا سبق دیا تمدن بخشا اور حکماء فلاسفہ اور تاریک دل رکھنے والوں کو مادیت سے علیحدہ کر کے روشنی دکھائی اور اس روحانی گروہ کا سردار وہ ہے جس کو خلق اللہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے

یاد کی جاتی ہے، چنانچہ اس مبارک ہستی کی صفت زبور میں ان الفاظ کے ساتھ مرقوم ہے، تو صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہے بادشاہ آپ کے تابع ہیں، میں سارے سینوں میں تیرا نام نقش کروں گا، بس سارے لوگ تیری ستائش ابدالآباد تک کریں گے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کتاب غزل الغزلات، میں اسی برگزیدہ ہستی کا سراپا مبین ہوں آپ فرماتے ہیں، میرا محبوب گندم گوں ہزاروں میں سردار ہے اس کا سر ہیرے کا سا چمکدار ہے ان کی زلفیں واللیل اذا سجیٰ ہیں روئے انور شمس الضحیٰ ہے اور پھر فرماتے ہیں کہ ان کا قد خوش نما اور ان کا سر موتیوں کے سر سے زیادہ چمکدار اور چہرہ چودھویں کے چاند جیسا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے۔ اور خداوند قدوس نے مجھ سے کہا وہ جو کچھ فرمائیں گے وہ سچ ہی کہے گا اور دل میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے دل میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اس سے کہوں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ آگے اور فرماتے ہیں کہ وہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) فاران کی چوٹی سے جلوہ گر ہوگا (فاران مکہ معظّمہ کو کہتے ہیں) حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں اب میں اسی ذات کے پاس جس نے مجھے بھیجا ہے جاتا ہوں لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اب تمہارے لیے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے کیوں کہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تمہارے پاس نہ آئے گا میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ تمہیں کہوں پر اب تم اس کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گی تو وہ تمہیں ساری سچائی کی باتیں بتائے گی اس لیے کہ وہ اپنی نہ کہے گی جو کچھ خدا تعالیٰ سے سنے گی وہ کہے گی اور تمہیں آئندہ کی خبر دے گی بہر حال پوتھی راما سانگ بارہویں اسکنڈ چھٹے کانڈ جس کے حاشیہ پر گوشائیں تلسی کی زبان بھاکا میں ترجمہ موجود ہے۔ چوپائی ۲/۳/۵/۵/۶ و ۶/ر عرب کی سرزمین پہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ستارے کی طرح اچھے ہیں اور اس ستارے کا مقام مغربی ملک سے جو بہت ہی عمدہ اور شاندار ہے اور آپ کے ظہور کے بعد (معجزات) ظاہر ہوں

گی اور یہاں ان کا ولی قائم کیا جائے گا اور وہ ایسے ہوں گے کہ جس طرح اندھیری رات میں چاند اور وہ بادشاہی قاعدے سے ڈرائے گا محبت وخلق دیکھائے گا اور اپنا دین سب کو سمجھا جائے گا جن کا نام نامی تاجدار کونین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں گے اس کے بعد پھر ایک مرد کامل ظاہر ہوگا یعنی سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نیز حضرت مسیح کوئی نیا دین نہ لائیں گے اور نہ نبی بن کر آئیں گے بلکہ تاجدار بطحی ﷺ کے دین کو پھیلائیں گے۔

قارئین کرام: اسلام کے اندر ایسی روحانیت ہے جس کو دیکھ کر کے بڑے بڑے پادریوں نے بھی اسلام قبول کیا ہے اور یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ اسلام جیسا دنیا کے اندر کوئی مذہب نہیں ہے چنانچہ ہندوستان کے مشہور ومعروف راجہ بھوج نے اپنے گھر بار واولاد کو تیاگ دیا اور بلا جھجک اسلام قبول کیا اور اپنے گذشتہ تمام عملوں پر توبہ واستغفار کیا مزید اپنے عزیز واقارب کو اسلام کی دعوت دی اسی طرح آج کل بھی بہت سارے لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام احسن مذہب ہے اور قبول کرنے پر آمادہ رہتے ہیں لیکن ان کا جاہ وجلال واولاد اس آمادگی کو مسل دیتی ہے۔

ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ
اسلام ایک معتدل مذہب ہے
اسلام قابل مدح مذہب ہے
اسلام اچھے کام کی طرف امادہ کرتا ہے
اسلام برے کاموں سے روکتا ہے
اسلام غریبوں اور مالداروں کا پسندیدہ مذہب ہے
اسلام حسن اخلاق کا سبق دینے والا مذہب ہے
اسلام ظالم کو دفع کرنے والا مذہب ہے
اسلام دشمنی کو روکنے والا مذہب ہے
اسلام دوستی کا حکم دینے والا مذہب ہے

اسلام جہنم سے بچانے والا مذہب ہے

اسلام جنت کی طرف لے جانے والا مذہب ہے

اسلام خداوند قدوس کا دیدار کرانے والا مذہب ہے

اسکے علاوہ اسلام کے اندر بہت ساری خاصیتیں ہیں جو حسن خوبی پر شاہد ہیں۔

کیوں کہ اگر ان کی خصوصیات اور اچھائی کو بیان کیا جائے اور دنیا کے تمام باغات کو قلم اور تمام دریاؤں کو روشنائی کی شکل میں ڈھال کر لکھی جائے پھر بھی اسلام کی اچھائی کما حقہٗ بیان نہیں ہو سکے گی۔

اشکال و جوابات

(بحوالہ حضرت تھانویؒ)

فی باب الصوم

اشکال: آپ کا مذہب عجیب وغریب ہے کہ انسان کو پریشانی میں ڈال دیتا ہے اور پورے دن بھوک و پیاس کی حالت میں تڑپاتا ہے ایسا کیوں؟ حالاں کہ آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ انسان جب اسلام قبول کرلیتا ہے تو اس کی پوری زندگی اطمینان وسکون کے ساتھ گذرتی ہے نیز آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایذاءِ مسلم حرام ہے لہٰذا آپ کی شریعت خود حکم دے رہی ہے ناقابل اعمال کا۔

جواب: فطرت کا یہ تقاضا ہے کہ اس کی عقل کو اس کے نفس پر غلبہ اور تسلط دائمی حاصل رہے مگر خواہشاتِ بشریت بسا اوقات اس کی عقل پر غالب آجاتی ہے۔ لہٰذا تہذیب وتزکیہ نفس کے لیے اسلام نے روزہ کو ایک رکن قرار دیا کیوں کہ نفس کی ساری بدیوں کا سبب کھانے پینے اور جنسی خواہشات کا بھڑکنا ہے لہٰذا یہ روزہ سے کم ہوں گی تو نفس مغلوب اور عقل غالب ہوگی۔ بہر حال معلوم ہوا کہ اس شریعت معتدلہ کے اندر انسان کو پیاسا تڑپانا نہیں ہے اور نہ ایذاءِ مسلم ہے بلکہ مفادِ انسان اور ہدایت انسان ہے کیوں کہ جو بھی حکم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے نافذ ہوتا ہے تو انسان ہی کے فائدے کے لیے ہوتا ہے۔

سوال: جب لوگ اپنی نفسانی خواہشات کو دبانے کے لیے روزے رکھتے ہیں تو یہ عمل پورے سال میں کبھی بھی کرسکتے ہیں خواہ ماہ شوال ہو یا ماہ محرم ہو وغیرہ ذلک۔ تو پھر ماہ رمضان ہی میں سب سے زیادہ یہ عمل کیوں کیا جاتا ہے۔

جواب: جناب یہ مہینہ برکت کا مہینہ ہے اور اس مہینے کو تمام مہینوں پر فضیلت حاصل

ہے کیوں کہ اس مہینے کے اندر قرآن کا نزول ہوا جو لوگوں کی ہدایت کے لیے ہے لہٰذا اس مہینے کی برکت اور افضلیت کو مدنظر رکھتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں۔

سوال: آپ روزہ اسلئے رکھتے ہیں تاکہ خواہشات نفسانی مغلوب اور عقل غالب ہو تو اس عمل کو آپ رات میں بھی کر سکتے ہیں یعنی رات کو بھی روزہ رکھ سکتے ہیں لہٰذا رات میں روزہ کیوں نہیں رکھتے ہیں حالانکہ رات کی عبادت اچھی ہوتی ہے اور ریا کاری نہیں ہوتی۔

جواب: جناب ہاں ہاں آپ کا اشکال صحیح ہے لیکن رات میں روزہ نہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ رات کا وقت بالطبع ترک شہوات اور لذات کا ہے لہٰذا اگر رات کا وقت روزہ کے لیے قرار دیا جاتا تو لوگ خواب غفلت کے میدانوں میں ڈوب کر سو جاتے اور پھر دن کو کھانے پینے سیر و تفریح کے بعد خواہشات نفسانیہ میں مصروف رہتے۔

سوال: اسی طرح آپ سال میں ایک ہی مہینہ کی تخصیص کیوں کرتے ہیں کہ ایک مہینہ روزہ رکھتے ہیں اور ایک ماہ سے نہ کم کرتے اور نہ زیادہ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔

جواب: (۱): وجہ اسکی یہ ہے کہ روزہ کے قانون کو عام ہونا چاہیے اس لیے کہ اس میں سب کی اصلاح و تہذیب مقصود ہے لہٰذا ہر شخص اس بات کا مجاز نہ ہو کہ جس مہینے میں آسانی سمجھے روزہ رکھ لے اسلئے کہ اس میں باب معذرت کے وسیع ہو جائیگا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے انسداد کا اور اسلام کی ایک عظیم عبادت میں سستی ہونے کا اندیشہ ہے۔

جواب: (۲): دوسرا جواب یہ بھی دیا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ کی ایک وقت میں کسی ایک چیز کی پابندی کرنے سے ایک دوسرے کو اس کام میں مدد ملے گی اور آسانی ہوگی اور کام کرنے کی ہمت پیدا ہوگی۔

سوال: آپ کہتے ہیں کہ روزہ نام ہے امساک کا حالانکہ اگر کوئی حالتِ صوم میں بھول کر کھا پی لیا تو بھی روزہ ہو جائیگا اس سے معلوم ہوا کہ روزہ امساک کا نام نہیں ہے۔

جواب: اگر روزے دار بھول کر کسی ناقض صوم چیز کا استعمال کرے تو بھی امساک و ترک شرعی اس کے حق میں موجود ہے کیوں کہ شارع نے اس فعل کو اپنے طرف منسوب کیا

ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ ان اللہ اطعمه سقاہ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو کھلایا پلایا۔

سوال: آپ قطب جنوبی اور شمالی کے باشندگان کے سلسلے میں کیا فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ لوگ روزہ رکھیں گے یا نہیں نماز پڑھیں گے یا نہیں کیوں کہ ان لوگوں کی رات چھ ماہ اور دن چھ ماہ کا ہوا کرتا ہے لہٰذا اگر یہ لوگ عبادات کریں گے تو بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور اگر عبادات نہ کریں گے تو کیا قرآن وحدیث خاص ہے اگر خاص ہے تو پھر آپ دین کی دعوت عامۃ الناس کو کیوں دیتے ہیں۔

جواب: شریعت مطہرہ نے ان باشندگاں سے صرف نظر نہیں کیا جو قطب شمالی یا قطب جنوبی میں قیام پذیر ہیں نماز اور روزے ان پر بھی اسی طرح فرض ہیں جس طرح خط استوائی میں رہنے والے پر ہیں ان باشندگان کے لیے لازم ہے کہ ان مملکت سے اوقات کی تعین کریں گے جو قریب ہیں اور قریبی مملکت میں لیل وخمسہ کے درمیان جو وقفہ ہے اسی وقفہ کے اعتبار سے نمازیں ادا کریں گے اور جو وقفہ دو رمضان کے درمیان ہے وہی وقفہ ساعات کے اعتبار سے ان علاقوں میں بھی معتبر ہوگا۔ چنانچہ قطب جنوبی کے باشندگان یا شمال کے باشندگان چھ مہینے کے شب وروز کی بناء پر یہ تعامل نہیں کہ چھ مہینے بھر سوتے ہی رہتے ہیں اور چھ مہینے تک جاگتے ہی رہتے ہیں بلکہ انہوں نے بھی نظام اوقات اسی طرح متعین کیے ہیں جس طرح ہمارے یہاں چوبیس ساعات میں قائم ہیں لہٰذا فمن شهد منكم الشهر کا مخاطب وہ بھی ہو گئے جس طرح ہم اسی طرح اوقات صلاۃ کی تعین اس کے لیے بھی ہوگئی جس طرح ہمارے لیے ہے۔

●●●

اشکال و جوابات

(بحوالہ: المصالح العقلیہ، ص: ۱۳۱)

فی باب الحج

سوال: آپ لوگ ہم پہ کیوں اشکال کرتے ہیں کہ تم لوگ لال لال کپڑے پہن کر گنگا ندی پوجا کرنے جاتے ہو حالاں کہ آپ لوگ بھی ایسا ہی معاملہ کرتے ہیں کہ جب حج کرنے جاتے ہیں تو احرام باندھتے ہیں پھر پتھر کا چکر لگاتے ہیں لہٰذا یہ بھی ایک شرک ہے اگر شرک ہے تو حج وطواف کرنے کی کیا وجہ ہے۔

جواب: دراصل حق جل مجدہٗ نے انسان کو پیدا کیا تا کہ میری عبادت کرے اور عبادت کی دو قسم ہیں۔(۱) انکسار وتذلّل (۲) محبت وایثار، انکسار تذلل کے لیے نماز کا حکم ہے جو جسمانی رنگ میں انسان کے ہر عضو کو خشوع وخضوع کی حالت میں ڈالتی ہے حتی کہ بندہ پورے جسم وجثہ کے ساتھ سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔

دوسری قسم ہے محبت وایثار یعنی بندہ حق جل مجدہ کی محبت میں تڑپتا ہے اس وقت ان کی ضرورت ہوتی ہے کہ کس طرح اپنا شوق پورا کریں تو سوائے حج وطواف کے اور کوئی ایسی چیز نہیں مل سکتی جس سے انسان اپنی محبت کا اظہار کرے۔

سوال: آپ ہمیں یہ کیوں کہتے ہیں کہ تم لوگ صبح سویرے صرف شرمگاہ چھپاتے ہو اور غسل کرنے کے بعد ستر کو صحیح طریقے سے چھپاتے بھی نہیں اور عبادت کے لیے مندروں میں داخل ہو جاتے ہو۔ حالاں کہ یہ طریقہ آپ کے مذہب میں بھی رائج ہے بلکہ آپ کے مذہب میں یہ کارنامہ سب سے زائد ہیں کہ مرد وعورت حالت احرام

میں فقط بے سلی ہوئی دو چادروں پر اکتفا کر کے حج ادا کرتے ہیں اور یہی بے سلے کپڑے پہن کر دورتے بھی ہیں۔

جواب: آپ کو یا تو مسائل احرام کا علم ہی نہیں نہ آپ نے مطالعہ کی زحمت فرمائی حالت احرام اور غیر احرام میں کپڑے ایک ہی ہوتے ہیں عورتوں کے کپڑے یکساں ہوتے ہیں اس میں کوئی تفاوت نہیں ہوتا رہی بات مردوں کی تو وہ کپڑے بغیر سلے تو پہنتے ہیں لیکن ستر نہیں کھولتا کیوں کہ ان کے پاس دو دو چادریں پانچ پانچ میٹر کی ہوتی ہیں ایک چادر ناف سے لے کر نصف ساق تک ہوتی ہے دوسری چادر بدن پر رکھی جاتی ہے جس سے ستر کھولنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ستر علی حالہ مستور رہتا ہے مکشوف نہیں ہوتا۔

سوال: اہل ایمان خود شرک و بت پرستی میں مشغول ہیں جیسا کہ دوران حج حجر اسود کو پوجتے ہیں اور پتہ نہیں کہ ان کی عورتیں ان پتھر سے کیا کیا طلب کرتی ہیں۔

جواب: ارے نادان پنڈت؟ (نعوذ باللہ) پتہ نہیں تیری عقل کس نے سلب کر لی کیا تمہیں معلوم نہیں کہ معبود کسے کہتے ہیں معبود اس سے کہتے ہیں کہ جس کی عبادت کی جائے اور اس کی حمد وستائش بھی کی جائے اور ہم اہل ایمان آج تک اس حجر اسود کی کبھی بھی حمد وستائش نہیں کی ہے اور نہ معبود ہونے کی نیت سے اس کو پوجا ہے بلکہ ایک نسبت و محبت میں اس کو بوسہ دیتے ہیں۔ اس کی مثال یوں لیجئے کہ جب آپ گھر جاتے ہیں تو بیوی کو بوسہ دیتے ہیں وغیرہ ذلک۔ تو کیا یہ آپ کی معبودہ ہوگئی؟ لہٰذا جس طرح آپ محبت میں بوسہ دیتے ہیں اور معبود نہیں ہوتی ہیں۔ اسی طرح ہم ان کی محبت و عشق میں بوسہ دیتے ہیں نہ کہ عبادت کرتے ہیں۔

سوال: اسی طرح آپ ہم لوگوں کو بدنام کرتے ہیں کہ تم کندھے پر ڈنڈے اٹھا کر ہر بڑے مندروں میں جاتے ہو اور شرک کرتے ہو حالانکہ آپ خود ایسا عمل کرتے ہیں کہ دوران حج صفا و مروہ کا بار بار چکر لگاتے ہیں اور ہم تو فقط ایک ہی مرتبہ مندروں اور گنگاؤں

مین داخل ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آپ سب سے زیادہ شرک کرتے ہیں۔

جواب: صفا و مروہ کے درمیان جو کہ خانہ کعبہ کا چوک ہے ہم اس لیے سعی کرتے ہیں تا کہ حق تعالیٰ جل مجدہ کی نظر رحمت کی بارش ہو اور اس میں یہ بھی راز ہے کہ مثلاً کوئی بادشاہ کے پاس داخل ہو اور پھر باہر نکلے اور نہ جانتا ہو کہ بادشاہ میرے بارے میں کیا حکم کرے گا منظوری فرمائے گا یا نہیں تو بادشاہ کے دروازے پر بار بار آتا جاتا ہے اس امید سے کہ اگر اوّل دفعہ رحم نہ کرے گا تو دوسری بار میں رحم کریگا۔

بخلاف تمہارا خدا مورتی ہے کہ نہ تو سنتا ہے اور نہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے اور نہ نفع ونقصان کا مالک ہے حتی کہ اگر اس کے بدن پر کتے پیشاب کرے تو بھگا بھی نہیں سکتا تو ایسوں کے پاس چکر لگانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

سوال: جناب ہم کسی اہم پوجا پاٹ کے موقع پر اگر سر منڈاتے ہیں تو آپ ہنستے اور مذاق اڑاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ دیکھو کافر کو؟ حالاں کہ یہ عمل آپ بھی کرتے ہیں اور دوران حج میں حلق کراتے ہیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ آپ بھی کفر و شرک میں مبتلا ہیں۔

جواب: جناب ہم لوگ سر عبادت کے مقصد سے منڈواتے نہیں ہیں (البتہ اس پر اللہ اجر دیتا ہے) بلکہ بہت دنوں سے سر ننگا رہا ہے ہوسکتا ہے کہ بالوں کے نیچے ضرر دینے والی کنکریاں موجود ہوں جو آگے چل کر نقصان دے۔ دوسرا جواب ہمارے یہاں سر منڈوانا ضروری نہیں بلکہ بالوں کو چھوٹا کرلیا تو کافی ہے بخلاف تمہارے یہاں کہ سر جڑ سے منڈوانا ضروری ہے۔

سوال: تم یہ کہتے ہو کہ دودھ مٹی پھول مورتیوں پر چڑھا کر کفر و شرک میں مبتلا ہو حالاں کہ تم بھی اسی عمل کا ارتکاب کرنے والے ہو اور دوران حج رمی جمار کرتے ہو، ہم تو صرف پھول، دودھ ہی چڑھاتے ہیں اور تم تو پتھر کو پوجتے بھی ہو اور پتھر چلاتے بھی۔

جواب: ارے پنڈت! تم پھول، دودھ اور کیا کیا لے جاتے ہو تا کہ شیاطین کی پوجا کریں اور منائیں لیکن ہم شیطان کے سر و جسم توڑنے کے لیے پتھر مارتے ہیں چڑھاتے نہیں گویا تم

محبتاً واعتقاداً یہ عمل کرتے ہواور ہم ضرباً بغضاً اعداء یہ عمل کرتے ہیں اب جناب پنڈت جی بات ذہن نشیں ہوگئی کہ اور کوئی خلجان ہے انشاء اللہ دندان شکن جوابات دیئے جائیں گے۔

سوال: آپ کا مذہب کیسا ہے کہ کبھی تو جانوروں کا شکار کرنا حلال ہوتا ہے اور کبھی حرام ہوتا ہے مثلاً حرم کے بعض جانوروں کا شکار نہیں کرتے ہیں آخر اس کی وجہ کیا ہے۔

جواب: ہم لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے سب زیادہ محبت ہے چنانچہ ان کی محبت میں ان کے یہاں کے جانوروں سے بھی محبت کرتے ہیں یعنی ہم اپنے محبوب کے کوچہ کے جانوروں کو باجودیکہ گوشت کھانا جائز ہے لیکن کچھ نہ کرتے ہیں اور انکی محبت میں چھوڑ دیتے ہیں۔

سوال: جب انکی محبت میں ماکول اللحم جانور کو چھوڑ دیتے ہیں اور کچھ نہیں کرتے تو اسی طرح چیل کوے، بچھو، سانپ، چوہے، بھیڑیے، سگ دیوانہ، کو کیوں قتل کرتے ہیں اس کو بھی چھوڑ دو کیوں کہ وہ بھی تمہارے محبوب کے کوچے کے باشندے ہیں۔

جواب: یہ جانور ضرر دینے والا اور عاشقانِ الٰہی کو تکلیف پہنچانے والے اور کوچۂ محبوب سے روکنے والے ہوتے ہیں لہٰذا محبوب حقیقی خداوند تعالیٰ کی نظر میں اسی وجہ سے مردود ٹھہرے کہ اس کے عاشقوں کے لیے اس کے کوچہ سے مانع ہوتے ہیں اور یہ امر اس کو ناپسند ہے پس جو امر محبوب حقیقی کی نظر میں مبغوض ہو بالضرور اس کے عاشقوں اور محبوب کی نظر میں بھی وہ مبغوض ہوگا یہی وجہ ہے کہ اگر ان جانوروں کو حرم میں مار ڈالے تو اس پر کوئی تاوان ان کے بدلے میں دینا لازم نہیں ہوتا بلکہ کار ثواب رضائے محبوب ہے۔

اشکال وجوابات

(بحوالہ: المصالح العقلیہ،ص:۱۰۱)

فی باب الزکاۃ

سوال: آپ کا عجیب مذہب ہے کہ ایک آدمی سے مال ودولت لے کر کسی دوسرے سست آدمی کو دینے کا حکم کرتا ہے سراسر یہ غلط عمل ہے کیوں کہ جس کے پاس مال ودولت آتی ہے وہ محنت ومشقت سے کام کرتا ہے لہٰذا کسی محنتی آدمی کے کاموں کو لے کر دوسرے کو دینا گویا ایک کو تکلیف دینا ہے اور دوسرے کو فائدہ پہنچانا ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا مذہب غلط ہے۔

جواب: میرا مذہب غلط نہیں ہے بلکہ آپکے تصورات وگمان وعقل وفہم غلط اور باطل ہیں کیونکہ ہمارے مذہب میں اتحاد واتفاق ومحبت ہے کہ ایک غریب بھائی بھوکا پیاسا اپنے بچوں کیساتھ تڑپ رہا ہے اسی کے تعاون کے لیے ہر صاحب نصاب پر زکوٰۃ واجب ہے۔

جواب: نعمت الٰہی کی یاد آوری ہوتی ہے جس سے بندہ یہ محسوس کرتا ہے کہ مال کا وصول اپنا ذاتی کمال نہیں اور نہ ہی اپنی تگ ودو کا ثمرہ ہے بلکہ یہ تو عطیہ خداوندی ہے میں اپنا کچھ کسی کو نہیں دے رہا ہوں بلکہ جو اللہ نے مجھے دیا ہے اسی کو دی ہوئی نعمت کو دوسرے تک پہنچا رہا ہوں۔

سوال: اگر آپ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ اس لیے دیتے ہیں تا کہ اقرب الٰہی اور غریبوں کی خیر خواہی ہو اور یہی مقصد ہے تو آپ سال میں ایک ہی مرتبہ زکوٰۃ کیوں ادا کرتے ہیں یعنی سال میں دو یا تین مرتبہ کیوں ادا نہیں کرتے ہیں۔

جواب: مذکورہ عمل کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے ایسا ایک وقت کا مقرر کرنا لازم وضروری ہے کہ جس میں تمام لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر سکیں اور یہ بات بھی شریعت نے صحیح نافذ کی کہ وہ مدت بہت کم نہ ہو کہ جلد ان کو زکوٰۃ دینی پڑے اور اس کا ادا کرنا اس کو دشوار ہو اور اسی طرح زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے اتنی مدت دراز نہ ہوئی کہ اس کے اندر صاحب نصاب کا بخل کچھ کم نہ ہو اور فقراء و مساکین شدت کے ساتھ منتظر رہیں۔

لہٰذا انہیں تمام باتوں پر شریعت نے دھیان دیا اور مذکورہ صورت تجویز کی۔

سوال: جناب مولوی صاحب۔ آپ کے سید الشریعت محمد ﷺ نے اپنے آپ کو بہت بڑے پاک تصور کیا اور اپنے اوپر زکوٰۃ کو ناجائز کہا اور فرمایا کہ یہ انسان کا مالی میل کچیل ہے تو دوسروں کو میل کچیل دینے کا حکم کیوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو بہت بڑا آدمی تصور کیا اور دوسروں کو گھٹیا شمار کیا آخر ایسا کیوں۔

جواب: (۱) جی ہاں پنڈت صاحب؟ یہ بات تو حقیقت ہے کہ محمد ﷺ سب سے اچھے وافضل بہت آدمی ہیں اور حق جل مجدہ کے بعد محمد ﷺ کا نمبر ہے اب رہا آپ کا سوال کہ نبی اکرم ﷺ کے لیے زکوٰۃ کیوں حلال نہیں جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ اگر زکوٰۃ کی رقم لیتے تو آپ جیسے پنڈت پھر اشکال کرتے کہ دیکھو محمد ﷺ دوسروں کا مال ٹھگ رہے ہیں (نعوذ باللہ) چوں کہ آپ ﷺ خود نافذ شرع تھے۔ اسی احتمال کو دور کرنے کے لیے آپ ﷺ نے اپنے لیے زکوٰۃ کی رقم کو جائز نہیں کہا۔

جواب: (۲) یہ دیا جائے گا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ زکوٰۃ مال کا میل کچیل ہوا کرتی ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ کے نفوس قدسی ہوتے ہیں اور ان میں سب سے زیادہ مقدس نبی آخرت الزماں ﷺ کی روح مطہرہ ہے لہٰذا آپ کی تقدیس اس مانع زکوٰۃ کو قبول نہیں کر سکتی۔ نیز یہ منافی نبوت بھی ہیں عامۃ الناس چوں کہ عظمت نبوت سے آراستہ نہیں ہوتے اس لیے ایسے مال کا استعمال ان کے لیے موجب ذلت نہیں۔

اشکال وجوابات

(بحوالہ:المصالح العقلیہ:ص:۱۵۲)

فی باب النکاح

سوال: آپ کے مذہب کے اندر عجیب وغریب معاملہ ہے کہ ایک مرد چار عورتوں کو بیک وقت نکاح میں رکھ سکتا ہے اور آگے چل کر فقر وفاقہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت فقر وفاقہ کا حکم دیتی ہے۔

جواب: پنڈت جی؟ یہ معاملہ ہرگز نہیں ہے کہ ہماری شریعت فقر وفاقہ کا حکم دے لہٰذا آپ کے سوال کا پہلا جواب یہ ہے کہ عورتیں بمقابل مرد کے سب سے زیادہ ہوتی ہیں چنانچہ اس کی تفصیل یوں ہے کہ یورپ میں جس کو سب ممالک سے بڑھ کر تعداد ازواج کی ضرورت سے منزہ ومبرہ سمجھا جاتا ہے عورتوں کی تعداد مردوں سے کس قدر زیادہ ہے جس کی انتہا نہیں چنانچہ برطانیہ میں ایک جنگ سے پہلے بارہ لاکھ انہتر ہزار تین سو پچاس (1269350) عورتیں ایسی تھیں جن کے لیے ایک بیوی والے قاعدہ کی رو سے کوئی مرد مہیا نہیں ہوسکتا اسی طرح فرانس میں 1900 کے اندر عورتوں کی تعداد مردوں سے چار لاکھ تیس ہزار سات سو نو سے زیادہ تھی اسی طرح جرمن میں 1900 کے اندر ہر ایک ہزار مرد کے لیے کئی ہزار عورتیں تھیں۔ اسی طرح سوڈان میں 1901 کے اندر ایک لاکھ بائیس ہزار آٹھ سو ستر عورتیں اور ہسپانیہ میں 1890 کے اندر چار لاکھ ستاون ہزار دو سو باسٹھ عورتیں اور آسٹریلیا میں 1890 کے اندر چھ لاکھ چوالیس ہزار سات سو چھیانوے عورتیں مردوں سے زیادہ تھیں اب ہم پنڈت جی سے دریافت

کرتے ہیں کہ اس بات پر فخر کر لینا تو آسان ہے کہ ہم تعدادِ ازواج کو برا سمجھتے ہیں مگر یہ بتا دیا جائے کہ ان کم از کم چالیس لاکھ عورتوں کے لیے کونسا قانون تجویز کیا گیا ہے کیوں کہ ایک بیوی کے قاعدے کے رو سے ان کو تو یورپ میں خاوند نہیں مل سکتے اسی طرح کا حال دیگر ممالک کا بھی ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے لہٰذا ایسی صورت میں اب ضرورت پڑی کہ ایک مرد کی تو شادی کرنا چار عورتوں سے درست ہے۔ بقوله تعالی: مثنی وثلاث ورباع۔

سوال: جناب تو پھر مردوں کو چار ہی شادی پر کیوں اکتفا کرنے کا حکم ہوا ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ ۳؍ کا حکم کرتے۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جو حکم دیا ہے اپنی کمال حکمت وتمام نعت ومصلحت کی بنیاد پر چوں کہ مخلوقات میں لوگ ایسے بھی ہیں جو زیادہ قوت وطاقت نہیں رکھتے لہٰذا ان کے لیے کہا گیا کہ ایک یا دو یا تین شادی کریں یعنی حق جل مجدہ نے اختیار دیا اسی طریقے سے وہ آدمی جس کے اندر کثرتِ قوت کی بنیاد پر زیادہ طاقت ہے اور نفسانی خواہشات ابھرتی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لیے کہا کہ چار شادی کرو لہٰذا یہ عدد قانون حق کے موافق ہے۔ (احکام اسلام عقل کی نظر میں) عزیز ساتھیو! نبی کریم ﷺ کے ازواج کے سلسلے میں جو اشکالات کیئے گئے ہیں ان کا مدلل جواب اگلے صفحہ میں آئے گا۔

سوال: جب مردوں کو ۴؍ شادیاں کرنے کی اجازت ہے تو اسی طرح عورتوں کو بھی چار شادیاں کرنے کی اجازت ہونی چاہیے تھی کیا عورت انسان نہیں یعنی جس طرح مرد کو خواہشات ابھرتی ہیں اسی طرح تو عورتوں کو بھی خواہشات ابھرتی ہیں لہٰذا عورتوں کے لیے بھی جائز ہونا چاہیے کہ ۴؍ شادیاں کریں۔

جواب: پنڈت صاحب؟ آپ کے اس سوال سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ اپنی عقل کو کسی دور دراز گوشہ میں رکھ دیا ہے۔ بہر حال اس کا جواب یوں لیجیے مثال کے طور پر

آپ ۴/عورتوں کو جمع کرلیں اور ہر ایک عورت کو آپ یہ کہیں کہ تم لوگ کسی ایک برتن میں اپنا اپنا دودھ دوہ کر کے رکھو جب یہ عمل عورتیں کر گزریں تو آپ ان عورتوں سے کہیں کہ اب تم لوگ اپنا اپنا دودھ الگ کرلو اگر یہ عورت اپنا اپنا دودھ الگ کرلیتی ہیں تو میری جانب سے یہ اجازت ہے کہ عورتوں کے لیے چار نکاح درست ہیں اگر الگ نہیں کرتی ہیں تو چار نکاح کرنا حرام ہے۔ کیوں کہ جب عورتیں چار شادیاں کریں گی اور اس سے بچہ پیدا ہوگا تو ایک شوہر کہے گا کہ میرا بچہ ہے دوسرا کہے گا کہ نہیں نہیں میرا ہے۔ لہذا یہ بچہ حرامی کہلائیگا اسی بنا پر۔ یہ شریعت نے حکم دیا کہ عورتیں صرف ایک شادی کرسکتی ہیں۔

اشکال وجوابات

(بحوالہ: ایضاً۔ص: ۱۵۵)

فی بـاب الطـلاق

سوال: آپ کا مذہب عجیب ہے کہ ایک کام مرد کو کرنے کا حکم دیتا ہےتو دوسرا کام عورت کو کرنے کا حکم دیتا ہے یعنی مرد کو طلاق دینے کا حق دیتے ہیں اور عورت کو نہیں حالاں کہ جب قرآن کا نزول ہوا تو ان کے مخاطب تمام آدمی تھے خواہ عورت ہو یا مرد تو اسی طرح شریعت کو چاہیے کہ جب بھی کوئی حکم نافذ کرے تو مرد وعورت دونوں کو حق دے لہٰذا جس طرح مرد کو طلاق دینے کا حق حاصل ہے اسی طرح عورت کو بھی حاصل ہونا چاہیے۔

جواب: (۱) جناب پنڈت جی! میری شریعت عجیب نہیں ہے بلکہ آپ کا فہم وعقل عجیب وغریب ہے کیوں کہ قرآن کے اندر مرد ہی کو طلاق دینے کا حکم کیا گیا ہے لہٰذا ان کے مخاطب صرف مرد ہی ہوں گے دوسری بات یہ ہے کہ اگر عورت کو طلاق دینے کا حق حاصل ہوتا تو ایک بھی عورت صحیح طریقے سے کسی مرد کے پاس نہیں رہتی کیوں کہ نساء کے معنی آتے ہیں خوب خوب انسیت رکھنے کے اسی وجہ سے عورت ایک دوسرے سے خوب خوب انسیت رکھتی ہیں جب عورت کو اپنے خاوند کے علاوہ دوسرے سے انسیت خوب ہوجاتی اور یہی مرد اس کو بھا جاتا تو فوراً اپنے اوّل خاوند کو طلاق دیتی اور پھنس کر کے دوسرے کے پاس چلی آتی۔ اسی بنا پر شریعت نے حکم دیا کہ فقط مرد ہی کو طلاق دینے کا حق حاصل ہے نہ کہ عورت کو۔

جواب: (۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں اس کے پاس مرد کی

طرح کامل ومکمل عقل نہیں ہوتی اور یہ قاعدہ اظہر من الشمس ہے کہ جس کے پاس کامل عقل ہو اسی کو جانبین میں اہم ذمہ داری سونپنی چاہیے لہٰذا میاں بیوی کے درمیان سب سے زیادہ عقل مرد ہی کو ہے اسی وجہ سے مرد ہی کو یہ طلاق کی ذمہ داری سونپی گئی۔

جواب: (۳) تیسرا جواب یہ ہ کہ پنڈت جی اگر عورت کو چھوڑنے کا حق ہوتا تو آپ کی امی بھی آپ کے والد کو چھوڑ کر بھاگ جاتی تو آپ کہاں سے پیدا ہوتے اور یہاں مناظرہ کرنے آجاتے۔

سوال: جب کوئی مرد اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو اس عورت کو عدت گزارنی پڑتی ہے وہ بھی فقط اس لیے تاکہ اس عورت کا رحم خالی ہو جائے اور دو مردوں کی منی خلط ملط نہ ہو جائے تو اسکے لیے فقط ایک حیض گزارنا کافی ہے تین حیض گزارنے کی کیا ضرورت تھی۔

جواب: مطلقہ عورت ایک حیض اس لیے گزارتی ہے تاکہ رحم خالی ہو جائے اور زائد تین حیض اس لیے گذارتی ہے تاکہ مرد نادم وشرمندہ ہو کہ ہم نے واقعی بیکار کام کیا ہے نیز طویل مدت گذارنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ مرد اپنے قول وفعل سے رجوع کرلے۔

سوال: آپ کا مذہب قابل تردید ہے کہ مرد کو زناکاری کرنے پر ابھارتا ہے کیوں کہ جب کسی کی بیوی حائضہ ونفساء ہو جاتی ہیں تو آپ کی شریعت منع کرتی ہے کہ مرد عورت کے پاس ہرگز نہ جائے۔ چنانچہ جب مرد عورت سے الگ تھلگ ہو جائیگا تو اب آپ خود بتایئے کہ مرد اپنی خواہشات کو کہاں پورا کریگا! آخر کار وہ زناکاری پر آمادہ ہو جائے گا۔

جواب: (۱) پنڈت جی آپ ہی جیسے پنڈتوں کی تردید میں آیت کریمہ نازل ہوئی ارشاد باری ہے: ویسئلونك عن المحیض قل هو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض وتقربوهن حتی یطهرن۔

یعنی اے محمد ﷺ ونائبین رسول ﷺ جب آپ سے کوئی شخص خواہ پنڈت ہو یا یہودی یا نصرانی ہو سوال کرے تو آپ ﷺ فرمادیجئے کہ وہ ناپاک ہے سو تم حیض میں عورتوں سے کنارہ کرو اور صحبت نہ کروان سے جب تک پاک وصاف نہ ہو جائے۔

جواب: (۲) یہ ہے کہ شریعت نے اس لیے منع کیا کیوں کہ اس عمل سے طرح طرح کی بیماریاں منتشر ہوتی ہیں مثلاً خارش، نامردی، جلن، جریان، جذام، یعنی جب بھی بچہ پیدا ہوگا تو اس سے جذام کی بیماری ہو جاتی ہے۔ اسی طرح عورتوں کو بھی اس عمل کو کرنے سے بیماریاں ہوتی ہیں مزید ڈاکٹر سے رابطہ قائم کریں۔

سوال: آپ جب عورتوں کو طلاق دیتے ہیں تو تین ہی طلاق کیوں دیتے ہیں یعنی آپ کی شریعت نے تین ہی طلاق کو کیوں محدود رکھا ہے۔

جواب: یہ دیا گیا ہے کہ وہ تین طلاق کثرت کی شروع حد ہے یعنی عددوں میں زیادہ ہونے کا پہلا عدد ہے جو جمع کہلاتا ہے۔ نیز طلاق میں فکر کرنا اور سوچنا اور سمجھنا ضروری ہے سو تین تک سوچنے اور سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔

سوال: جب آپ میں سے کوئی عورت کو تین طلاق دے دیتا ہے اور پھر اس عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا ہے تو کسی دوسرے شوہر سے نکاح کروانا پڑتا ہے اور پھر شوہر اوّل نکاح کرتا ہے آخرت ایسا کیوں؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی شریعت بے حیائی کو فروغ دیتی ہے۔

جواب: معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ میری شریعت حیا کو فروغ دیتی ہے کیوں کہ اگر یہ حکم نافذ کر دیا جائے کہ جب جب شوہر طلاق دے اور فوراً بعد العدۃ نکاح کر لے تو اس سے طلاق کا رواج معاشرے میں عام ہو جائیگا اور عورت کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا اسی بنا پر شریعت نے حکم نافذ کیا کہ جب بھی مرد تین طلاق دے تو عدت گذارنے کے بعد کوئی دوسرا مرد اسکا مزا چکھے پھر بعد العدۃ شوہر اوّل نکاح کرے تاکہ شوہر اوّل کو شرم دلائی جائے کہ دیکھو تم کور ہتے ہوئے تمہاری بیوی دوسرے کے پاس رات گذار رہی ہے۔ پھر آئندہ ایسی حرکت نہیں کرے گا۔

☆☆☆

اشکال وجوابات

(ایضاً،ص:۲۴۸)

فی باب الاکل والشرب

سوال: آپ جملہ درندوں پرندوں کو حرام کہتے ہیں اور کھانے سے اعراض کرتے ہیں آخر ایسا کیوں جب کہ اسی جانور کے مانند ہرن اور گورخر، خرگوش، شترمرغ ومرغی وغیرہ ذلک ہیں تو اس کو کھاتے ہیں اور درندوں اور شکاری پرندوں کو حرام کہتے ہیں۔

جواب: اوّل جواب تو یہ دیا جائے گا کہ جملہ درندوں اور شکاری پرندوں کے گوشت کا کھانا حرام کیوں ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ یہ تمام درندے جانور جن کی شریر وفطرت میں پنجوں سے چھیلنا اور اس سے زخم پہنچانا ہے اور جس کے اندر جس کی وجہ سے یہ سخت دلی ہے سب حرام ٹھہرائے گئے ہیں کیوں کہ نبی اکرم ﷺ نے بھیڑیئے کے بارے میں فرمایا ایا کله احد یعنی کیا بھیریئے کو بھی کوئی انسان کھاتا ہے یہاں یہ اللہ کے رسول ﷺ توبیخاً فرمایا کہ کیا کوئی انسان بھی بھیڑیئے کو کھاتا ہے مطلب یہ ہے کہ اس کو کوئی نہیں کھاتا، حرمت کی وجہ یہ ہے کہ ان جانوروں کے کھانے سے انسان میں درندگی پیدا ہوجاتی ہے کیوں کہ ان کی طبیعت اعتدال سے خارج ہوتی ہے اور ان کے دلوں میں رحم نہیں ہوتا اسی واسطے ہر شکاری پرندے کے کھانے سے بھی آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا اسی طرح آپ نے بعض جانوروں کو فاسق سے بھی تعبیر فرمایا ہے کیوں کہ ان جانوروں کو کھانے سے ان جیسی خصلت پیدا ہوجاتی ہے یہ جواب تھا درندوں اور شکاریوں کی حرمت کا۔

جواب: (۲) دوسرا جواب لیجئے ہرن، خرگوش، شتر مرغ کی حلت کی وجہ، چوں کہ وہ جانور جو جنگل میں رہتے ہیں بہیمۃ الانعام کے مشابہ ہیں وہ سب حلال ہیں کیوں کہ ان میں بہیمۃ الانعام کے پاک وستھرے اوصاف موجود ہیں اور وہ مزاج انسان کے موافق اور مطابق ہیں مثلاً ہرن گورخر، ، خرگوش، کا گوشت بھیجا تو آنخضرت ﷺ نے اس کو قبول فرمایا (بخاری ومسلم) اسی طرح مرغ ومرغابی وکبوتر اور اس کے مانند جانور ہیں ان کی حلت کی وجہ یہ ہے کہ ان پرندوں کا گوشت انسان کے مزاج کے موافق ومفید ہے لہٰذا حلال ٹھہرے۔

سوال: آپ وہ جانور کیوں نہ کھاتے ہیں جو خود بخود مرتا ہے اور وہ جانور کیوں کھاتے ہین جس کو آپ خود سے ذبح کرتے ہیں اور آپ کا اعتقاد مستحکم بھی ہے کہ جب تک جانور کا خون نہ نکلے گا حلال نہ ہوگا آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: (۱) مردار کا حرام ہونا عین حکمت ہے کیوں کہ جانور کے بدن کو پاک کرنے والی روح ہے جب روح اس سے جدا ہو جائے تو اس کی عفونت کو دور کرنے والا نہیں رہتا لہٰذا وہ عفونت اس کے سارے بدن کو فاسد کر دیتی ہے اور بہت بدمزہ اور بدبودار ثابت ہو جاتا ہے اسی بنا پر جو لوگ بچپن سے مردار خور ہوتے ہیں ان کی صورت وشکل واخلاق ایسے قبیح ہوتے ہیں کہ گویا ان کا مزاج ہی انسانیت سے خارج ہو جاتا ہے۔

جواب: (۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ جانوروں کے خون کے اندر ایک قسم کا زہر ہوتا ہے جو انسان کے جسم کو بیکار کر دیتا ہے مثلاً فالج اور استرخاء کی بیماری ہوتی ہے۔

سوال: جب آپ کے مذہب میں کسی جانور کو کھاتے ہیں تو خون نکالنا ضروری ہے تو اس طرح کا جانور مچھلی اور ٹڈی بھی ہے تو اس کا خون کیوں نہ نکالتے ہیں اگر آپ مچھلی کے اندر سے خون نہیں نکالتے ہیں تو آپ بھی حرام کاری کا ارتکاب کرتے ہیں۔

جواب: مچھلی کو اسی وجہ سے ذبح نہیں کیا جاتا اور خون نہیں نکالا جاتا کیوں کہ اس کے بدن کا اصلی مادہ پانی ہے اور پانی بالطبع طاہر ومطہر ہے لہٰذا جس طرح نجاست پانی میں

اثر نہیں کرتی ایسا ہی آبی جانور کی روح جدا ہونے سے اس میں اثر نہ کرے گی بہر کیف مچھلی کے اندر ذبح کرنے کی حاجب نہ رہی اب رہی بات ٹڈی کی اس کو ذبح کیوں نہیں کیا جاتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ خون جاری نہیں رکھتی یعنی اس کی روح کا تعلق بدن سے ہے نہ کہ خون سے پس اس کی وجہ سمجھ میں آگئی۔

سوال: میرے عزیز ساتھیو! دیکھئے پنڈت جی کا احمقانہ سوال کہ وہ اسٹیج پر آئے اور سوال کیا کہ مولوی صاحب! اوّلاً تو آپ ہمیں یہ بتلائیں کہ انسان کے لیے گوشت کھانا کیوں جائز ہوا۔

جواب: انسان کو مثل شیر و چیتا و بھیڑیا وغیرہ کچلیوں کا عطا ہونا اس جانب مشیر ہے کہ اس کی غذا اصلی گوشت ہے اور اہل عقل کے نزدیک یہ بات مخفی نہیں بلکہ ظاہر ہے کہ انسان کو جتنی چیزیں دی گئیں کسی نہ کسی کام کے لیے دی گئی ہیں آنکھ، کان جسے دیکھنے سننے کے لیے ہیں اس کے ان سے صاف عیاں ہے کہ یہ دیکھنے سننے کی اجازت ہے ایسے ہی کچلیوں کو بھی خیال فرمالیجئے۔ ہاں یہ بات مسلم ہے کہ سارے حیوانات یکساں نہیں ہر کسی کے گوشت جدا جدا اثر رکھتا ہے۔ لہٰذا جس جانور کا گوشت مفید ہوگا وہی جائز ہوگا اور جس جانور کا گوشت مضر ہوگا بقدر مضرت ناجائز ہوگا۔

اشکال وجوابات

(ایضاً،ص:۲۸۵)

فی باب الجنایات والحدود

سوال: چوری کرنے پر سارق کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور زنا کرنے والوں پر زانی اور زانیہ کا عضو کیوں نہیں کاٹا جاتا حالاں کہ مشاہدتاً یہ معلوم ہو رہا ہے کہ زانی وزانیہ ہی کا اوّلاً عضو کاٹا جائے اور سارق کو چھوڑ دیا جائے۔

جواب: حق جل مجدہ کا بہت بڑا احسان وکرم ہے کہ انہوں نے چوڑی کرنے والوں پر ہاتھ کا کاٹنا متعین کیا اور زنا کرنے والوں پر فقط حد کو متعین کیا کیوں کہ اگر زنا کرنے والوں پر بھی اگر عضو کا کاٹنا متعین ہوتا تو روزانہ ۱۰۰/۱۰۰۰ آدمیوں کی آنکھ نکالی جاتی اسی طرح ہاتھ کاٹا جاتا اسی طرح پاؤں کاٹا جاتا چوں کہ انسان اس کے ذریعہ بھی زنا کرتا ہے۔اور چوری زنا کے مقابلہ میں کم ہوتی ہے وہ بھی اس چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا جو کم از کم ۱۰/درہم یا اس کی قیمت کی نقد کوئی چیز چوری کی ہو۔

سوال: اسی طرح اگر کوئی شخص شراب کا ایک قطرہ بھی پیتا ہے تو اس کے اوپر حد جاری کی جاتی ہے اور اگر کوئی شخص پیشاب ایک لیٹر بھی پی لے تو حد جاری نہیں کی جاتی ہے۔حالاں کہ پیشاب بھی پینے کی صورت میں حد جاری ہونی چاہیے۔

جواب: وجہ اس کی یہ ہے کہ پیشاب کو انسان خود نہیں پیتا ہے چوں کہ طبیعت اس کی طرف مائل نہیں ہوتی ہے لہٰذا جس عمل کا ورود ہو ہی نہ سکتا ہو تو اس کے اوپر حد کا جاری کرنا بیکار ولغو ہے اور شراب کو انسان بہت ہی دلچسپی کے ساتھ پیتے ہیں اس لیے کہ

ایک قطرہ شراب پینے پر بھی پابندی لگائی گئی تا کہ انسان سرے سے اس کو چھوڑ دے۔

سوال: اسی طرح آپ کی شریعت عجیب ہے کہ انسان کے پہنے اوڑھنے کے سامان پر بھی پابندی لگاتے ہیں چوں کہ آپ کے مذہب کے اندر مردوں کو سونا اور ریشم پہننے کو منع کر دیا گیا ہے۔

جواب: اگر سونا کا پہننا عام قرار دیا جائے تو اوّلاً معاشرے کے اندر ایک کھلبلی مچ جائیگی اور جہیز میں لڑکے والے سونے کی مانگ کرنے لگیں گے جس سے دوسرے مسلمان بھائی کو مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

جواب: دوسرا جواب یہ ہے کہ عورتوں کے لباس وتشبیہ سے مردوں کو متمیز کرنا ضروری تھا لہٰذا سونا و چاندی وریشم پہننا بالعموم عورتوں کیلئے مخصوص ہوا اور مردوں کیلئے حرام ہوا۔

اشکال و جوابات

(آریوں کا سوال اور اس کے جوابات ، ص:۹۹)

فی باب عذاب قبر

سوال: قبر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا یا بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے تو کیوں کر کشادہ اور تنگ ہو سکتی ہے جب کہ میت نہ اس میں بیٹھ سکتی ہے اور نہ کھڑی ہو سکتی ہے اور جب ہم قبر کھودتے ہیں تو اس میں نہ تو اندھے اور گونگے فرشتے دیکھتے ہیں جو مردوں کو لوہے کے کندوں اور ہتھوڑوں سے مارتے ہوں اور نہ وہاں سانپ اور ازدہے دیکھتے ہیں اور نہ بھڑکتی ہوئی آگ محسوس کرتے ہیں اور اگر میت کے اہل وعیال میں سے کوئی فرد قبر کھود کر معلوم کرے تو میت کو اسی ایک حالت غیر متغیر پر پاتے ہیں اور ہم اگر اس کی آنکھ پر اور اس کے سینے پر رائی کا دانہ رکھیں تو ہم اسکو اسی ایک حالت غیر متغیرہ پر پاتے ہیں تو مردہ پر تا حد نظر قبر کس طرح فراخ ہو سکتی ہے حالاں کہ اس کو اسی ایک حالت پر دیکھتے ہیں اور قبر کی کشادگی کو اسی حد پر پاتے ہیں جس حد پر ہم نے اس کو کھودا تھا نہ زیادہ ہوتی ہے اور نہ تنگ ہوتی ہے اور فرشتے اور وہ صورت جو مردہ کو گرفت میں لیتے ہیں یا اسکو ڈراتے ہیں تو وہ قبر میں کس طرح سما سکتے ہیں اور ہر ایک بات جو عقل و مشاہدہ کے برخلاف ہو وہ کہنے والے کی قطعی خطا ہے وہ کہتے ہیں کہ مصلوب کو ہم مدت دراز سے لکڑی پر آویزاں دیکھتے ہیں وہاں پر اس سے نہ منکر ونکیر کا سوال ہوتا ہے اور نہ اس کے جسم پر آگ دھکتی ہوئی دیکھی جاتی ہے اور جس کو درندوں نے پھاڑ کھایا ہو اور پرندوں نے نوچ لیا ہو اور اس کے ٹکڑے درندوں

کے بیٹوں اور پرندوں کے پوٹوں اور سانپوں کے شکموں اور ہواؤں کے طبقوں میں الگ الگ ہوجاتے ہیں اس کے ٹکڑوں سے باوجود الگ الگ ہونے کے کس طرح سوال وجواب ہونا ممکن ہوسکتا ہے اور جس کے جسم کے ٹکڑوں کی یہ حالت ہوجاوے اسکے ساتھ دو فرشتوں منکر ونکیر کا سوال وجواب کرنا کس طرح ممکن ہے اور ایسے شخص پر قبر بہشت کے باغوں میں سے یا دوزخوں کے گڑھوں میں سے گڑھا کسی طرح ہونا ممکن ہے اور کسی طرح قبر اس پر تنگ ہوسکتی ہے یہاں تک کہ مردے کی پسلیاں قبر کے ملنے سے ادھر کی اُدھر ہوجاویں۔

جواب: ملاحظہ کرنے سے قبل ہم چند باتیں بطور تمہید کے پیش کرتے ہیں تا کہ جواب کالشمس علی نصف النہار ہوجائے جیسا کہ حکیم الامت سیدنا حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ انبیاء کرام علیہم السلام نے کوئی ایسی بات نہیں بتلائی جس کو عقلیں محال جانیں اور وہ اس کے محال ہونے پر قطعی حکم دے سکیں بلکہ رسولوں کی خبر دینا دو قسم کی ہوتی ہے ایک تو وہ جس پر عقل وفطرت گواہی دے دوسرے وہ جس کو محض عقلیں دریافت نہ کرسکیں مثلاً غیب کی باتیں جو انبیاء علیہ السلام نے عالم برزخ اور قیامت اور عذاب کے متعلق مفصل بیان فرمائی ہیں باقی ہر حال میں انبیاء کرام کی خبریں اور ازروئے عقل وسلیم محال نہیں ہوتی ہیں اور اگر وہ ظاہراً محال ہو اور سند صحیح سے نسبت بھی اس ثابت ہو تو اس موقع پر دوسرے قواعد شرعیہ کے موافق تاویل واجب ہوگی پس قبر کے واقعات دوسری قسم کی خبر ہے جو عقلاً محال تو نہیں مگر وہاں تک عقل کی خود رسائی ہیں وہ وحی الٰہی کی محتاج ہے باقی جو شخص اس کو محال سمجھتا ہے وہ محض اس شخص کا ایک خیال اور وہم ہے جس کو صاحبِ خیال اپنے فہم غلط میں معقول صریح جانتا ہے۔

دوسرا امر یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی مراد کو بدون افراط وتفریط کے سمجھایا جاوے آپ کے کلام سے وہ مراد نہ سمجھی جاوے جس کا آپنے ارادہ نہ کیا ہو جو شخص آپ کی مراد ومطالب سے اور طرف پھیر گیا اور اس کے واقعی معنی سمجھنے میں غفلت اور

کوتاہی کی تو سیدھے راستے بھٹک جاوے گا اور خدا اور رسول ﷺ کے کلام میں لوگوں کی غلط فہمیاں واقع ہونے سے اسلام میں بہت سے گمراہ اور بدعتی فرقے پیدا ہو گئے ہیں مثلاً قدریہ خارجہ معتزلہ، جہمیۃ، رافضیہ، وغیرہ یہاں تک کہ دین اسلام کو اکثر لوگوں نے ترک کر دیا ہے اس کی جانب بہت کم ہیں جو التفات کرتے ہیں۔

تیسرا امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین مقام انسان کے لیے ٹھہرائے ہیں دنیا، برزخ، ودارقرار، اور ہر ایک مقام کے لیے علیحدہ علیحدہ کچھ احکام ٹھہرائے ہیں جو اسی سے مخصوص ہیں اور انسان کو بدن اور نفس سے مرکب کیا اور دنیا کے احکام بدنوں پر ٹھہرائے اور روحوں کو بدنوں کے تابع کیا اس لیے شرعی احکام ان حرکات سے مرتب کئے جو زبان اور بدنوں سے ظاہر ہوتے ہیں اگرچہ دل میں کچھ اور باتیں چھپی ہوں، ر خدا تعالیٰ نے برزخ کے احکام روحوں پر ٹھہرائے اور جسموں کو روح کے تابع کیا۔ پس جیسا کہ روح دنیا کے احکام میں بدنوں کے دردناک ہونے سے دردناک ہوتی اور بدن کے لذت پانے سے لذت پاتی ہے قبر یعنی عالم برزخ میں جسم دکھوں اور سکھوں میں روح کے تابع ہو جاتا ہے اور روح دکھ وسکھ کو برداشت کرتی ہے تو بدن بھی اسی دکھ وسکھ کے تابع ہو جاتا ہے اس جگہ بدن ظاہر ہے اور روح پوشیدہ اور برزخ کے احکام ارواح پر جاری ہوں گے یعنی دکھ وسکھ روح کو جب پہنچے گا تو وہ صاحب روح کے جسم میں بھی سرایت کرے گا جیسا کہ دنیا میں جسم کو کچھ راحت یا دکھ پہنچے تو اس کا اس کی روح پر بھی سرایت کر جاتا ہے۔ تو ان واقعات کا ظاہری جسم پر ظاہر ہونا ضروری نہیں وہ سب احکام روحانی ہیں جن کو روح مدرک کرتی ہے اور وہ سب واقعات بھی اس عالم کے ہیں پس ان کا محسوس ہونا بھی ضروری نہیں بلکہ عادتاً ممکن بھی نہیں خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت ولطف واحسان سے اس امر کا نمونہ دنیا میں بھی سونے والے کے حال سے ظاہر وباہر فرمایا ہے کیوں کہ خواب میں جو دکھ اور سکھ سونے والے کو پہنچتا ہے وہ اس کی روح پر جاری ہوتا ہے اور اس میں بدن اس کے تابع

ہوتا ہے ایسا بھی عالم برزخ میں بھی جسم اور روح کے لیے دکھ اور سکھ کے طریقے جاری ہیں بلکہ اس خواب سے بھی بڑھ کر ہوگا کیوں کہ اس عالم برزخ میں روح کا ظاہر ہونا بہت کامل ہے اور روح کا تعلق بدن سے ہے گویا عام حالات میں ظاہر نہیں لیکن ایک غیر معصوم وجہ پر یہ بھی رہتا ہے بدن سے اس کا بالکل انقطاع وجدائی نہیں ہوتی۔ اب رہا تیسرا مقام یعنی آخرت سو جب حشر آباد ہوگا اور لوگ قبروں سے اٹھیں گے تو اس دن سکھ اور دکھ کا حکم روح اور جسم دونوں پر غالب اور ظاہر و باہر ہوگا مذکورہ بالا مضامین سے آپ حضرات کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے عذاب قبر اور اس سکھ اور دکھ ثواب وعذاب اور تنگی اور کشادگی یا دوزخ کے گڑھا ہونے یا بہشت کے باغ ہونے کی خبر دی ہے وہ مطابق عقل کے ہے مناقض نہیں اور اس میں کچھ شک وشبہ نہیں کہ اگر کسی پر یہ بات سمجھنی مشکل ہو تو یہ اس کی غلط فہمی ہے۔

اشکال وجوابات

(بحوالہ: مناظرۂ تحصیل،ص:۱۳۲)

ثم استویٰ علی العرش

پارہ ع ۱۱ سورۂ یونس: آیت:۲

سوال: سامعین کرام! ابھی میں نے قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ کاٹکڑے کی تلاوت کی جس کامفہوم یہ ہوتا ہے کہ حق جل مجدہ عرش پہ مقیم ہے اور آپ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ قائم وہ شخص ہوسکتا ہے جوذوجسم ہواورذی روح ہو۔نتیجتاً محدود ہونا لازم آتا ہےاور جوجسم مادہ سے مرکب ہوتا ہےتو وہ مادہ محدث وتجدد کامتقاضی ہے اور یہی دونوں تعدد الٰہ کومستلزم ہے۔

جواب: پنڈت جی آپ نے استویٰ کوتو سمجھا ہی نہیں استویٰ ۔سے وہ مرادقطعاًنہیں جو آپ نے سمجھا ہے استویٰ کے معنی متمکن ہونانہیں جیسا کہ آپ نے ترجمہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پرمقیم ہےحق جل مجدہ کا یہ فرمان کہ ثم استویٰ علی العرش کامفہوم حقیقی یہی ہے کہ حق تعالیٰ عرش پرمحیط ہےاب یہ احاطت غلبیت پردال ہےاب یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ عرش پرمقیم نہیں بلکہ حاوی علی العرش ہے ذات الٰہی کاعرش پر حاوی ہونا عدم جسم ومحدود لازم آتا ہےاور جب آپ کی ذات جسم وجہات سے اور تحدید سے بالاتر ہوگئی تو تحدث وتجدد اس پرلازم نہیں آتا چنانچہ اس صحت معنی کے ساتھ آپ کے سوال کی دیوار منہدم ہوجاتی ہے۔

☆☆☆

اشکال و جوابات

ان اللہ علی کل شیٔ قدیر

سوال: اس آیت کے اندر فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز کے اندر زنا، اسی طرح بچہ کا پیدا کرنا لازم آتا ہے تو اس آیت کی روشنی میں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ زنا کرنے پر قادر ہیں اسی طرح بچہ پیدا کرنے پر قادر ہیں نعوذ باللہ الفاً الفاً الی یوم القیامۃ جب بچہ پیدا کرنے پر قادر ہیں تو ان کے مولود کا متفرق ہونا لازم آتا ہے جب ان کے مولود متفرق ہوں گے تو وہ بھی قادر مطلق ہوں گے جب وہ بھی قادر مطلق ہوں گے تو کئی کئی معبود کا ہونا لازم آتا ہے تو لہٰذا متعدد معبود کا ہونا ثابت ہو گیا۔

جواب: اے نادانوں تم نے آیت کریمہ کا مفہوم سمجھا ہی نہیں کیوں کہ اس بات کا میں بھی قائل ہوں کہ حق جل مجدہ ہر چیز پر قادر ہیں لیکن خداوند قدوس کے جانب زنا کا سپرد کرنا سراسر یہ غلط ہے اس کی مثال یوں لیجئے تا کہ آیت کا مفہوم کالشمس علی نصف النہار ہو جائے جیسے ایک آدمی ہے ان کے پاس لڑکیاں ہیں اور بہو بھتیجی بھی ہیں اب یہ شخص اپنی لڑکیاں اور بہو بھتیجی سے زنا کرنے پر قدرت رکھتا ہے لیکن پھر بھی زنا نہیں کرتا کیوں کہ یہ عمل نہایت حقیر اور قابل ملامت عمل ہے اب بھلا بتائیے کہ اس حقیر عمل کو کرنے سے بندہ شرماتا ہے تو خداوند قدوس سے کیسے صدرور ہو سکتا ہے۔ جب خدا سے مذکورہ عمل کا صدرور نہیں ہو سکتا ہے تو ان کے حادث ہونے کا عقیدہ رکھنا سراسر غلط ہے اب رہی بات کہ بچہ پیدا کرنے پر قادر ہیں تو اگر آپ ان کے لیے بچہ کا پیدا کرنا تسلیم کریں گے تو واجب المتعدد دہ لازم آتا ہے جو کہ محال اور باطل ہے۔

اشکال وجوابات

حروف مقطعات

سوال: الٓمٓ، یٰسٓ، طٰهٰ، وغیرہ ذالک یہ ایسے حروف ہیں جن کے معنی ومفاہم کو کوئی بھی شخص نہیں جانتا ہے اور کسی کام کا نہ جاننا اور پھر بھی اس کام کا کرنا لغو اور بے کار ہے لہٰذا مفسرین کرام کا قول کہ الم، یسن، طہ وغیرہ قرآن کا جز ہے اور اس کی تلاوت کرنی چاہیے سراسر بندوں کو لغو باتوں میں مشغول کرنا ہے لہٰذا قرآن کے چند جز کا لغو ہونا پورے قرآن کا لغو ہونا لازم آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ پورا قرآن لغو ہے۔ (نعوذ باللہ)

جواب: کلام لغو اس وقت ہوتا ہے جب خود متکلم اپنے کلام کے مرادات سے ناواقف ہو اور یہ کلام کلام الٰہی ہے جس کا متکلم خود اللہ کی ذات ہے خود آپ معترف ہیں کہ اس کے مرادات کو اللہ جانتا ہے جو خود ابطال لغو ہے رہی بات بندے کی تو بندے بغیر سمجھے اس کی تلاوت کرتا ہے تو بندے کے اس فعل کو عبث قرار دیا جا۔ اس میں اللہ نے اپنے بندوں کا امتحان لیا ہے کہ آیا میرے بندے صرف میری باتوں پر ایمان رکھتا ہے جو اس کے عقل میں آتی ہے اور جو ان کی سمجھ سے بالاتر ہو اس پر ایمان رکھتا ہے یا نہیں الغرض اس میں ایمان بالغیب کی دعوت ہے اور آمنا باللہ وبما انزل الینا کی ترغیب ہے۔

اشکال وجوابات

کلمۂ طیبہ

سوال: لاالٰہ الا اللہ محمدالرسول اللہ۔ اہل ایمان کادارومدار مذکورہ کلمۂ طیبہ کے اوپر ہے اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ کوئی معبودنہیں مگراللہ، اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں محترم غور کیجئے کہ اس کلمہ کے اندرخود شرک کی بوموجود ہے کیوں کہ اللہ کے ساتھ ساتھ محمد ﷺ کا بھی ذکر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد ﷺ تو اللہ کے ہم مثل نہیں ہیں البتہ ان کے معاون ومددگار ہیں۔

جواب: اس کلمہ میں جس کے دوجز ہیں جزاوّل لا الٰہ الا اللہ اور جز ثانی محمدالرسول اللہ جزاول میں اثبات توحید ہے اور جز ثانی میں اثبات رسالت ونبوت ہے اس میں ایمان کا تکملہ ہے نہ کہ اشتراک۔

اشکال وجوابات

لاتبدیل لخلق الله (الآیة)

سوال: اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ خداوند قدوس کی خلقیت کے اندر کوئی تبدیلی نہیں ہے لیکن یہ لوگ زمانہ ازل سے لیکر اب تک یہ عمل کرتے آرہے ہیں کہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو ۲ریا ۴رسال کے بعد ختنہ کردیتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ خدا کی خلقیت کے اندر شک کرتے ہیں گویا کہ تم تغیر خلق اللہ کے عامل ہو تو خود خدا کیمنکر ہوں۔

جواب: ختنہ سے تغیر خلق اللہ لازم نہیں آتا اس لیے کہ حق جل شانہ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسی ۸۰سال کی عمر میں ختنہ کا حکم فرمایا چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس حکم کی تعمیل فرمائی کہ یہ عمل حق تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے نہ کہ خالق کی خلقت پر کسی طرح کا تغیر وتبدل اور نہ ہی شک وشبہ ہے۔

دوسرا جواب یوں دیا جاسکتا ہے کہ ختنہ کے اندر ناپاک شئ کو خارج کرتے ہیں یعنی جس طرح ناخن اور زیر ناف کے بال، اور بغل کے بال، کو کاٹتے ہیں تاکہ انسان گندگی سے مبرہ ومنزہ رہے بعینہٖ یہی حال بچہ کا ہے۔

اشکال وجوابات

لوانزلنا هذا القرآن علی جبل لرایته خاشعاً

(پارہ:۲۸: سورۂ حشر)

اللہ آبرو رکھنا بڑا نازک زمانہ ہے ہم دلوں میں عقیدہ رکھتے ہیں بظاہر توحیدانہ ہے

سوال: مذکورہ آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ قرآن کو اگر پہاڑ کے اوپر نازل کیا جاتا جو دنیا کی سب سے زیادہ طاقت ور مخلوق ہے تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتا اب بھلا بتائیے کہ کیا بشر یعنی محمد ﷺ اس عظیم کتاب کے اوزان وثقالت کو برداشت کرسکتے ہیں اگر تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیا جائے کہ ہاں محمد ﷺ اس کتاب کی ثقالت کو برداشت کرسکتے ہیں تو محمد ﷺ کے بشریت کا انکار لازم آتا ہے حالاں کہ قرآن نے اعلان کردیا انما انا بشر مثلکم بہرحال جب محمد ﷺ اس کتاب کو برداشت نہیں کرسکتے ہیں تو گویا یہ کتاب اصل کتاب نہیں ہے بلکہ گھڑی ہوئی کتاب ہے لہٰذا اس کتاب کے اندر جتنے بھی احکامات ہیں تمام کے تمام گھڑے ہوئے ہیں۔

جواب: قال رسول اللہ ﷺ هل من خلقك اشد من الجبال قال اللہ تعالیٰ نعم! وهو الحديد فقال الملائكه هل من خلقك اشده من لحديد قال اللہ عزوجل معم! وهو النار ثم قالت الملائكة هل من خلقك الامة من انه قال عزوجل نعم! وهو الماء فتحيرته الملائكة وسألت هل من خلقك من الماء قال عزوجل نعم! وهو الهواء فتحيرت الملائكة اشدت تحير وقالت هل من خلقك من الهواء قال عزوجل نعم! وهو الانسان۔

خلاصہ یہ کہ رب کریم نے سب سے بڑی عقلمندی وطاقتور توم انسان کو پیدا کیا۔

☆☆☆

اشکال وجوابات

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ الخ

(الآیۃ) پارہ:۲۸،سورۂ تحریم

سوال: آپ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ نماز عصر کے بعد تمام ازواج کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کی مزاج پرسی فرماتے۔ لیکن حضرت زینبؓ کے پاس کچھ زیادہ وقت لگاتے جس سے دوسرے ازواج کو حسد ہوتا کہ ہمارے پاس صرف ۵رمنٹ وقت دیتے اور حضرت زینبؓ کے یہاں ۱۰رمنٹ وقت دیتے ہیں آخر ایسا کیوں چنانچہ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کوئی ایسی تدبیر کی جائے تاکہ آپ ﷺ آئندہ ازواج کے درمیان برابر کا معاملہ کریں چنانچہ حفصہ اور دوسرے ازواج نے یہ طے کیا کہ جب آقائے رحمت ﷺ ہمارے سامنے تشریف لائیں گے تو ہم سب اب یہ کہیں کہ آپ ﷺ کے منھ سے مغافیر کی بو آرہی ہے اس پروگرام کے تحت سب نے یہی بات کہی اس پر آپ نے شہد نہ کھانے کی قسم کھائی۔ تو کیا کوئی برحق نبی ﷺ اپنی بیوی کی بات پر حلال کو حرام کرسکتا ہے ہرگز نہیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ یا تو مذکورہ آیت صحیح نہیں یا محمد ﷺ برحق نبی نہیں۔ (نعوذ باللہ)

جواب: پنڈت جی! آپ ﷺ نے ازواج کی خوشنودی کے لیے قسم کھائی تھی چنانچہ اللہ نے وحی کی پھر آپ ﷺ نے قسم کو توڑ کر شہد کو اپنے اوپر حلال کرلیا چنانچہ مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

☆☆☆

اشکال وجوابات

اذقال ربک للملئکة الخ

سوال:اذقال ربُّك لِلْمَلٰٓئِكَةِ انى جَاعلٌ فى الارضِ خَلِيفَةً. قَالَ لمْ التجعل فيهِمَا من يفسد فيهَا يسفِكُ الدِّمَاء .اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے مشورہ کیا ہے اور مشورہ اسی سے لیا جاتا ہے جو معاون ومددگار ہولہٰذا اللہ تعالیٰ کامحتاج ہونالازم آتا ہے (نعوذ باللہ) اور جوخودمحتاج ہو بھلا آپ بتائیں وہ کیسے رب ہوسکتا ہے (نعوذ باللہ) چنانچہ فرشتوں سے مشورہ لیا تو فرشتوں ںنے جواب میں کہا کیا آپ ایسی مخلوقات کو پیدا کریں گے جوخوں ریزی کریگی۔

جواب: پنڈت جی؟ حق جل مجدہ کا مشورہ لینا مقصود نہیں بلکہ اظہار خیال مقصود تھا کہ فرشتوں کا خیال کیا ہے۔لہٰذا آپ کا اعتراض صحیح نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت حق جل مجدہٗ عالم الغیب ہیں کیوں کہ وہ فرشتوں کے دلوں کی بات کوجانتے تھے کہ انہوں نے اپنے آپ کو اہم مخلوق شمار کیا جس کی وجہ سے اس کے اندر بڑائی آگئی تو اللہ نے ان کی بڑائی کو مردود کرنے کے لیے انسان کو پیدا کیا اور امتحاناً ان سے خداوند قدوس نے دریافت کیا۔نہ کہ مشوراً۔

اشکال و جوابات

انی جاعلٌ فی الارض خلیفه

(پارہ،۱،سورۃ:بقرہ)

سوال:انی جاعل فی الارض خلیفة. جاعل کے معنی آتے ہیں نائب بنانے کے مطلب ہوگا کہ زمین میں اپنا نائب منتخب کرتے ہیں تا کہ میرے بعد وہ عالم کو چلائے(نعوذباللہ) اب خلیفہ سے مراد ہمارے کرشن، بھگوان، ہونا ثابت ہوگیا۔

جواب:آپ نے نائب کا مفہوم سمجھا ہی نہیں کیوں کہ نائب کا مفہوم یہ ہے کہ حق جل مجدہ بادشاہوں کے بادشاہ ہیں اب جب خدا تعالیٰ کوئی حکم اپنے بندوں پر نافذ کرے گا تو کسی وزیر کا ہونا ضروری ہے لہٰذا اسی وزیر کا کام انجام دینے کے لیے انسان ہی میں سے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا کیوں کہ یہ حق تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے کہ براہ راست اپنا حکم بندوں پر نافذ کرے۔چنانچہ خود آپ دنیا کے اندر تجربہ کرلیں کہ جس کی حکومت رہتی ہے تو وہ کئی کئی وزراء رکھتا ہے کہ کچھ امور کا انجام دیں تو جب دنیا کا بادشاہ وزیر رکھتا ہے تو کیا بعید ہے کہ حق جل مجدہٗ اپنے احکام نافذ کرنے کے لیے انبیاء کرام کو مبعوث کیا اور انبیاء کرام انسان ہی میں سے ہوا کرتے ہیں نہ کہ مٹی، اور پتھروں، میں سے اور مذکورہ آیت کے اندر خلیفہ سے مراد انسان ہے نہ کہ مٹی اور پتھر اور آپ بھگوان مٹی، پتھر میں سے ہوتے ہیں نہ کہ انسان میں سے۔

☆☆☆

اشکال و جوابات

سیدنا حضرت آدم علیہ السلام پر

سوال: اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر چیز پر جب قادر ہے تو شیطان کو اتنی جرأت کیسے ہوگئی کہ اللہ کے حبیب حضرت آدم علیہ السلام اور حوا کو بہکایا، بہکانے کے لیے آدم علیہ السلام کے پاس کیوں گیا لہٰذا شیطان کا حضرت حواؑ کو بہکانا اس بات پہ دال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر نہیں ہیں (نعوذ باللہ) گویا کہ شیطان خود لاشریک رب ہے۔ (نعوذ باللہ)

جواب: ارے بھائی پنڈت۔ جیسے تمہارا معبود شیطان ہے اسی طرح تم سمجھتے ہو کہ دوسروں کا بھی معبود شیطان ہے ایسا عقیدہ ہرگز نہیں بہر حال تمہارا جواب یہ ہے کہ جب شیطان مردود ہوگیا تو شیطان نے اللہ سے مہلت مانگی کہ میں آپ کے بندوں کو بہکاؤں گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ میرا خاص بندہ تا قیامت تمہارے پھندے میں نہیں آئے گا۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا آدمؑ کو جنت میں رکھا تو باری تعالیٰ نے ایک درخت کو مستثنیٰ کیا اور باقی تمام باغات سے میوے کھانے کی اجازت دیدی۔ لیکن جس درخت کو مستثنیٰ کیا گیا تھا اس درخت کے پھل کو کھانے پر شیطان نے آمادہ کیا لہٰذ حضرت حوا نے ممنوع پھل کو چکھ لیا گویا کہ آپؑ سے ایک چوک ہوگئی۔ اس بناء پر آپ کو جنت سے نکالا گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ انبیاء کرامؑ سے غلطی کبھی بھی نہیں ہوئی ہے بلکہ انبیاء کرامؑ معصوم عن الخطا ہیں لیکن کچھ فرقہ باطلہ کہتے ہیں کہ غیر معصوم عن الخطاء ہیں۔

☆☆☆

اشکال و جوابات

عیقدۂ فرقۂ فلاسفہ پر

سوال: انہی لوگوں کا ایک فرقہ ہے فرقۂ فلاسفہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ عالم کو عقول عشرہ چلا رہی ہے اور خدا آرام فرما ہیں۔ اب بھلا بتائیے کہ جو عالم کو چلائے وہ معبود ہوں گے یا جو آرام کرر ہے ہیں وہ معبود ہیں بہر حال فرقہ فلاسفہ کے عقیدے سے بھی یہ بات ثابت ہوگئی کہ عالم کو چلانے والے متعدد معبود ہیں۔

جواب: پہلا جواب تو یہ ہے کہ فلاسفہ کا عقیدہ باطل ہے جب اس کا عقیدہ باطل ہو گیا تو ان سے بحث ہی نہیں کرنی ہے۔ دوسرا جواب تو یہ ہے کہ اگر تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیا جائے کہ عقیدہ صحیح ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ عقل اوّل کو کس نے پیدا کیا؟ تو جواب یہی دیں گے کہ اللہ نے پیدا کیا اور یہ بات برحق بھی ہے لہٰذا اسی عقل نے عالم کو چلایا تو عالم کو عقول کا چلانا گویا کہ اللہ کا چلانا ہے۔ لہٰذا مذکورہ سوال صرف صغریٰ کو لے کر ہے اور کبریٰ کو ترک کر دیا لیکن ہم اہل ایمان نے صغریٰ اور کبریٰ دونوں کو اخذ کیا اور تو نتیجہ یہی نکلے گا کہ اللہ ہی دنیا کو چلانے والے ہیں۔ یعنی پنڈت جی نے قاعدہ کے خلاف سوال کیا اور اگر قاعدہ کو سمجھ لیں تو وہ بھی وحدانیت کے قائل ہو جائیں گے۔

اشکال وجوابات

فی ام الکتاب پر

سوال: فی اُم الکتب ای اصل الکتاب لدینا: اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ دنیا کے اندر جو قرآن کا نزول ہوا ہے یہ اصل قرآن نہیں بلکہ فرع ہے لہٰذا اس پر یہ ایمان لانا کوئی ضروری نہیں ہے۔

جواب: جناب آپ نے جو مفہوم تصور کیا ہے وہ مفہوم نہیں ہے بلکہ خداوند قدوس نے اولاً پورا کا پورا کلام لوح محفوظ پر آتارا پھر نجماً نجماً حسب ضرورت آپؐ پر نازل کیا گیا گویا کہ اللہ تعای بندوں سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تم میں سے کوئی بھی شخص قرآن کے اندر تخفیف وترمیم نہیں کرسکتا ہے کیوں کہ اصل .... میرے پاس موجود ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے شک وشبہ کو دور کرنے کے لیے مذکورہ قول ارشاد فرمایا کیوں کہ انسان یہ شک کرسکتا تھا کہ جبرئیل علیہ السلام جو کلام الٰہی لارہے ہیں ہوسکتا ہے کہ دوران سفر گڑھ لیتے ہوں اسی شبہ کو دور کرنے کے لیے ارشاد فرمایا فی ام الکتاب ای اصل الکتاب لدینا۔

☆☆☆
☆☆
☆

اشکال وجوابات
عــــذاب قبــــر پــــر

ٹیلی ویژن

سوال: جب مردہ کودفن کر کے لوگ واپس لوٹتے ہیں تو (قرآن وحدیث کے مطابق) گنہگار مردہ کوعذاب دیا جاتا ہے سو یہ سراسر ایک امر موہوم چیز ہے کیوں کہ قبر ایک چھوٹا سا طاقچہ ہے جس کے اندر زیادہ جگہ کی فراوانی نہیں ہے اب بھلا بتایئے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مردہ کے علاوہ دو فرشتے ہتھوڑا لے کر آئیں گے اور وہ اتنا بڑا ہتھوڑا ہوگا کہ ایک مرتبہ مارنے سے مردہ ستر گز زمین کے اندر دھنس جائے گا بہر حال یہ ایک امر موہوم چیز ہے۔

جواب: اس اشکال کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ پورے عالم کے خالق و مالک حق جل مجدہ ہیں تو ان کے نزدیک کیا یہ بعید بات ہے کہ مردہ کو قبر میں رکھنے کے بعد قبر وسیع ہوجائے یقیناً باذن الٰہی قبر وسیع ہوجاتی ہے۔ دوسرا جواب آج کل کے ٹیلی ویژن نے دے دیا کہ ایک ٹیلی ویژن پر آپ پورے عالم کی خبریں اور تصویریں دیکھتے ہیں تو یہ کون سی محال بات ہے کہ ایک قبر میں ۲/۴ آدمی کی جگہ نہ ہو۔ بہر حال یہ بات متحقق ہوگئی کہ عذاب الٰہی برحق ہے۔

☆☆☆

اشکال وجوابات

حضرت یونس علیہ السلام پر

سوال: قرآن کے اندر یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں گئے اور پھر زندہ واپس آئے۔ لہٰذا حضرت یونسؑ کا مچھلی کے پیٹ میں صحیح وسالم جانا اور زندہ رہنا یہ ناممکن اور محال بات ہے کہ کوئی شخص صحیح وسالم کسی جانور کے بطن میں جائے اور پھر واپس ہو جائے کیوں کہ بطن ایک ایسی جگہ جہاں نہ تو کوئی کھڑکیاں ہیں اور نہ کوئی کھانے پینے کا سامان ہے لہٰذا یہ واقع ایک امر موہوم پر محمول کیا جائے گا۔

جواب: پنڈت جی! سب سے پہلے میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ دنیا کے اندر کس چیز کے ذریعہ آئے کیا آپ یکایک زمین سے نکل آئے یا درخت سے نکلے یا آسمان سے آئے آخر آپ کا وجود سب سے پہلے کہاں اور کس جگہ ہوا آپ جواب یہی دیں گے کہ ایک ناپاک قطرے سے" تو جب آپ باپ کی ریڑھ اور ماں کے بطن میں مہینوں ٹھہر سکتے ہیں تو کیا حق جل مجدہ اپنی مخلوق مچھلی کے بطن میں اپنے حبیب حضرت یونسؑ کو نہیں ٹھہرا سکتے ہیں۔ یقیناً ٹھہرا سکتے ہیں یہی نہیں بلکہ اگر وہ چاہتے تو پورے عالم کو ایک چونٹی کی شکل میں بھی ٹھہرا سکتے تھے۔ اس کے علاوہ اور بہت سارے جوابات دیئے گئے ہیں لیکن وقت اس بات کی مہلت نہیں دے رہا ہے۔

☆☆☆

اشکال وجوابات

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر

سوال: کیا وہ نبی ہو سکتے ہیں کہ خود سے جھاڑو دے اور خود سے کپڑے صاف کرے حالاں کہ آپ ﷺ کے پاس ازواج موجود تھیں۔

جواب: پنڈت جی! آپ بہکے بہکے اعتراض کیوں کرتے ہیں۔ بہر کیف یہ عمل آپ ﷺ نے اس وجہ سے کیا تاکہ دنیا والوں کو نصیحت ہو کہ جب اللہ کا محبوب بندہ یہ عمل کر سکتا ہے تو ہم لوگوں کو کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جھاڑو اس لیے لگایا تاکہ لوگوں پر یہ اثر ہو کہ نبی ﷺ کے اندر کبر و تکبر نہیں ہے بلکہ عاجزی و انکساری ہے کیوں کہ تکبر و کبر فقط حضرت حق جل مجدہٗ کے لیے زیبا ہے نہ کہ شفیع امت ﷺ کے لیے اس بات کی طرف بھی اشارہ کرنے کے لیے نبی ﷺ نے جھاڑو لگایا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ ازواج مطہرات کو خوش کرنے کے لیے جھاڑو لگایا تاکہ لوگوں کو یہ نصیحت ہو کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو غلام بنا کر نہ رکھے بلکہ ہم سفر زندگی بنا کر رکھے۔

اشکال وجواب

شادی وبیاہ پر

سوال: ان کے مذہب کے اندر یہ بات مذکور ہے کہ چچا کی لڑکی (یعنی بہن) سے شادی جائز ہے حالاں کہ قرآن اس بات پر شاہد ہے کہ تمام کے تمام بہنیں حرام ہیں بقولہ تعالیٰ حرمت علیکم امھاتکم وبنتکم واخواتکم اس کی دوصورت نکلتی ہے یا تو آپ کہیں کے پچیری بہن سے شادی کرنا جائز اگر جواز کے قائل ہیں تو آپ کا قرآن جھوٹا ہے اگر ناجائز کے قائل ہیں تو اب تک جو بھی مسلمان اپنی پچیری بہنوں سے شادیاں کی وہ نکاح لغو ہوگا (اشرف الہدایہ جلد:۴،ص:۱۵) پر لکھا ہے کہ محرمہ ہونے کے سات اسباب ہیں ان میں سے ایک قرابتِ خاصہ بھی ہیں لہٰذا پچیری بہن کے اندر قرابت خاصہ پایا جاتا ہے جب قرابت خاصہ پایا گیا تو پچیری بہن حرام ہوگئی۔

جواب: یہ آیت جو نازل ہوئی ہے اپنی بہن کی نفی کے لیے یعنی ہر مسلمان پر صلبی بہن حرام ہے نہ کہ پچیری بہن۔ لہٰذا خواہ پچیری بہن ہو یا خلیری بہن ہو یا پھوپھیری بہن ہو آپ کے لیے درست ہے آپ ان سے نکاح کریں۔

اشکال وجواب

زید بن حارثہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر

سوال:(۱) زید بن حارثہؓ یہ محمد ﷺ کی خدمت میں رہا کرتے تھے اور محمد ﷺ ان کو اپنے لڑکے کا درجہ دیئے ہوئے تھے چنانچہ جب زید بن حارثہ کہیں تفریح کے لیے جایا کرتے تھے تو لوگ ان کو حارثہ بن محمد ﷺ سے پکارا کرتے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ زید بن حارثہ محمد ﷺ کا لڑکا تھا لیکن جب زید ابن حارثہ نے شادی کی اور ان کی بیوی نہایت جوان تھی اتفاق سے زید بن حارثہ نے طلاق دے دیا تو محمد ﷺ نے نکاح کرلیا حالاں کہ محمد ﷺ عندالناس حارثہؓ کے باپ تھے تو پھر آپ ﷺ نے نکاح کیوں کیا۔

سوال:(۲) اسی طرح ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ آج تک کسی سے بھی عشق نہیں کیا کیوں کہ عشق ان کے منافی ہے جب عشق ان کے منافی ہےتو پھر انہوں نے حضرت سیدنا عائشہؓ سے عشق کیوں کیا اس کی دو حالت نکلتی ہے کیوں کہ اگر نبی ﷺ نے عشق نہیں کیا تو پھر آپ ﷺ نے وضو کے بعد (جو کہ عصر کا وقت تھا) کیوں کر حضرت عائشہؓ کو بوسہ لیا اور اگر عشق کیا تو محمد ﷺ فقط حضرت عائشہؓ کے عاشق ہو سکتے ہیں نہ کہ خدا کے جب خدا تعالیٰ کے عاشق نہیں ہو سکتے ہیں تو رب کریم اپنے احکام ان کو کیسے سپرد کر سکتے ہیں۔

جواب:(۱) اسی اشکال کے جواب میں حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: و حلائل ابناء کم الذین من اصلابکم کہ انسان پر ان کے صلبی بیٹے کی بہو کو حرام کیا گیا ہے نہ کہ متبنّٰی بیٹے کی بہو کو لہٰذا زید بن حارثہ آپ ﷺ کے متبنّٰی بیٹے تھے پس ان کی بہو

سے نکاح جائز تھا اسی لیے آپ ﷺ نے ان سے نکاح کیا۔

جواب: (۲) یہاں عشق سے مراد غلط عشق ہے اور غلط عشق نبی ﷺ ہی نہیں بلکہ ہر ہر اہل ایمان پر حرام ہے اور نبی اکرم ﷺ نے جو حضرت عائشہؓ سے عشق کیا وہ عشق صحیح اور باذن خداوندی تھی۔ اسی طرح آپ ﷺ نے حق جل مجدہ سے بھی عشق کیا اور ہمیشہ ہمیش کرتے رہیں گے کیوں کہ یہ عشق حقیقی ہے۔

دوسرا جواب یہ دیا جائے گا کہ دراصل عشق کی دو قسمیں ہیں (۱) عشق مجازی (۲) عشق حقیقی، عشق مجازی اس عشق کو کہتے ہیں جو عام لوگوں سے عشق ہو جاتا ہے جیسے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی جملہ ازواج مطہرات سے عشق کیا کرتے تھے اور دوسری عشق حقیقی، عشق حقیقی اس عشق کو کہیں گے جو صرف ایک ہی سے عشق کی جائے جس طرح نبی اکرم ﷺ نے فقط اللہ ہی سے عشق حقیقی کیا۔ خلاصہ کلام یہ نکلا کہ آپ ﷺ نے اپنے ازواج سے عشق مجازی کیا اور رب حقیقی سے عشق حقیقی کیا۔

دوسری بات یہ ذہن نشیں کرلیں کہ نبی اکرم ﷺ کو اللہ کا عاشق کہہ سکتے ہیں لیکن اللہ کو نبی اکرم ﷺ کا عاشق نہیں کہہ سکتے ہیں ورنہ کہنے والا کفر کا مرتکب ہو جائے گا۔

اشکال وجواب

لااکراہ فی الدین

(پارہ بقرہ: آیت: ۲۵۵)

سوال: لااکراہ فی الدین الآیہ کہ دین کے اندر کوئی زور وزبردستی نہیں ہے حالاں کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے دین کے اندر زور وزبردستی ہی کیا بلکہ خون ریزی کی جارہی ہے جیسا کہ آپ لوگوں کا کہنا ہے کہ جہاد ہر عاقل بالغ مسلم پر فرض ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا مذہب اسلام صحیح نہیں کیوں کہ مذہب اسلام خون ریزی کا حکم دیتا ہے بخلاف میرے مذہب کے کہ میرے مذہب کے اندر کوئی خون ریزی نہیں ہے جب آپکے مذہب کے اندر خون ریزی اور میرے مذہب کے اندر خونریزی نہیں تو میرا مذہب صحیح ہے۔

جواب: جناب یہ کس نے کہا کہ اسلام کے اندر خونریزی۔ معاملہ ایسا نہیں بلکہ ہم جہاد اس لیے کرتے ہیں تا کہ تم لوگ حق جل مجدہ کی وحدانیت کو تسلیم کرلو۔ اگر تم ان کی وحدانیت کو تسلیم کر لیتے ہوتو ہم تم بھائی بھائی ہیں تمہارا مال ہمارا تمہاری عزت، اور ہماری عزت برابر ہے۔ کیوں کہ وہی خالق حقیقی ہے اور لااکراہ فی الدین میں تمہارا اشکال اس وقت صحیح ہوتا جب ہم موحدین سے جنگ کرتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم جہاد انہی لوگوں سے کرتے ہیں جو جہاد کے قابل ہیں یعنی صرف نوجوان سے کرتے ہیں نہ کہ بوڑھے اور عورتوں سے۔

☆☆☆

اشکال وجواب

بعوضة فما فوقها

(پارہ:ا: سورۂ بقرہ)

سوال: سامعین کرام! اہل ایمان کا کہنا ہے کہ خداوند قدوس تمام اشیا سے اعلی وافضل ہے اور تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے تو کیا کوئی بادشاہ اپنے کلام کے اندر حقیر سے حقیر چیز کا ذکر کرسکتا ہے ہرگز نہیں۔ یہی نہیں بلکہ حدیث کے اندر بھی کئی کئی روایات مذکور ہیں کہ قرآن محمد ﷺ کو تحفہ میں پیش کیا گیا تو کیا کوئی محبوب اپنے حبیب کو بیکار سے بیکار چیزوں کو تحفہ میں پیش کرسکتا ہے ہرگز نہیں اس کی مثال یوں لیجئے کہ ہمارے مہنت جی ہیں اگر وہ کسی کو تحفہ پیش کریں گے تو کیا مچھر کیڑے مکوڑے کو پیش کریں گے جب بندہ مچھر کیڑے مکوڑے کو تحفہ میں پیش نہیں کرسکتا ہے تو یہ گویا محال اور باطل ہے لہٰذا قرآن کا لغو ہونا لازم آیا۔

جواب: یہ دیا گیا ہے کہ جب کسی حقیر وذلیل چیزوں کی مثال دینی ہو تو کسی ایسی ہی حقیر چیز سے مثال دینا مقتضائے عقل وبلاغت ہے اس غرض کے لیے کسی حقیر گھناؤنی چیز کا ذکر کرنا شرم وحیا کے قطعاً منافی نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایسی چیزوں کے ذکر سے نہیں شرماتے اور یہ بھی بتلا دیا کہ ایسے احمقانہ شبہات صرف ان لوگوں کو پیدا ہوا کرتے ہیں جنکے قلوب اور دماغوں سے انکے کفر کی وجہ سے سمجھنے بوجھنے کی صلاحیت مفقود ہوگئی ہو ایمان والوں کو کبھی ایسے شبہات دامن گیر نہیں ہوتے (معارف القرآن) اور حق جل مجدہ نے یقیناً قرآن تحفہ میں پیش کیا لیکن اسی مذکورہ مثال کو تحفہ میں دیکر اپنے حبیب ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا کہ آپ مخلوقات کو یہ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ ایسی مثالوں سے شرماتا نہیں۔

دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ مچھر جب موٹا ہوتا ہے تو فوراً مرجاتا ہے اسیطرح جب کفار ومشرکین ومنافقین کو جب فراوانی ہوتی ہے تو متصلاً اسلام کے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔

☆☆☆

اشکال وجواب

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر

سوال: میں اہل ایمان سے توجہ طلب کروں گا کہ آپ کے مذہب کا دارومدار موہوم چیزوں پر ہے کیوں کہ کون شخص ایسا ہوسکتا ہے کہ جوراتوں رات ساتوں آسمانوں کا سفر کرکے آجائے اتنے ہی پر بس نہیں بلکہ دورانِ سفر انبیاء کرام کی امامت بھی کرے اور موسیٰ علیہ السلام سے تین تین بار گفتگو کرکے خدا کے پاس گئے تو بھلا بتایئے کہ کون شخص ایسا ہوسکتا ہے جوفقط ایک رات کے کم حصے میں اتنا عظیم سفر طے کرلے حالاں کہ ابھی بھی دورِ ترقی کے باوجود کوئی انسان آسمان پر نہ جاسکا۔ بہرحال ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ آپ کے مذہب کی بنیاد فقط موہوم چیزوں پر ہے۔

جواب: جب اللہ تعالیٰ کن فیکون کے ذریعے سکنڈوں میں عالم قائم کرسکتا ہے تو کیا بعید ہے کہ حق جل مجدہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کوراتوں رات آسمان وزمین وعرش معلیٰ کی سیر کرائے دوسرا جواب آج کل کے دورِ ترقی نے دے دیا کہ جب ہم سعودیہ میں بیٹھ کر ہندوستان والوں کو دیکھ سکتے ہیں اسی طرح بات چیت کرسکتے ہیں تو کیا بعید ہے کہ حق جل مجدہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کوراتوں رات بلاکر اعزاز واکرام سے نوازے اسی طریقے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ براق تشریف لے گئے تھے براق اس کا مادہ ہے برقؔ جس کے معنی آتے ہیں بجلی تو جب آج کل کی بجلی ایک منٹ میں کروڑہا کروڑ میل کا سفر طے کرسکتی ہے تو کیا یہ محال بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کوراتوں رات سفر کراسکتے ہیں معلوم ہوا کہ ہمارا دین امر موہوم نہیں ہے بلکہ آپ کا فہم امر موہوم شی پر مبنی ہے۔

☆☆☆

اشکال وجواب

حضرت عائشہؓ کا ہار گم ہونے پر

سوال: نبی کریم ﷺ نے اپنی اہلیہ کے ہار کی گمشدگی کی بنا پر پوری قوم کو تکلیفیں دی حالانکہ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ایذائے مسلم حرام ہے جب ایذائے مسلم حرام ہے تو نبی ﷺ کیونکر صحابہ کرام کو تکلیف دی اگر تکلیف دی ہی تو ایذائے مسلم کو حرام کیوں کہا گیا۔

جواب: یہ کس نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ تمام صحابہ کرامؓ کو پریشان کیا بلکہ خود بخود صحابہ کرامؓ بیتاب وپریشان ہو گئے کیوں کہ حضرت عائشہؓ امہات المومنین میں سے تھیں تو کیا اگر کسی کی ماں کسی جگہ کھو جائے تو لڑکے تلاش نہیں کرسکتے ہیں ضرور بالضرور تلاش کرسکتے ہیں تو یہاں پر صحابہ کرامؓ نے ماں ہونے کی نسبت سے تلاش کیا تھا نہ کہ آپ ﷺ کی جانب سے پریشان کرنا مقصود تھا۔

سوال: اسی طرح اہل ایمان کا یہ عقیدہ ہے کہ کسی اجنبی عورت کے ساتھ کسی غیر محرم مرد کا سفر کرنا ناجائز ہے حالاں کہ صفوان بن معطلؓ نے حضرت عائشہؓ کے ہمراہ سفر کیا اس سے معلوم ہوا کہ صفوان بن معطلؓ نے غلطی کا ارتکاب کیا اگر غلطی نہیں کیا تو یہ عقیدہ تم لوگوں کو رکھنا چاہیے کہ اپنی عورت کا کسی غیر محرم مرد کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے اگر جائز ہے تو تم لوگ ناجائز کہاں سے کہتے ہو۔

جواب: حضرت صفوان بن معطلؓ نے مستقل طور پر سفر نہیں کیا بلکہ ام المومنین سیدہ حضرت عائشہؓ اپنی جماعت سے پیچھے رہ گئی تھیں اور جماعت آگے نکل گئی تھی تو آپؓ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئیں چنانچہ حضرت صفوان بن معطلؓ کی نظر آپؓ پر پڑی تو حضرت صفوان بن معطلؓ نے ام المومنینؓ کو اونٹ پر بٹھایا اور خود پا کے بل چلنے لگے لہٰذا اس کو سفر کرنا نہیں کہیں گے بلکہ مجبوری کے تحت پردے کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچانا کہیں گے۔

☆☆☆

اشکال وجواب

حرمت شراب پر

سوال: انما الخمر الخ الآیۃ ۔ پارہ:۲، بقرہ۔ ان کی شریعت کا عجیب ماجرا ہے کہ جنت کے اندر شراب جائز ہے لیکن دنیا کے اندر شراب حرام ہے ایسا کیوں اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ شراب حرام ہے تو پھر جنت کے اندر جائز کیوں اگر آپ کہتے ہیں کہ شراب جائز ہے تو پھر حرام کیوں؟

جواب: ارے جناب؟ دنیا اور جنت کی شراب کے اندر زمین وآسمان کا فرق ہے کیوں کہ دنیا کی شراب کے اندر نشہ ہے جس کی وجہ سے عقل وفہم مفقود ہو جاتی ہے اور انسان غلط کاری میں مصروف ہو جاتا ہے اور اس کے برعکس جنت کی شراب ہے کہ جس کے اندر نہایت ہی لذت اور سیرابی ہوگی۔ اور بغیر نشہ کے ہوگی۔ لہٰذا اسی فرق کی وجہ سے دنیا کی شراب کو حرام کہا اور جنت کی شراب کو حلال کہا۔

سوال: ان کا یہ کہنا ہے کہ ہمارے مذہب کے اندر کوئی افراط وتفریط نہیں اور کسی بھی جاندار چیز کو تکلیف دینا جائز نہیں اور جو بھی شخص دنیا کے اندر کسی جاندار کو تکلیف دیتا ہے تو اسکا حشر قیامت کے دن برا ہوگا۔ تو پھر قربانی کے ذریعہ کسی جاندار چیز کو ہلاکت میں ڈالنا کیسا ہے؟

جواب: جو اشکال تم ہم پر کرتے ہو وہی اشکال تم پر عائد ہوتا ہے تم بھی اپنے معبود کے یہاں جانوروں کو بلی دیتے ہو، لہٰذا تم نے جو کام کیا وہی ہم نے کیا البتہ تمہارے کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے کوئی حجت نافذ نہیں کی اور ہمارا عمل اس خالق کے حکم کی اطاعت ہے۔

☆☆☆

اشکال وجواب
شیطان کے بھکانے پر

سوال: شیطان کا وجود فرضی ہے کیوں کہ کسی انسان کو شیطان گمراہ نہیں کرتا ہے بلکہ انسان خود بخود گمراہ ہوتا ہے اگر تھوری دیر کے لیے مان بھی لیا جائے کہ ہاں شیطان ہی انسان کو گمراہ کرتا ہے تو پھر شیطان کو کس نے گمراہ کیا اگر اللہ تعالیٰ ہی نے شیطان کو گمراہ کیا تو شیطان نے بندے کو گمراہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے بندہ کو گمراہ کیا۔ اگر شیطان کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ نہیں کیا تو معلوم ہوتا ہے کہ شیطان بھی قادر مطلق ہے۔

جواب: یہ بات تو متحقق ہے کہ شیطان نے حکم عدولی کی جس کی وجہ سے اس کو راندۂ درگاہ کیا گیا چنانچہ جب اس معلون کو راندۂ درگاہ کیا جارہا تھا تو اس نے کہا کہ جس کی وجہ سے ہم کو مردود کیا جارہا ہے میں اس کو دنیا میں گمراہ کروں گا تو حق مجل مجدہ نے فرمایا کہ میرا اصل بندہ تمہارے جال میں کسی بھی صورت میں پھنس نہیں سکتا وہی تمہارے جال میں پھنسے گا جو تمہاری صف کا ہوگا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ باری تعالیٰ بندہ کا امتحان بھی لینا چاہتا ہے کہ کون بندہ صراط مستقیم پر قائم ودائم ہے۔

اشکال و جواب

آتوالزکاۃ الایہ پر

سوال: آتوالزکاۃ ۔ اس آیت کے اندر یہ حکم کیا جاتا ہے کہ زکوٰۃ ادا کرو گویا کہ کسی مالدار آدمی کو مشقت میں ڈالنا ہے اور غرباء کو مفت خوری کا عادی بنانا ہے اور یہ سراسر عقل کے خلاف ہے پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ مذہب اسلام عقل کے خلاف ہے۔

جواب: ایتاء الزکوٰۃ خلاف عقل نہیں بلکہ مطابق عقل ہے اور یہ اعتراض بر بنائے عداوت ہے ورنہ خیرات کرنے کا حکم ہر مذہب میں موجود ہے خود تمہاری مذہبی کتابوں میں اس کی وضاحت موجود ہے کہ اچھا کرم کرو گے تو اگلے جنم میں اچھا پاؤ گے غریبوں یتیموں کا تعاون کرنا اچھا کرم ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اصل میں مال انسان کا اپنا نہیں بلکہ مال (اللہ) کا دیا ہوا ہے اور دینے والے کا حکم ہے کہ تم سارا مال اپنے پاس نہ رکھو بلکہ کچھ اپنے غریب بھائی کو بھی دو جس سے انسانی ہمدردی اور بھائی چارگی پیدا ہو اب خود بتاؤ معقول ہے یا غیر معقول۔ اسی طریقے سے تیسرا جواب یہ دیا جائے گا کہ ہر انسان یہی سوچتا ہے کہ ہم پاک وصاف کھانا کھائیں تو ہمارے مذہب کے اندر معاملہ یہ ہے کہ جب تک مال و دولت میں زکوٰۃ نہ نکالیں گے تو اس وقت تک مال دولت پاک نہیں ہوگا۔ یہی پاکی حاصل کرنے کے لیے زکوٰۃ نکالتے ہیں۔

اشکال وجواب

نماز پر

سوال: ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء الخ: (پارہ:۲۱۔سورۂ نحل) قرآن یہ کہتا ہے کہ نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے حالاں کہ میں دیکھتا ہوں کہ بعض نمازی غلط کاریوں میں مصروف رہتے ہیں یہی نہیں بلکہ ایک بزرگ جن کا نام برصیصہ ہے نہایت ہی عبادت گزار اور گناہوں سے مبرہ ومنزہ تھا لیکن انہوں نے آخری وقت میں ایک بادشاہ کی لڑکی سے زنا کرلیا جس کی بناء پر اس کو بادشاہ کے لڑکوں نے قتل کردیا۔ (سوانح پادری،ص:۵۸)

جواب: اوّلاً جس بزرگ کا نام لیا گیا ہے اس کا تعلق غلامانِ مصطفٰی سے نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک عیسائی تھا لہٰذا آپ کے اشکال کی جڑ کٹ گئی۔ اب غور کرو کہ جو نماز میں قائم ہے وہ برائی سے محفوظ ہے یا نہیں۔

پنڈت جی! ایک بات اور ذہن نشیں کرلو کہ نماز ہی ایک ایسی عبادت ہے جو بے حیائی سے روکتی ہے اور جنت تک پہنچادیتی ہے لیکن تمہاری عبادت کیسی قبیح ہے جو دنیا ہی کے اندر ذلیل ورسوا کرکے جلادیتی ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ تمہاری عبادت قابل تردید اور ہماری عبادت قابل تسلیم ہے۔

اشکال وجواب

نبی کے قول کے پر

سوال: یہ بات قرآن وحدیث کے اندر کثرت سے وارد ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کسی کو آج تک بددعا نہیں دی لیکن قرآن وحدیث کے برخلاف ایک بات یہ ہے کہ جب یہودی نے آپ ﷺ کو السام علیکم کہا تو آپ ﷺ نے بددعا دی خالاں کہ حدیث میں یہ بات مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے کسی کو آج تک بددعا نہیں دی۔

جواب: یہ بددعا نہیں بلکہ جیسے کو تیسا ہے (جیسی کرنی ویسی بھرنی) یہود جان بوجھ کر آپ ﷺ کی مخالفت کرتے اور قولا وفعلاً آپ کو اذیت پہنچاتے چوں کہ اس یہودی کو آپ کے نبی برحق ہونے کا علم تھا مگر عناد کی بناء پر کلمہ سُوء کا استعمال کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے جواباً یہ ارشاد فرمایا بہرحال اگر ابتداءً یہ بات ہوتی یا اور کسی انجان کے لیے ہوتی تو آپ ﷺ کی طرف سے بددعا پر محمول کرتے وہ یہاں مفقود ہے لہٰذا آپ کا دعویٰ غیر مقصود ہے۔

سوال: نبی ﷺ کو سحر کیا گیا تھا جیسا کہ اس بات پہ قرآن وحدیث شاہد ہے کہ جب آپ ﷺ کو سحر کیا گیا تھا تو قرآن کی آیت مبارکہ کا نزول ہوا (سورۂ معوذتین) تو اس سحریت کے بنا پر جملہ احکام مشکوک ہو گئے جب احکام مشکوک ہو گئے تو انہی مشکوک احکامات پر عمل کرنا بھول اور بے جا ہے۔

جواب: سحر آپ ﷺ کی ذات پر کیا گیا لیکن سحر آپ کی عقل ودماغ کو مختل نہ کر سکا اس سے آپ کو جسمانی اذیت پہنچی لیکن قلب ودماغ آپ کے بالکل محفوظ رہے۔

اشکال و جواب
حضرت عائشہؓ پر

سوال: ان لوگوں کے مذہب میں ہے کہ تین دن سے زائد گفتگو بند رکھنا یا کسی سے بغض وعناد رکھنا یہ ناجائز ہے حالاں کہ روایات میں آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے کثیر مدت تک ابن زبیرؓ سے گفتگو نہیں کی۔

جواب: تکلم نہ کرنا ذاتی مفاد پر خلاف شرع ہے اور اگر دینی بنیاد پر ہے تو صرف مباح ہی نہیں بلکہ موجب ثواب ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ کا قطع کلام اس بنیاد پر تھی کہ حضرت ابن زبیرؓ نے اپنی خالہ کو جو ہدیہ دیا تھا انہوں نے ایک ہی دن میں صرف کر ڈالا اسی بناء پر ابن زبیرؓ سے عدم تعاون کا معاملہ کیا گویا انہوں نے اپنی خالہ کو کار خیر سے روکنا چاہا یہی عمل انقطاع کلام کا سبب بنا اس لیے حضرت عائشہؓ کے اس عمل کو مطعون کرنا غیر دانشمندی ہے۔

سوال: اہل ایمان کے یہاں یہ بھی مسئلہ موجود ہے کہ کوئی عورت بے پردہ کہیں باہر نہ جائے اس سے فتنہ پھیل سکتا ہے حالاں کہ اس عقیدے کے خلاف میں دیکھتا ہوں کہ حضرت عائشہؓ نے جنگ صفین میں شرکت کی جس سے لازمی طور پر آپ کی بے پردگی ہوئی اب بھلا بتاؤ کہ ام المومنین بے پردہ باہر نکلیں اور دیگر عورتوں پر پردے کا حکم نافذ ہو۔ بہر حال اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ پردے کا حکم ناقابل درست ہے۔

جواب: یہ سوال تاریخ سے عدم تعلق پر مبنی ہے۔ حضرت عائشہؓ کی شرکت بغرض قتال نہیں تھی اور نہ ہی آپؓ نے میدان میں اتر کر تیر اندازی فرمائی آپؓ کا وجود صرف مخالف کو خاموش کرنے اور یہ بتانے کے لیے تھا کہ حضرت عائشہ کی حمایت دلیل

صواب ہے۔آپ ہمہ وقت ہودج کے اندر ہی بیٹھی رہیں باہر نہیں آئیں۔

سوال: قرآن نے پیغمبر ﷺ کی بیوی کو امہات المومنین کہا ہے لیکن اس کے برخلاف آیت کریمہ مذکور ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جب دیگر مومنین ازواج مطہرات کے یہاں آئیں تو بغیر اجازت نہ آئیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواج امہات المومنین نہیں ہیں اگر ہوتی تو بغیر اجازت آنے کا حکم کیا جاتا۔

جواب: یہ تعلق نسبی پر موقوف نہیں بلکہ روحانیت کے طور پر ہے جو احترام کو مستلزم ہے مقصود ان کا احترام کرانا ہے۔

سوال: گمشدہ شوہر کے بناء پر عورت کا طویل عرصہ تک انتظار میں رہنا یہ سراسر غلط ہے اور اس حکم سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ عورت زنا کرانے پر آمادہ ہو جائے تو گویا کہ شریعت نے عورت کو طویل عرصہ تک روک کر زنا پر آمادہ کیا لہٰذا یہ شریعت نا قابل برداشت ہے۔

جواب: ہمارے یہاں تو چار سال کے بعد نکاح کی اجازت دی جاتی ہے لیکن تمہارے یہاں تو شوہر کے انتقال پر تا حیات عورت شادی نہیں کر سکتی اس سے واضح ہو گیا کہ امر قبیح کو تم فروغ دیتے ہو نہ کہ ہم۔

سوال: جس آدمی کی حیات شریک ہی ایمان نہ رکھتی ہو تو دوسرا شخص بدرجہ اولی ایمان نہ رکھے گا بہر کیف اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں نقص ہے۔

جواب: نام نہ لینا عدم ایمان کو مستلزم نہیں بلکہ یہ صرف اظہار ناراضگی تھا۔

اشکال و جواب
ازواج مطہرات پر

سوال: اب میں ایک سوال ایسا کروں گا جس سے یہ بات معلوم ہوجائے گی کہ جتنی بھی ازواج مطہرات تھیں تمام کے تمام کا ایمان غارت و بیکار تھا کیوں کہ قرآن نے اعلان کردیا جیسا کہ آیت کریمہ مذکور ہے ''اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْن '' (پارہ:۲۶۔سورۂ احزاب) اے لوگو اپنی آواز کو رسول ﷺ کے پاس بلند نہ کرو ورنہ تمہارے ایمان برباد ہوجائے گا لیکن ازواج مطہرات اپنی آواز کو نبی ﷺ کے پاس بلند کیا کرتی تھیں۔اس سے معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات کا ایمان حبط کرلیا گیا۔

(شبد ستھ یارتھ پرکاش،ص:۷۵)

جواب: مذکورہ آیت کریمہ سے قبل ازواج مطہرات لطفاً آواز کو تھوڑا سا بلند کیا کرتی تھیں لیکن جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو ازواج مطہرات بالکل ہی اپنی آواز کو عند النبی ﷺ پست کرلی تھیں۔

وید کلام الٰہی نہیں بلکہ مقولات ہے

بحوالہ: مناظرۂ تحصیل، ص: ۱۳۱

وید اپنی اندرونی شہادت سے ثابت کرتا ہے کہ وہ ازلی و کلام الٰہی نہیں بلکہ انسانی مقولات ہے۔ ان ہی کے کتب وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح لسان جسم انسانی سے باہر آتی اور پھر اس میں سما جاتی ہے اسی طرح وید سے ظاہر ہوتا ہے اور پھر اس میں سما جاتے ہیں یعنی چند مرتبہ سے ظاہر ہوئے اور پھر فنائے دنیا پر اس میں سما جائے گویا وید لغو اور بیکار شئ ہے۔

اسی طرح فقرہ (۲) میں بیان کیا گیا ہے کہ جس نے برہمہ کو پیدا کیا اسی نے شروع دنیا میں برہما کو وید کی تعلیم دی جس کا مطلب صاف یہ ہے کہ وید منتر کا الہام برہما کو آغاز دنیا میں ہوا۔ پنڈت صاحب نے یہ فقرہ بحوالہ سوتیا شوتر اب اُپ ادھیائے ۴ منتر لکھا ہے اور اس فقرہ میں بلحاظ اپنی معمولی عادت کے یہ الفاظ خط ہلالی میں لفظ برہما کے آگے لکھ دیئے اصل عبارت کا مطلب تو صاف تھا کسی تعبیر و تفسیر کی ضرورت نہیں تھی مگر چوں کہ پنڈت جی کے خلاف مطلب و مقصد تھا لہٰذا ایجادِ بندہ کرنے کی ضرورت واقع ہوئی اصل فقرہ تو پنڈت جی کے مفروضہ ملہمان وید اگنی وایو ادیتہ کا وجود ہی کالعدم ہے۔

فقرہ (۳) میں شرتی کی تعریف کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ شرتی اس کو کہتے ہیں جس کو ابتداء آفرینش سے رشی یا عالم چلے آئے ہوں اور وجہ شرتی نام قائم ہونے کی یہ ظاہر کی گی ہے کہ چوں کہ کسی انسان نے کبھی کسی جسم والے انسان کو وید تصنیف کرتے ہوئے نہیں دیکھا لہٰذا اس کا نام شرتی رکھا گیا یہ فقرہ زیادہ قابل لحاظ ہے اول تو پنڈت صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ شرتی کے لیے سند مسلسل کی ضرارت ہے کہ جس سے معلوم ہو کہ ابتداءً دنیا سے رشی یا عالم اس کو سنتے چلے آئے ہیں حالاں کہ دوبارہ

مضامین وید ایسی کوئی سند پنڈت جی پیش نہیں کر سکتے اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ چوں کہ کسی انسان نے کسی جسم والے شخص کو وید تصنیف کرتے نہیں دیکھا لہٰذا اسکو شرتی کہتے ہیں بوجہ امتداد زمانہ اور تاریخ نہ ہونے قدیم کے پنڈت جی کو مصنفان وید کا صحیح پتہ نہیں لگ سکا لہٰذا پنڈت جی اس پر اسی وجہ کے قائم کرنے پر مجبور ہوئے اگر کسی قدر غور کریں تو معلوم ہو جاتا جس جس وید منتر کا جو جو مصنف ہے اس کا نام اس منتر پر لکھا ہوا ہے مگر بیچارے کیا کریں ہجوم افکار نے دماغ کو صحیح نہیں رکھا تھا اپنی ہی تحریر سابقہ بھول گئے میں یاد دلاتا ہوں ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۶۹ کو ملاحظہ کر لیجئے مصنفان وید کا پتہ آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

فقرہ (۴) میں آپ کا دعویٰ ہے کہ موجودہ الفاظ و معنی و حروف وید قدیمی ہیں اور اس موجودہ دنیا سے پہلے بھی اسی طرح تھے مگر افسوس جو سند آپ اپنے دعویٰ کی تائید میں پیش کرتے ہیں وہی آپ کے دعویٰ کو ساقط کرتی ہے تائید دعویٰ میں رگوید کا یہ فقرہ (سب کائنات کے قائم رکھنے والے پرمیشر نے سورج اور چاند وغیرہ سب چیزوں کو مثل سابق بنایا ہے) پیش کیا گیا ہے اس فقرہ کے الفاظ صاف صاف اسی امر پر دلالت کرتے ہیں کہ رگوید سے پیشتر سورج اور چاند وغیرہ سب چیزیں کائنات کی بنائی تھیں اور رگوید ان کے بعد کا ہے کوئی انصاف پسند اس فقرہ کو پڑھ کر کبھی نہیں سوچا کہ الفاظ و حروف و معانی وید ازلی ہیں یا نہیں۔

فقرہ (۵-۶) میں صریحاً ملہم وید برہما جی کو تیار کیا گیا ہے دیانند فرض رشی ملہمان وید کا کہیں وجود نہیں اور تائید ازلی و ابدی ہونے وید میں یجر وید ادھیائے (۴۰) کو پیش کیا گیا میں نے یجر وید کے ادھیائے (۴۵) کو منترا سے لغایۃ (۱۷) بغور دیکھا اس میں ایک لفظ بھی ایسا نظر نہ آیا جو مصنف پرکاش کا مؤید ہو۔

اب ہم چند وید منتر لکھتے ہیں جن کو پڑھنے سے مجبوراً تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ کلام انسانی اور فانی ہے زرا توجہ کی ضرورت ہے۔

(۱) اے جوگی فقیر تو جوگ کے وسائل حاصل کرنے والا ہے یہ تیری عادت سکھ

کا گھر ہے تو جہل وغیرہ عیبوں سے الگ ہو فیض سے بھرپور ہو تو فقیری کے طریقوں پر بھرا ہوا ہے اور سب کے سب پرانے بزرگوں زمانے گذشتہ کے فقیروں اور زمانہ حال کے جوگیوں کے مانند ہے الخ۔ (یجروید ادھیائے، ۷۔ منتر ۱۲)

(۲) اے پرمیشر تم آریوں کو جانتے ہو کہ اپنے دھرم کرام میں مشغول ہیں اور جتنے ویشوں ہیں ان سے بھی واقف ہو کر بڑے کاموں کا شغل رکھتے ہیں اس لیے ان پاپیوں کا ناش کرو۔

(۳) روشنی سے ظاہر ہوئی بجلی ہمیں جلانے والی ہوتی ہے اور جملہ سادھوؤں کے ذریعہ ہوائیں ہمیں سکھی کرنیوالی ہیں اسلئے سب کاموں کے لیے انہیں اچھی طرح جاننا چاہیے۔

(۴) اے اندر پرمیشر تو ہمیں دق نہ کر ہم سے الگ مت ہو ہمارے بھوگون کو مت چرا اور مت چودا ہماری عورتوں کے حمل گرا ہماری اولاد کو قتل مت کر ہمارے برتن مت پھوڑ ہمارے دوستوں کو سلامت رکھ۔ (اسی طرح اور کا بہت سارے قبیح کلام میں اگر تفصیل سے دیکھنا ہو تو (تکذیب وید اور تصدیق) کو ملاحظہ کیجئے) بہر حال ان منتروں کو ذرا غور سے پڑھیے اور انصاف سے کہیے کہ آیا یہ خدا کا کلام ہے یا انسانی مقولات ہر ایک ادنیٰ سے ادنی انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ کوئی دیوانہ پاگل کا کلام ہے کلام الٰہی ہو ہی نہیں سکتا ہے۔

آریوں کے اخلاقی مذہبی احکام پر ایک سرسری نظر

منوسمرتی پر دیانند جی جابجا استدلال کرتے کہ اگر حوالہ جات منوسمرتی سیتارتھ پرکاش سے علیحدہ کر دیئے جائیں تو وہ محض ایک بیکار کتاب قالب بیجان ہو جائے گی لہٰذا ہم نے بھی منوسمرتی ہی کا انتخاب کیا ہے اور سمرتیوں کو چھوڑ دیا ہے۔

جھوٹ بولنا جائز ہے۔ جہاں سچ بولنے میں برہمن کشتری دلسہ شودر قتل ہوتا ہو وہاں جھوٹ بولنا سچ سے بھی زیادہ اچھا ہے (منو۱۰۴-۸)

جھوٹ بول کر گھر میں آکر سرموتی دیبی کی مکیہ کرے تب جھوٹ بولنے کے پاپ سے چھوٹے۔ (منو۱۰۵-۸)

☆☆☆

چوری کی اجازت

بحوالہ: شبد ستھیارتھ پرکاش

پرُلطف بات یہ ہے کہ ہمارے اسلامی قوانین پر یہ اعتراض کرتے ہیں اور اپنے گریباں نہیں جھانکتے چنانچہ ان کے دیوتا لکھتے ہیں کہ چوری کرنا جائز ہے۔ کھلیان سے یا کھیت سے یا گھر سے جہاں سے ملے غلہ چراوے۔ منو (۱۷-۱۱) اسی طرح آج آریہ سماج یہ چیخ چیخ کر کہتا ہے کہ کسی بھی جانور کا گوشت کھانا درست نہیں ہے بالخصوص پنڈت لوگ اس مرض میں مبتلا ہیں حالاں کہ انہیں کے دھرم میں لکھا ہے جانوروں کو کھانے سے کھانے والے کا دوش نہیں ہوتا کیوں کہ کھانے لائق جانور کو اور کھانے والے جاندار کو برہما جی نے ہی پیدا کیا ہے۔ (منو۳۰-۵)

اسی طرح ان کے وید کے اندر لکھا ہے کہ عورت محض بیوقعت اور نا قابل اعتبار ہے یعنی رات دن عورتوں کو شوہر وغیرہ کے وسیلے سے بے اختیار کرنا مناسب ہے۔ اور (شبد ستھیارتھ ص:۱۱) لکھتے ہیں کہ عورتیں محض غلام ہیں۔ (منو۲-۹) لڑکپن میں باپ اور جوانی میں شوہر اور بڑھاپے میں بیٹا عورتوں کی حفاظت کرے کیوں کہ عورتیں خود مختار ہونے کے لائق نہیں ہیں۔

آریوں نے دلیل پیش کیا کہ جب حوا اور آدمؑ جنت میں تھے تو اس وقت حوا ہی نے ممتنع شئی کو کھالیا تھا انکو جنت سے نکالا گیا جن سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی کوئی حیثیت نہیں۔

جواب: اس اشکال کا جواب دیا گیا کہ کیا آپ اللہ اور اس کے رسل کو مانتے ہیں کہ آپ نے ایک نبی علیہ السلام کی مثال پیش کی ہے بہر حال اس مثال سے معلوم ہوا کہ آپ نبی ﷺ اور اللہ کو مانتے ہیں جب مانتے ہیں تو کوئی جھگڑا ہی نہیں رہا۔

بہر حال مذکورہ تمام بیانات سے معلوم ہوا کہ وید غلط اور لغو چیز ہے۔

اعتراضات اور اس کے جوابات

بحوالہ: مناظرۂ تحصیل، ص:۴۳

من جانب آریہ

سوال: قرآن کریم کی تعلیم ہے کہ خدا مکار ہے خدا مکار وفریب ہے۔ آل عمران:۵۴ میں مذکور ہے۔

جواب: یہ ہے کہ یہ اعتراض والزام ہی محض بے بنیاد وکم علمی وناسمجھی کی وجہ سے ہے کیوں کہ ذرا بھی اگر کوئی شخص عربی مہاورات کو سمجھنے والا ہوگا تو اس کے دل میں یہ خیال آ ہی نہیں سکتا۔ اب اس جواب اوّل کو دوسرے جواب سے سمجھو وہ یہ کہ لفظ مکر زبان عرب میں خفیہ تدبیر کو کہتے ہیں اگر وہ اچھے کام کے لیے ہے تو اچھا ہے اور برے کام کے لیے ہو تو برا ہے محض مکر کو برا نہیں کہہ سکتے اسی لیے قرآن پاک میں ہے وہ ولایحیق المکر السیٔ یہاں پر مکر کے ساتھ سئیہ کی قید لگادی ہے اور خود آپ کو غور کرنا چاہیے تھا اعتراض سے قبل کہ اس جگہ بھی خیر الماکرین فرمایا۔ اور جس کو آپ نے مکار کہا ہے وہاں تو اس لفظ کے ذریعہ اچھی تدبیر کے معنی لیے گئے ہیں اور پھر اعتراض کرنا اور کہنا تو کفر ہوگا اس لیے کہ مکار اردو زبان میں اس کو کہتے ہیں کہ جو اعلی درجہ کا جھوٹا ہو ظاہر سے کچھ کہے اور باطن میں اس کے خلاف کرے۔

سوال: یہ بے رحمی ہے کہ روحانی بیماروں کی بیماری اور بڑھا دے اور عذاب بھی دے۔ فی قلوبھم۔ (بقرہ: آیت:۱۵)

جواب: حق جل مجدہ نے حقیقتاً مرض کو بڑھایا نہیں بلکہ خود انسان اتنی برائیاں کرتا ہے کہ ان کے دلوں پر ایک کالا سا نقطہ پڑجاتا ہے اور جب جب وہ برائیاں کرتا ہے تو وہ

نقطہ ترقی کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو موت کے بعد عذاب میں مبتلا کردیتے ہیں۔ بہر حال اس سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ خود اللہ نے اس کو بیماری میں مبتلا کردیا بلکہ اللہ نے اس کی بیماری کو دور کرنے کے لیے انبیاء کرام کو مبعوث کیا لیکن خود انہوں نے بیماری کو اختیار کیا۔

سوال: توبہ سے معافی دینا انصاف کے خلاف۔ (سورۂ بقرہ)

جواب: جس نے یہ سوال کیا ان کی نہایت ہی کم علمی ہے کیونکہ اگر اللہ معاف نہ کرے تو کوئی بھی انسان جنت میں نہیں جاسکتا اور جب بھی کوئی شخص جنت میں جاتا ہے تو انکے فضل کی بناء پر نہ کہ عدل کی بناء پہ اور توبہ کا معاف کرنا یہ فضل کے قبیل سے ہے۔

سوال: خدا غفار ہے مگر دوزخیوں کی آہ وزاری پر رحم نہیں کریگا۔ (سورۂ نساء)

جواب: جہاں خداوند قدوس غفار ہیں وہیں یہ بھی اعلان کردیا انا قہار کہ میں قہار بھی ہوں اب رہا سوال کہ دونوں چیزوں کا یک بیک پایا جانا تو تضاد ہے تو جواب یہ ہے کہ غفار ان لوگوں کے حق میں ہیں جنہوں نے کچھ نیکیاں کی ہوگی اور قہار ان لوگوں کے حق میں ہے جنہوں نے کھلم کھلا شرک کیا ہوگا کیوں کہ شرک کی بخشش کہیں بھی نہیں ہے بہر حال انہیں تمام باتوں پر مدنظر رکھتے ہوئے خداوند قدوس نے اعلان کردیا اے لوگو جہاں میں غفار ہوں وہی قہار بھی ہوں۔

سوال: یہ بات ثابت ہے کہ ہر کام خدا کے حکم سے ہوتا ہے اس میں زنا وغیرہ بھی شامل ہے۔ (یونس)

جواب: ہر کام خدا کے حکم سے ہوتا ہے اس کا مطلب آپ سمجھے ہی نہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ نے ہر ایک کے وجود کو دیکھ کر اس کے کچھ اثرات اور اس کے کچھ کام متعین کردیئے ہیں مثلاً آگ کی تاثیر گرم اور جلانا ہے اور پانی کی تاثیر سرد اور ڈبانا ہے اسی طرح ہر ایک شئ کو اس کی تاثیر اور کام دیدیا ہے انہیں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اعضاء کو بھی حکم دیدیا کہ وہ تابع بنا کر رہے انسان جہاں چاہے

اور جو کام لینا چاہے وہ کر گذرتا ہے اب جو کچھ گناہ کبیرہ یا صغیرہ کا ارتکاب انسان کرتا ہے وہ حکم خداوندی سے نہیں بلکہ خود اپنے اختیار سے کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے تو قرآن میں جگہ جگہ ہر ہر برائی سے منع کیا ہے تو پھر وہ حکم کیسے کرے گا اگر کرے گا تو دو نقیضوں کا جمع ہونا لازم آئے گا اور یہ اللہ کے یہاں تو محال در محال ہے لہٰذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ گناہ کا مرتکب انسان خود ہی بنتا ہے۔

سوال: جیسا کہ خدا خود لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ تو آدمیوں کو کیوں دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ (مائدہ بنی اسرائیل)

جواب: (۱) پہلا جواب تو یہ دیا جائے گا کہ انسان کی غلطی اور اشد گستاخی کے بناء پر اللہ تعالیٰ ان کو خوب خوب چھوٹ دے دیتے ہیں کہ اور گمراہی کا عمل کرو۔

جواب: (۲) جہاں یہ سوال اٹھتا ہے وہاں خداوند قدوس نے اپنے نبی ﷺ کو مخاطب کیا کہ اے میرے حبیب جس کو میں چاہتا ہوں گمراہ کرتا ہوں اور جہنم رسید کر دیتا ہوں آپ اس کے ذمہ دار نہیں ہیں اور نہ یہ کام آپ کا ہے کہ آپ بھی جس کو چاہیں گمراہ یا ہدایت دے دیں بلکہ آپ ﷺ کا صرف ایک کام ہے وہ اراء الطریق ہے نہ کہ **ایصال الی المطلوب**۔

سوال: نبی کیوں بھیجے فرشتہ کیوں نہیں۔

جواب: تا کہ لوگوں کو اسی کے طور طریقہ پر سمجھائے اور لوگوں کے دلوں میں خلجان نہ ہو کہ میں اللہ کا کلام سمجھ نہیں رہا ہوں اور یہ دنیا کا رواج بھی ہے کہ تبلیغ کرنے والے اگر اسی کی زبان میں بات کرتے ہیں تو بات زیادہ سمجھ میں آتی ہے اور کسی طرح کی شکایت نہیں ہوتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر فرشتے نبی بنکر آتے تو لوگ یہ کہہ کر ایمان قبول کرنے سے منحرف رہ جاتے کہ یہ تو فرشتہ ہے ان کو وہ ضرورتیں لاحق نہیں جو ہم انسانوں کو ہے۔

سوال: خدا نے شیطان کو بھی گمراہ کیا حالانکہ ان کی مخلوق ہے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ (اعراف)

جواب: میں یہ کہتا ہوں کہ شیطان کو بھی سجدہ سے انکار نہیں کرنا چاہیے تھا کیوں کہ

مالک کا حکم ٹھکرا کر میں یہ کہتا ہوں کہ خدا معاف بھی کر دیتا اگر وہ معافی مانگتا لیکن اس نے بجائے معافی مانگنے کے اور ضد اپنا لیا لہذا اس کا گمراہ ہونا اس کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ ہاں یہ بات تو قابل تسلیم ہے کہ مخلوق ہیں لیکن ان لوگوں نے حکم توڑا اور حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کیا جب کہ دنیا کی عظیم سے عظیم مخلوق نے سجدہ کیا لہذا جو شخص خدا کے حکم پر نہ چلا تو اس کی بخشش کیسے ہو سکتی ہے اسی طرح ابلیس کے اندر تکبر بھی آگیا تھا کہ میں سب سے بڑا ہوں اور افضل ہوں حالاں کہ تکبر فقط خداوند قدوس کے لیے ہے اس لیے ان کے تکبر کو توڑنے کے لیے اللہ نے کہا اسجدوا لیکن ان لوگوں نے ان سے انکار کیا پس ان کے لیے یہی گمراہی کا سبب بن گیا۔

سوال: جب خدا کن فیکون کے ذریعہ سب کچھ پیدا کر سکتا ہے تو چھ دن میں زمین و آسمان کیوں بنائے۔ (مریم)

جواب: اس کا صحیح جواب تو ہماری عقل یہ دیتی ہے کہ یہ مصالح خداوندی ہے اسکو وہی خوب جانتا ہے۔ لیکن جس طرح سے آپ کو یہ سوال پیدا ہوا تو یہی سوال اس وقت میں بھی پیدا ہوتا اگر ایک ساعت میں بنا دیتا یا ایک طویل عرصہ میں وجود بخشتا تاہم یہ جواب اس کا دیا گیا ہے کہ بندوں کو اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ہے کہ ہر کام تدریج سے کیا کریں اور یہ کہ عجلت عند اللہ محمود و مستحسن نہیں ہے احادیث میں بھی متعدد جگہ تدریج کی طرف رہنمائی کی گئی ہے نیز مقولہ ہے ہر چہ آید دیر نہ پابدان تمام مصالح کے پیش نظر یہ تخلیق کی گئی۔

سوال: جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے پیدا فرمایا جس سے قانون شریعت پر آنچ آتی ہے۔ (انبیاء)

جواب: خداوند قدوس نے ایسا اس لیے کیا تاکہ لوگوں کو یہ عبرت و نصیحت ہو کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے چنانچہ بغیر باپ کے بھی اولاد پیدا کر دیا ہے اور جنہوں نے حضرت مریمؑ پر الزام دیا اس کا جواب خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چھوٹے ہونے کے باوجود جواب دیا انا نبی اللہ کہ میں اللہ کا نبی ہوں جنہوں نے مجھ کو مبعوث کیا ہے۔

سوال: اپنے رسولوں کو آسمان پر بلانا دنیا میں اپنا قاصد اور پیام بھیجنا اس بات کی دلیل ہے کہ خدا زمین پر نہیں ہے کیا خدا کا گھر چہار دیواری میں محدود ہے۔ (مائدہ)

جواب: نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک جگہ حاضر و ناظر ہیں اب رہا سوال کہ انبیاء کرام کو مبعوث کیوں کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء و رسل کو اس لیے بھیجا گیا تا کہ لوگ قیامت کے دن یہ نہ کہے کہ ہمارے پاس کوئی پیغام دینے والا نہیں پہنچا تھا کہ ہم ایمان لاتے بہر حال اللہ تعالیٰ نے انہی تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انبیاء کرام کو مبعوث کیا۔

سوال: سب سے پہلے خدا نے فرشتوں کو شرک کی تعلیم دی۔ (بقرہ:۲۴)

جواب: درحقیقت اللہ تعالیٰ نے شرک کی تعلیم نہیں دی بلکہ بابل کے اندر جادو کا سب سے زیادہ چرچا ہو گیا تھا اور ہر ایک آدمی جادو سیکھنے سکھانے پر آمادہ ہو گیا تھا اسی جادو گری کے ازالے کے لیے حق جل مجدہ نے دو فرشتے ہاروت و ماروت کو بابل کے اندر مبعوث کیا تا کہ لوگوں کو راہ راست پہ لائے اور ان دونوں فرشتوں کو کچھ جادو کا عمل بھی آتا تھا جس کے ذریعہ اہل بابل کو کفر و شرک سے روکا گیا۔

سوال: خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا مگر نوحؑ کی خاطر تمام دنیا کو غرق کر دیا۔ (المومنون)

جواب: اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو اس لیے پیدا کیا تا کہ میری فرمان برداری واطاعت و بندگی کرے اور اس لیے پیدا نہیں کیا کہ میری نافرمانی کرے لیکن قوم نوحؑ نے نافرمانی ہی نہیں کی بلکہ اللہ کے نبی نوح علیہ السلام کے ساتھ ظلم و زیادتی کی اور نوح علیہ السلام بار بار اپنی قوم کو راہِ راست پر لانے کی کوششیں کیں لیکن وہ اپنے شر اور ضد سے باز نہ آئے سو انہی کی شرارت نے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا۔

سوال: جب دلوں پر مہر لگا دی تو وہ خطا وار کیوں ہے۔ (بقرہ)

جواب: وجہ اس کی یہ ہے کہ ان لوگوں نے شرارت و عناد کر کے باختیار خود اپنی استعداد کو برباد کر لیا ہے اس لیے تباہی انہی کے اعمال سیئہ کا نتیجہ ہے البتہ اللہ تعالیٰ

نے بندوں کے تمام افعال کے خالق ہونے کی حیثیت سے اس جگہ مہر لگانے کو اپنی طرف نسبت کر کے یہ بتلا دیا کہ جب ان لوگوں نے قبول حق کی صلاحیت و استعداد کو اپنے اختیار سے تباہ کرنا چاہا تو سنت الٰہیہ کے مطابق ہم نے وہ بد استعداد کی کیفیت ان کے قلوب اور حواس میں پیدا کر دی۔

سوال: آدم کو بی بی کیسے پیدا ہو گئی حالاں کہ ان کے پاس مرد نہ گئے۔ (زمر)

جواب: ان اللہ علی کل شیٔ قدیر کے تحت حق جل مجدہ ہر چیز پر قادر ہیں کہ جس طرح بغیر باپ کے بیٹا پیدا کرسکتا ہے تو بغیر ماں کے بھی اولاد پیدا کرنے پر قادر ہے یا بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ اللہ جس طرح ایک ناپاک قطرے سے انسان کو وجود میں لاسکتا ہے تو یہ بات کیا محال ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر ماں یا بغیر باپ کے انسان کو پیدا کرے ان کے لیے ہر چیز آسان ہے۔

سوال: صور کی آواز قیامت کے دن کیسے پوری دنیا میں پہنچ جائے گی میں قبول نہیں کرتا۔

جواب: کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ قوم عاد نے خدا تعالیٰ کی نافرمانیاں کیں تو ان کے درمیان انبیاء کرام مبعوث ہوتے رہے لیکن یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے۔ حتی کہ انبیاء کرام کا استہزاء کرانے لگے تو حق جل مجدہ نے اس بد بخت قوم کو ہلاک و برباد کیا حضرت جبرئیلؑ کی آواز کے ذریعہ، لہٰذا جس طرح جبرئیل امین کی آواز بلند تھی اور پوری قوم ہلاک و برباد ہوگئی۔ اس سے بھی زیادہ صور کی آواز بلند ہوگی اور پوری دنیا تباہ و برباد ہو جائے گی۔

سوال: یہ عجیب بات ہے کہ اس سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کیا کرتے تھے پھر پتہ نہیں اپنے رخ کو کیسے بدل دیئے اور مسجد حرام کا رخ اختیار کر لیے یعنی ان کا کوئی صحیح مذہب نہیں ہے حالاں کہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میرا مذہب صحیح ہے۔

جواب: یہ دیا گیا کہ دنیا کی ساری جہتیں اللہ ہی کے لیے ہے خواہ بیت المقدس ہو یا مسجد حرام ہواور وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔

سوال: جب اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناظر اور تمام کے تمام سمت اسی کے لیے ہے پھر آخر میں تعین کیوں کردی گئی کہ آپ مسجد حرام کی طرف رخ کر کے نماز ادا کریں۔

جواب: اس لیے منجانب اللہ تعین کردی گئی تا کہ لوگوں کے اندر اختلاف ونزاع طاری نہ ہو یعنی اگر اللہ کی جانب سے تعین نہ ہوتا تو بعض حضرات کہتے کہ ہم مشرق کی جانب رخ کر کے نماز ادا کریں گے اور بعض کہتے مغرب بعض کہتے جنوب بعض شمال کو رخ بنائیں گویا کہ لوگوں کے درمیان نزاع واختلاف لاحق ہو جاتا اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو تکلیف دینے پر آمادہ ہو جاتا اور ہمارے مذہب میں ایذا مسلم حرام ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تعین فرمادی۔

سوال: آپ لوگوں کا کہنا ہے کہ میرا مذہب یکتائی کا مذہب ہے یعنی میرا مذہب تمہارے مذہب کی طرح متفرق نہیں ہے حالاں کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد متفرق مذہب کر چکے ہو مثلاً کوئی فرقہ امام ابو حنیفہؒ کو مانتا ہے تو کوئی فرقہ امام شافعیؒ کو مانتا ہے کوئی فرقہ امام مالکؒ کو مانتا ہے کوئی فرقہ امام حنبلؒ کو مانتا ہے اسی طرح لوگ مختلف ائمۂ کرام کو مانتے ہیں اسی سے معلوم ہوا کہ تمہارا مذہب صحیح نہیں ہے۔ یعنی جس طرح تمہارا رب ایک ہے اسی طرح تمہارا مذہب بھی ایک ہونا چاہیے تھا۔

جواب: دیکھو میرا مذہب میرا رب حقیقت میں ایک ہے اس میں کسی کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی بات کہ مختلف ائمہ کرام کی تقلید تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارا اشکال اس وقت قابل قبول ہو سکتا ہے جب ائمہ کرام کے درمیان اوران کی تقلید حق اور باطل کی ہوتی اوران لوگوں کے درمیان حق اور باطل کی تقلید نہیں ہے بلکہ افضلیت اور غیر افضلیت کی تقلید اور اختلافات ہے لہٰذا تمہارا اشکال لغو اور بیکار ہے۔

جواب الزامی بخلاف تمہارے مذہب کہ کے تم میں سے کوئی رام کو پوجتا ہے تو

کوئی کرشن کو تو کوئی راون کو وغیرہ ذلک لہٰذا تمہارا مذہب یقیناً باطل ہے۔

سوال: آپ کے قرآن مجید کے اندر یہ کہا گیا استوی علی العرش کہ حق جل مجدہ عرش پر قائم ودائم ہیں۔ اور قائم ودائم وہی چیز ہوسکتی ہے جس کے لیے جسم ہو تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت کیلئے جسم ہے یعنی مادہ اور ہر مادی چیز حادث ہے لہٰذا (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ حادث ہیں حالاں کہ آپ لوگوں کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ حادث نہیں ہیں۔

جواب: آپ نے اعتراض میں صریح غلطی کی ہے کہ استوی کا ترجمہ قائم کیا ہے اور پھر اگر قائم کا ترجمہ کر ہی لیا تو عربی زبان کی گہرائی سے واقفیت نہ ہونے کی بنا پر قائم کا ترجمہ قائم ہی تک سمجھا ہے حالاں کہ قائم سے مراد موجود ہونا ہے یعنی واجب الوجود جس کو وجود ہی وجود ہے فنا وحدوث نہیں ہے۔

نیز استوی کا ایک ترجمہ یہ بھی ہوگا کہ قصد کیا یعنی زمین وآسمان سے بنانے کے بعد عرش کا ارادہ کیا اب رہا یہ کہ استوی کیلئے جسم ضروری ہے سو اسکو تو ہماری عقل کہتی ہے کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ استوی مختلف صورتوں میں بغیر جسم کے ہو ہاں اتنی بات تو ہم کو تسلیم ہے کہ استوی علی العرش ثابت ہے اور وہ اسی طرح ثابت ہے جیسا کہ خدا کے شایان شان ہے ہماری عقل وفہم سے بالاتر ہے وہاں تک اجسام عنصری کی رسائی ممکن نہیں ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو واضح کر کے نہیں بتلایا تو ہم اس کو اور واضح کر کے نہیں بیان کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ یہ ہمارے عقائد وایمان کا مسئلہ ہے اگر ہم تحقیق کر کے ایمان لائیں تو مومن کس بات کیہوں گے جب کہ قرآن میں مومن کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ یومنون بالغیب بس ہم اس مسئلہ میں صرف اتنا کہیں گے۔ کہ انسان اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی تمام پر ایمان رکھیں۔

دوسرے یہ کہ استواء کے معنی محیط ہونے کے ہیں اور حاوی ہونے کے ہیں تو اب مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر حاوی ہوا، اب آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ جب وہ عرش پر حاوی ہے تو جب اتنے بڑے عرش پر حاوی ہے پھر تو دنیا کی کیا حقیقت ہے۔

اشکالات انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر

سوال: جب حق جل مجدہ تمام جہاں کا بادشاہ ہے تو چاہیے کہ بادشاہ کا وزیر بھی اچھے اور اونچے خاندان کا ہو لیکن یہ عجیب بات ہوگئی کہ جب حق جل مجدہ نے اپنا وزیر بنایا تو گھٹیا خاندان والوں کو جس کے پاس نہ صحیح طریقے سے مکان ہے اور نہ کھانے پینے کا اچھی طرح سے کوئی نظام ہے تو پھر ایسے شخص کو اہم نبوت ورسالت کا کام کیسے سپرد کیا۔ ان مباحث سے مراد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) صاحب ہیں۔

جواب: او بھائی پنڈت جی آپ کو میں اس بات سے متنبہ نہیں کیا تھا کہ دنیا وآخرت کی جتنی بھی مخلوقات اور احکامات ہیں سب اللہ تعالیٰ کی مخلوقات ہیں، جس کو چاہے، جو چیز عطا کرے خواہ خاندان کے اعتبار سے گھٹیا ہو یا اس کے گھر میں فاقہ کشی ہو اس کی مثال یوں لیجیے کہ دنیا کے اندر بعض شخص ایسے ہیں جس کے بدن پر صحیح طریقے سے کپڑے نہیں ہوتے اسی طرح کھانے پینے کو ترستے ہیں لیکن کچھ عرصہ گذرنے کے بعد حق تعالیٰ فوراً اسے مال ودولت سے نوازتا ہے تو کیا یہ مال ودولت کسی مالدار ہی کو عطا کرنا چاہیے تھا۔ آپ خود انصاف کیجیے بہر حال اسی طرح اللہ تعالیٰ ہیں کہ جس کو چاہتے ہیں نبوت ورسالت سے نوازتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں کچھ بھی نہیں دیتے خواہ کتنا ہی بڑا اسے بڑا خاندان سے تعلق رکھنے والا ہو۔

سوال: جب محمد (ﷺ) صاحب اللہ کے حبیب ہیں اور خدا تعالیٰ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں تو پھر اپنے حبیب محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے طائف والوں کے ذریعہ تکلیف کیوں دلائی حتی کہ آپ ﷺ لہولہان ہوگئے۔ بہر کیف اس قول کی بھی دو صورتیں ہیں یا تو محمد ﷺ اللہ کے حبیب ہیں اگر اللہ کے حبیب

ہیں اور اللہ محبوب ہے تو کیا کوئی محبوب اپنے حبیب کو پٹائی کھلا سکتا ہے ہر گز نہیں۔ اگر محمد ﷺ اللہ کے حبیب نہیں ہیں تو پھر محمد ﷺ پر کس نے احکام نازل کیا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنے بھی احکامات اور کتب دین ہیں تمام کی تمام کو محمد ﷺ گڑھ کر لائے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

جواب: او بھائی نادان یہ بات تو متحقق اور متعین ہے کہ حق جل مجدہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں لیکن اللہ کے رسول ﷺ کو جو پریشانیاں مذکورہ صورت میں لاحق ہوئی تھی وہ اس لیے کہ خداوند قدوس نے اپنے حبیب ﷺ کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ میرا محبوب کیا ہے اور ہم سے کتنا محبت کرتا ہے چنانچہ امتحان میں نبی اکرم ﷺ اوّل پوزیشن سے کامیاب ہوئے جس کے نتیجے میں خداوند قدوس نے اپنے حبیب کو بشکل انعام معراج میں بلایا اور عزت و اکرام سے سرفراز کیا۔ اس کی مثال یوں بھی لے سکتے ہیں کہ دنیا کا بھی رواج و دستور ہے کہ معشوق اپنے عاشق کو طرح طرح کی پریشانیوں سے آزماتا ہے کہ دیکھوں میرا عاشق مجھ سے کتنی محبت کرتا ہے تو جب دنیا کے اندر ایک معشوق اپنے عاشق کا امتحان لے سکتا ہے تو کیا خدا اپنے حبیب ﷺ کا امتحان نہیں لے سکتا ہے بہر حال طائف والوں کا برا معاملہ کرنا حق جل مجدہ کا امتحان لینا تھا۔

سوال: جب اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں تو انبیاء کرام کو یعنی حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰ وغیرہ کو یہودیوں کے ہاتھوں کیوں قتل کروایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کسی چیز پر قادر نہیں ہے اگر قادر ہوتا تو اپنے بھیجے ہوئے انبیاء کرام کو یہودیوں کے ہاتھ قتل نہ ہونے دیتا۔

جواب: انسان کو ادنیٰ اختیار باعتبار دینوی حاصل ہے اسی ادنیٰ اختیار کی بناء پر یہود قاتل قرار پائے جیسا کہ صاحب بیضاویؒ نے رحمٰن اور رحیم کی تفسیر کے تحت ذکر کیا، ص:۵۔

سوال: عالم کے اندر کہیں بارش ہوتی ہے اور کہیں بارش نہیں ہوتی تو کسی جگہ بارش ہونا اور کسی جگہ نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ (نعوذ باللہ) خدا کے علاوہ متعدد معبود

ہیں حالاں کہ معاملہ ایسا نہیں ہے۔

جواب: یہ ہے کہ کہیں بارش ہونا اور کہیں نہ ہونا وہ اس لیے ہے کہ جہاں حق جل مجدہ بندوں کا فائدہ محسوس کرتے ہیں وہاں بارش برساتے ہیں اور جہاں بندوں کے لیے فائدہ نہ ہوتا ہے وہاں بارش نہیں برساتے ہیں۔

سوال: اسی طرح کوئی شخص شدید بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے اور الٹا سانس چلنے کے باوجود نجات پالیتا ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدا متعدد ہیں۔

جواب: یہ دیا گیا ہے کہ جو شخص اشد بیماری میں مبتلا ہونے کے باوجود بیماری سے نجات پالیتے ہیں اور دنیا کے اندر باحیات رہتے ہیں یہ درحقیقت حق جل مجدہ کا کرشما ہے دوسری بات یہ ہے کہ ان مریضوں سے اللہ تعالیٰ دنیا کے اندر کچھ اور نیک کام لینا چاہتے ہیں اس لیے اس کو بیماری سے نجات دیتے ہیں۔

حقانیت اسلام

مقالات عثمانی

بحوالہ: حضرت نانوتویؒ

اول حضرت نانوتویؒ نے خدا کی تعریف اور اپنے عجز و نیاز کے مضامین اور کلمہ شہادت جو اکثر اہل اسلام کے خطبوں کے شروع میں ہوا کرتے ہیں بیان فرمایا اس کے بعد ایک تقریر فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ مذہب کی بھلائی، برائی، حقانیت، بطلان، عقائد کی بھلائی، برائی، حقانیت، بطلان، پر موقوف ہے احکام کی بھلائی، برائی کو اس میں دخل نہیں، کیوں کہ بحیثیت حکومت حاکم کو ہر قسم کے احکام کا اختیار ہوتا ہے اگر ہر قسم کے احکام کا اختیار نہ ہوا کرے یعنی ہر قسم کے احکام اسی سے بمطابق رعیت و محکومین صادر نہ ہوسکیں تو وہ حاکم نہیں محکوم ہے برے احکام کی تخصیص بحیثیت عدل و انصاف و رحمت و فضل و متانت و حکومت وغیرہ اوصاف جمیلہ ہوئی ہے بنظر حکومت نہیں ہوتی اور ظاہر ہے کہ بناء معبودیت فقط حکومت پر ہے عبادت و اطاعت اور نیاز قلبی کو کہتے ہیں بشرطیکہ اس کے سامنے ہو جس کو اپنے اعتقاد میں ہر طرح سے مختار اور اوروں کو اس کے سامنے محض بے اختیار سمجھے سو ظاہر ہے کہ اسی کو حکومت کہتے ہیں۔ غرض منشاء معبودیت معبود حقیقی اس کی وہ حکومت عالیہ ہے جس کے سبب وہ احکم الحاکمین کہلایا اسی صورت میں اس کا تجسس کہ یہ حکم اچھا ہے یا برا ہے مقتضاء اخلاص عبادت نہیں گو اس کا کوئی حکم مخالف رحمت و حکمت وغیرہ اوصاف مشار الیہا نہ ہوا اگر تجسس ضروری ہے تو اس بات کا تجسس ضروری ہے کہ یہ حکم خدائے تعالیٰ کا حکم ہے کہ نہیں یعنی یہ بات دیکھنی چاہیے کہ جس مدعی نبوت و رسالت کے وسیلہ سے یہ حکم ہم تک پہنچا ہے اس میں اخلاق و افعال

پسندیدہ معجزات خارقہ پائے جاتے ہیں یا نہیں پھر اگر وقت ارشاد احکام ہم کو اس کی زیارت میسر آئی علاوہ بریں احکام کی کوئی انتہا نہیں ہر ہر حکم کی تحقیق کیجئے تو ایک زمانہ دراز چاہیے پندرہ منٹ کے عرصہ میں یہ بات متصور نہیں۔ ہاں اتنی بات ہے کیوں کہ اوّل تو عقیدہ ایک قسم کی خبر ہوتا ہے اگر صحیح عقیدہ ہے تو یوں کہو مطابق واقع ہے اور اگر غلط ہے تو یوں کہو ایک جھوٹی بات ہے بہر حال خدا کی حکومت اور اس کا احکم الحاکمین ہونا اور وہ باتیں جو حکومت کو لازم ہیں اگر مسلم ہوں تو اس کا معبود ہونا بھی مسلم ہوگا ورنہ معبود ہونا ہی مسلم نہ ہوگا جو بندوں کے ذمہ اطاعت لازم ہو پھر اس پر عقائد ضروریہ ہر مذہب میں دو چار ہی ہوتے ہیں ایسا لمبا چوڑا قصہ نہیں ہوتا جس کی تحقیق دشوار ہو مگر عقائد کی رو سے دیکھئے تو مذہب اسلام سارے مذہبوں سے عمدہ معلوم ہوتا ہی نہیں بلکہ حقیقتاً ہے۔ اہل اسلام کا پہلا عقیدہ جس پر بنائے اسلام ہے یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ جس کے معنی ہیں سواء اللہ تعالیٰ کے اور کوئی لائق عبادت نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔

اب مشرکین کے عقیدے کو ملاحظہ فرمایئے۔ بہر حال اوّل جملہ جن کا خلاصہ توحید ہے کسی ملت اور مذہب والوں کو اس سے انکار نہیں زیادہ تر منکر توحید مشرک ہوتے ہیں ان سب میں بڑھ کر تین فرقے ہیں ایک تو جاہلان عرب یعنی قبل بعثت محمد ﷺ جو لوگ عرب میں تھے دوسرے ہنود ملک ہند تیسرے عیسائی لوگ جاہلان عرب کی سنئے باوجود کثرت شرک و بت پرستی خالق زمین و آسمان ایک خدا ہی کو سمجھتے ہیں چنانچہ قرآن شریف میں ان کے اقوال وافعال کو فرماتے ہیں۔ ولئن سالتھم من خلق السموٰت والارض لیقولن اللہ جس کے معنی ہے کہ اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمان اور زمین کو تو ضرور بالضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ اور ہنود کی کیفیت پوچھئے تو ان کو بھی ایسا ہی سمجھئے وہ گو بت پرست اور اور تاروں کو پوجنے والے ہیں۔ اب رہی بات نصرانی مشرک ذات ہے یعنی ذات کے مرتبہ میں تین خداؤں

کے قائل ہیں لیکن بایں ہمہ توحید کوانہوں نے بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا وہ کہتے ہیں کہ جیسے ہمارے نزدیک حقیقت میں تین خدا ہیں ایسے ہی وہ تینوں حقیقت میں بھی ایک ہی ہیں القصہ اس امر حال کو اختیار کیا کہ وحدت بھی حقیقی ہو اور جب توحید مسلم اور اصل ٹھہری تو پھر باتیں مخالف توحید ہوں گی وہ خود غلط ہوں گی یعنی شرک اور بت پرستی اور کثرت معبودان اپنے آپ غلط ہوں گی۔

اس تمہید کے بعد حق جل مجدہ کے وجود حقیقی پر دلائل ملاحظہ فرمایئے کیوں کہ عقل سلیم بھی اس بات پر شاہد ہے کہ معبود حقیقی ایک ہی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ تمام عالم وجود میں شریک ہے اور ایک لفظ موجود ہے سب پر بول سکتے ہیں اور سب کے وجود کو وجود ہی کہتے ہیں کچھ اور نہیں کہتے غرض ایک چیز سب میں مشترک ہے پھر اس پر عالم کا یہ حال ہے کہ اکثر موجودات قدیم نہیں حادث ہیں ایک زمانہ میں موجود نہ تھے اور بعد وجود ایک زمانہ میں معدوم ہو جاتے ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان اشیاء کا وجود ایسا ہے جیسے کہ گرم پانی کی حرارت اور زمین کی روشنی یعنی ایک زمانہ میں وہی ٹھنڈک اور اندھیرا ہے سو جیسے اس آمد و شد حرارت و نور سے ہر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ حرارت و نور آب و زمین کے خانہ زاد نہیں کسی سے مستعار ہیں جس کے یہ خانہ زاد ہیں اور اس پتے پر آخر آتش اور آفتاب کا سراغ نکل آتا ہے ایسا ہی بوجہ آمد و شد وجود اشیاء حادثہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وجود ان کا خانہ زاد نہیں کسی نے مستعار عنایت کیا ہے اس میں یہ وصف خانہ زاد ہی مستعار نہیں۔

اور جو موجودات ایسے ہیں کہ ہمیشہ سے ایک حال پر چلے آتے ہیں اور کسی نے آج تک ان کا زمانہ عدم نہیں دیکھا جیسے زمین آسمان آفتاب قمر کواکب تو گو بظاہر اس تقریر سے ان کے لیے کسی معطی وجود کا پتا نہیں لگتا پر غور سے دیکھئے تو وہاں بھی یہ بات عیاں ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ باوجود اشتراک وجود ہر ایک کی حقیقت کو ہر کوئی جدا سمجھتا ہے یہ نہ ہو تو ایک دوسرے سے تمیز نہ کر سکتے اس لیے خواہ مخواہ یہ کہنا پڑیگا کہ وجود اور چیز

ہے اور اشیاء مذکورہ کی حقیقت اور چیز ہے اور ظاہر ہے کہ دو چیزوں کا جیسا اجتماع ممکن ہے ایسا ہی ان کا افتراق بھی ممکن ہے اور جدائی ممکن ہوئی تو پھر خانہ زاری کہاں لاچار ہو کر یہی کہنا پڑیگا کہ ان کا وجود بھی مستعار مگر چونکہ ہر مستعار ہے چیز کے لیے ایک ایسے دینے والے کی ضرورت ہے جس کے پاس کسی کی دی ہوئی نہ ہو بلکہ اصلی ہوگا جو خود بخود موصوف بالوجود یعنی وجود ہو وہی خدا ہے اور اسی کو بے نیاز مطلق کہنا چاہیے اس کو ان کی حاجت نہیں اور سب کو اس کی حاجت ہے اب وحدانیت کی دلیل لیجئے۔

ابھی ماقبل کی تقریر کے دوران یہ بیان کیا گیا تھا کہ حق جل مجدہ کو کسی شئ کی یا جاندار کی ضرورت نہیں مگر خداوند قدوس کا ہر اشیاء جاندار کی ضرورت ہے۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قسم کا موجود سوائے ایک کے متصور نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ جب وجود کی وحدت مانی گئی چنانچہ اوپر معروض ہو چکا تو موجود اصل بھی یعنی جس کے حق میں وصف وجود خانہ زاد ہو ایک ہی ہوگا علاوہ بریں وجود سے زیادہ کوئی عام نہیں اس لیے اس بات کا اقرار ضروری ہے کہ وجود ایک امر غیر محدود ہے ورنہ محدود ہو تو اسکے اس پر ضرور ایک مرتبہ نکلے گا نسبت اسکو محدود کہیں اور وہ اس سے بھی زیادہ عام ہو مگر جوود غیر محدود ہوگا تو یہ معنی ہوں گے کہ تمام مواقع وجود کو محیط ہیں پھر اگر دوسرا بھی ایسا ہی ہو تو وہ کہا جائے یہ احتمال نہیں کہ دو ہوں پر دونوں مل کر ایسی طرح شدید ہو جائیں جیسے وہ چراغ کا نور مل کر زیادہ تر چمک کا باعث ہو جاتا ہے کیوں کہ موصوف اصلی سے زیادہ اور کوئی موصوف نہیں ہو سکتا نہ اس کے وصف سے زیادہ کسی کا وصف ہو سکے خاص کر وجود اصلی کیوں کر اس سے اوپر کوئی مرتبہ نہیں اسی وجہ سے وہ غیر محدود ہو اور نہ محدود ہوتا آخر یہ بھی ایک حد ہے کہ اس سے زیادہ شدید ہو سکتا ہے بالجملہ بروئے دلیل عقلی بھی خدا کی واحدانیت ضروری التسلیم ہے۔ البرھان الثانی علی الواحدانیة ۔ وحدانیت کے اس پر دوسری دلیل ملاحظہ کیجئے کہ ایک غیر مسلم عورت چرکھا کاٹ رہی تھی اور اس سے دھاگے نکل رہے تھے چنانچہ اسی دوران کچھ مسلم لوگ

تشریف فرما ہوئے وہ عورت بولنے لگی جناب میں ایمان لانا چاہتی ہوں لہٰذا وہ عورت باواز بلند کلمۂ طیبہ لاالٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھ لیا اس کے بعد کچھ پنڈت لوگ آئے اور دریافت کیا کہ آخر تم کیسے اور کیوں ایمان لائی ہو حالاں کہ تمہارے اس معبود سے بہتر معبود میں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں جو تمہارا خیر خواہ ہے۔ عورت نے جواب دیا کہ ارے یار جا جا........ اگر عالم کے اندر چند معبود ہوتے تو عالم درہم برہم نیست و نابود ہو جاتا جیسے کہ چرکھا ہے کہ اگر چرکھا کاتنے والا دو آدمی ہوں گے تو بالیقین چرکھا نیست و نابود ہو جائے گا اس کی مثال ایسی ہی سمجھو کہ اگر عالم کو چلانے والا دو آدمی ہوتا تو عالم درہم برہم نیست و نابود ہو جاتا بہرحال اس سے معلوم ہوا کہ عالم کو چلانے والا فقط حق جل مجدہ کی تنہا ذات ہے لہٰذا وہ پنڈت اپنا منہ کالا کر کے واپس ہوا۔ اسی طرح دنیا کے اندر جو بھی اشیاء ہوں خواہ جاندار ہو یا غیر جاندار جملہ اشیاء اس بات پر دال ہے کہ عالم کو چلانے والا فقط تن تنہا خداوند قدوس کی ذات ہے۔ البرهان الثالث علی الوحدانیة تیسری دلیل وحدانیت کے اوپر یہ لیں جیسا کہ حضرت مولانا محب اللہ بہاریؒ نے اپنی کتاب سلم العلوم کے اندر بیان فرمایا ہے کہ سبحانه ما اعظم شانه لا یحدو لا یتصور و لا نیتج و لا یتغیر تعالیٰ عن الجنس و الجهات ان تمام عبارت کے ذریعہ بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ تن تنہا ہے کیوں کہ ان کی ذات پاک صاف۔ ہے اور بلند ہے اور حق جل مجدہ کی نہ خوبیاں بیان کی جا سکتی ہیں اور نہ ان کا تصور کیا جا سکتا ہے اور نہ وہ جنتا ہے اور نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور وہ متغیر نہیں ہوتا ہی نہیں بلکہ وہ جہات ثلثہ سے مبرا اور منزہ ہیں اس عبارت کے اندر فقط ایک مثال کو ملاحظہ فرمائیے (لاینتج) کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کے لیے لڑکا ہونا ثابت کریں گے تو وہ لڑکا یا ممکن ہوگا یا واجب ہوگا اگر ممکن ہے تو والد اور مولود میں مماثلت نہیں اور اگر واجب ہے تو مولود ہونا واجب کے منافی ہے جب یہ دونوں احتمال باطل ہیں تو اللہ تعالیٰ کے لیے والد یا مولود کا ثابت کرنا

باطل ہے اور جب ان کے لیے والد یا مولود نہ ہوگا تو وہ پاک ذات تن تنہا ہیں۔
مستحق عبادت فقط حق جل مجدہ ہیں: کیوں کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل جتنے بھی انبیاء کرام دنیا کے اندر تشریف لائے تمام کے تمام نے یہی دعوت دی کہ مستحق عبادت فقط اللہ تعالیٰ ہیں چنانچہ انبیاء سابقینِ کی تبلیغ کے دوران بہت سارے کفار ومشرکین نے دعوی کیا کہ میں معبود ہوں اور تم لوگ عابد ہو لہٰذا میری پرستش کرو مثال کے طور پر فرعون نے دعوی کیا اسی طرح نمرود نے دعویٰ کیا اور یہ تمام کے تمام ہلاک وبرباد ہو گئے اب بھلا بتایئے کہ جو معبود ہو تو کیا وہ ہلاک وبرباد ہوسکتا ہے ہرگز نہیں۔ اسی طرح اس زمانہ میں کفار نے یہ بھی کہا کہ ہمارا معبود لات وعزیٰ ہے چنانچہ وہ ہلاک وبرباد ہو گئے بہر حال یہ تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ خداوند قدوس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں جب ان کے علاوہ معبود نہیں تو ان کے علاوہ کوئی اور مستحق عبادت نہیں ہوسکتا۔ مستحق عبادت فقط حق جل مجدہ ہیں اس پر دوسری دلیل اور لیجئے کہ جب کارنامۂ وجود سب اس کی ذات سے متعلق ہوا تو اس کا دینا لینا اسی کا کام ہوگا جیسے آفتاب ہے زمین کو نور عطا کرتا ہے اور ہر کسی کی ذات وصفات کا وجود اسی کی عطا ہوگا اور ہر ایک کالعدم اسی کی طرف سے ضبطی وجود سمجھا جائے گا اور ظاہر ہے کہ اطاعت کا باعث یہی نفع کی امید یا نقصان کا اندیشہ ہوا کرتا ہے نوکر اپنے آقا کی خدمت تنخواہ کی امید پر کرتا ہے اور رعیت اپنے حاکم کی اطاعت یا مظلوم ظالم کی تابعداری نقصان کے اندیشہ سے کیا کرتا ہے خداوند عالم میں جب یہ قدرتیں بدرجہ تمام موجود ہوں تو پھر اس کی اطاعت نہ کی جاوے تو اور کس کی جاوے اور سوائے اس کے اسی طرح اور کسی کی اطاعت کی جائے کیوں؟ کی جائے اور کون ہے جس کو نفع یا نقصان کا اصل میں اختیار ہو یہ اختیار تو جب ہو جب کہ وجود خانہ زاد ہو۔ ہاں اس کے نائبوں کی تابعداری یعنی ان لوگوں کی اطاعت جو اس کے حکم سناتے ہیں خود اسی کی اطاعت ہے وہ محض پیغام رساں ہیں اور سب احکام اسی کے ہیں۔

بہر حال خدا تعالیٰ محتاج و مجبور نہیں ہوسکتا وہ ہر طرح سے غنی اور بے نیاز ہے اس صورت میں سوا خدا کے اوروں کی عبادت جیسے ہنود و نصاریٰ کرتے ہیں بالکل خلاف عقل و نقل ہوگی اس کا مستحق سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہوسکتا خاص کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور شری رام، شری کرشن، کو معبود کہنا یوں بھی عقل میں نہیں آسکتا کہ وہ کھانے پینے کے محتاج تھے پاخانہ پیشاب مرض اور موت سے مجبور تھے خداوند قدوس وہ ہوگا جو ہر طرح سے غنی اور بے نیاز ہو محتاج اور مجبور اور وہ بھی ایسی ایسی چیزوں کے سامنے جیسے پاخانہ پیشاب خدا تعالیٰ سے کسی بھی صورت میں نہیں ہوسکتا۔

اس بات پر ''پادری تولس صاحب'' اثناء تقریر کھڑے ہوکر مولوی صاحب سے فرمانے لگے آپ پاخانہ پیشاب کا لفظ نہ فرمائیں؟ مولوی صاحب نے کہا کیا آپ کو احتمال توہین ہوا اگر اس لفظ میں ایماں توہین ہوتا تو ہم ہرگز نہ کہتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین بھی ہمارے نزدیک مثل توہین حضرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم موجب کفر و ارتداد ہے مولوی محمد طاہر عرف موتی میاں صاحب نے فرمایا آپ پاخانہ پیشاب نہ کہیے بلکہ بول براز کہیے۔

مولوی صاحب نے فرمایا بہتر یوں ہی سہی خیر مولوی صاحب نے فرمایا جو ایسا محتاج و مجبور ہو اس میں خدائی کجا...... نصاری کا یہ قول کہ خدا تعالیٰ تین ہوکر پھر ایک ہے ایسا ظاہر البطلان ہے کہ کوئی عاقل اس کو تجویز نہیں کرسکتا یہاں تک کہ خود نصاریٰ بھی بروئے عقل اوروں ہی کے ہم سفر ہیں اگر کہتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ من جملہ اسرار خداوندی ہے ہماری عقول ناقصہ میں نہیں آسکتا مگر یہ جب معلوم ہوگیا کہ مستحق عبادت بجز خداوند وحدہ لاشریک لہ اور کوئی نہیں تو اور سنئے عبادت بمعنی اطاعت ہے اور اطاعت دوسروں کی رضا کے موافق کام کرنے کو کہتے ہیں پر دوسرے کی رضا عدم رضا کے اس کے بتلائے معلوم نہیں ہوسکتی اگر وہ خود کسی طرح اظہار نہ کرے تو پھر اس کے ظہور کی کوئی صورت نہیں ہم باوجودیکہ جسمانی ہیں کثافت ہماری ذات کے ساتھ ہے

ہماری مافی الضمیر اور ہماری رضا اور غیر رضا کی بات تو بے ہمارے اظہار کے ہو ہی نہیں سکتی خواہ سینے سے سینہ ملا دیں خواہ دل کو چیر کر دکھلا دیں خداوند عالم جو لطیف اور خبیر ہے اس کے مافی الضمیر اور اس کے دل کی بات کو بے اس کے بتلائے کوئی کیا جانے غرض اطاعت خداوندی کے ۔لیے اس کی ضرورت ہے کہ وہ خود اپنے احکام سے مطلع فرمائے عقل نارسا سے اس بات میں کام نہیں چل سکتا کیوں کہ اگر بالفرض ہزار باتوں میں سے کسی، ایک بات کی بھلائی برائی ہزاروں میں سے کسی ایک دو کو معلوم بھی ہو جائے تو کیا ہوا اس کی خود مختاری سے یہ کیا بعید ہے کہ وہ اپنے احکام میں ان باتوں کا پابند نہ رہے اگر کسی بات کی تخصیص بوجہ کسی مجبوری کے ہے تو حاکم نہیں محکوم ہے اور. محکوم کی خدائی اور معبودیت معلوم اور مجبور نہیں تو اختیار تغیر و تبدل احکام ضروری ہوگا جس سے حسن وقبح کی پابندی نہ رہے گی بالجملہ دوبارہ احکام انتظار اظہار خداوندی ضرور ہے۔ مگر جب سلاطین دنیا اپنے احکام بذاتِ خود ہر مکان و دکان پر جا کر ہر کسی کو نہیں سناتے وہ خداوند احکم الحاکمین جس کی شوکت وحکومت کے سامنے سلاطین، دنیا کی حکومت اور شوکت کو کچھ نسبت ہی نہیں کیوں کہ ہر کسی سے کہتا پھرے گا جیسے بادشاہان دنیا اپنے مقربین سے اپنے احکام کہا کرتے ہیں اور وہ اوروں کو پہنچا دیا کرتے ہیں خداوند کریم بھی اپنے احکام کو اپنے مقربین کے ذریعہ اوروں کو پہنچایا ہے۔

حضرت نانوتویؒ کی تقریر وحدانیت پر

اوّلاً حضرت مولاناؒ نے پادری کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ جناب آپ کا دعویٰ آسمان سے بات کر رہا ہے اور آپ کا اشکال زمین سے بات کر رہا ہے ایسے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپکا کوئی مذہب نہیں ہے کیوں کہ دعویٰ تو کرتے ہیں کہ جیسے ہمارا خدا واحد حقیقی ہے ایسے ہی وہ باوجود احد حقیقی کے کثیر بھی حقیقی ہے یعنی وہ بھی حقیقی کے اعتبار سے تین ہے۔ سو اس اجتماع وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی کے لیے پادری صاحب نے دلیل بیان کی جس سے کثرت حقیقی اور وحدت اعتباری کا اجتماع ثابت ہوتا ہے نہ کہ اصل مطلب کا اثبات پادری صاحب نے جتنی مثالیں بیان فرمائی سب اس قسم کی ہیں توضیح کے لیے اوّل ایک مثال عرض کرتا ہوں سنئے اگر شکر ایک برتن میں ہو اور کیوڑہ ایک برتن میں اور پانی ایک برتن میں اور پھر ان تینوں اشیاء کو ایک کٹورے میں ڈال کر شربت بنائیں تو گو دیکھنے میں وہ تینوں فی الحال ایک چیز نظر آتی ہیں مگر عقل صائب ہنوز ان تینوں چیزوں کو بدستور کثیر مختلف الحقیقت سمجھتی ہے غرض ان تین چیزوں تین مزوں کے ملایا ہے اگر وہ تینوں شربت بن جانے کے وقت تین نہ رہتی تو وہ تین یا تین جو مطلوب تھیں یعنی شیرنی اور خوشبو اور تسکین حرارت یا یوں کہئے رفع تشنگی کا ہے تو حاصل ہوتی کچھ اور ہی بات ہو جاتی۔

لہٰذا جس طرح یہاں تین چیزیں ایک ظرف میں اکٹھی ہو گئی ہیں اور اس وجہ سے باوجود کثرت اور تثلیث حقیقی کے مشاہدہ کے وقت ایک نظر آتی ہیں اور آنکھ سے ہر ایک جزو کو جدا جدا تمیز نہیں کر سکتے ایسے ہی پادری صاحب نے جتنی مثالیں بیان فرمائی ان سب میں تین تین چیزیں ایک جا اکٹھی ہیں اور نظر سرسری اجمالی میں ہر جگہ وہ تینوں ایک نظر آتی ہیں اور باہم متمیز نہیں ہوتیں ورنہ حقیقت میں سب مثالوں میں

مضامین مختلفہ مجتمع ہیں عقل حقیقت کے نزدیک ہنوز بدستور ایک دوسرے سے متمیز ہے
یعنی ہر ایک کے آثار ولوازم جدا جدا ہیں ہر ایک کے لیے سیدھی بات مطلوب ہیں
خواہش نفسانی کا مثلاً کچھ اور کام اور قوت خیالیہ کا کچھ اور کام ہے اور اگر بعد اجتماع
کثرت نہ رہتی وحدت ہو جاتی تو یہ تین مطلب کا ہے کو حاصل ہوتے اسی طرح اور
مثالوں کو تصور کرلیں۔ بہر کیف طول عرض عمق تین مضمون ایک جا اکٹھے ہو گئے ہیں
ور اسی طرح جڑ اور شاخیں اور پتے تین جدا جدا باتیں ایک جا اکٹھی ہو گئی ہیں چنانچہ
ظاہر ہے اہل فہم کو معلوم ہو گا کہ درخت کی مثال میں ہر ایک کی جدائی ظاہر ہے کہ
آنکھوں سے معلوم ہوتی ہے۔ علاوہ بریں اگر یہی اتحاد اور وحدت ہے تو ایسا اتحاد اور
حدث تو اور اعداد میں بھی پایا جاتا ہے تین ہی کی کیا خصوصیت ہے جو تثلیث کا تو
اعتقاد ہے اور تربیع وتخمیس وغیرہ سے انکار پادری صاحب نے جتنی مثالیں بیان
فرمائیں انہیں کو غور کیجئے تو تین سے زائد مضمون مجتمع ہیں ایک کا ہندسہ اگر لکھتے ہیں تو
سوا طول وعرض وعمق موہوم کے اس میں سیاہی اور سیاہی کی چمک اور خوبصورتی وغیرہ
بھی پائی جاتی ہے ایک جان میں کتنی صفات اور احوال ہوتے ہیں ایک پادری
صاحب میں کس قدر اخلاق حمیدہ ہیں ایک خدائے تعالیٰ میں کتنی صفات کمال ہیں
ایک درخت میں ہزاروں شاخیں ہزاروں پتے ہیں اور پھر ہر شاخ و برگ اور پھل
و پھول میں کس قدر رگیں اور نگتیں ہیں علیٰ ہٰذا القیاس۔ یہ ایک خیمہ ہے اور اس میں کتنی
چوبیں ہیں اور کتنے آدمی ہیں ایک کے ہندسہ میں یہ سب کچھ ہے اور پھر ایک کا ایک
روح انسانی میں یہ سب کچھ ہے اور پھر ہر ایک ذات خداوندی میں غیر متناہی صفات
کمالیہ ہیں اور پھر ایک کی ایک پادری صاحب میں یہ سب کچھ اور پھر ایک کے ایک
درخت میں یہ سب کچھ ہے اور پھر ایک کا ایک اگر یہی اجتماع کثرت حقیقی اور وحدت
ہے تو پادری صاحب نے تثلیث ہی پر کیوں قناعت فرمائی تربیع اور تخمیس بلکہ تسدیس
وتسبیع وتثمین بلکہ تالیف وغیرہ کا اعتقاد بھی پادری صاحب کو ضرور تھا۔ پھر اس پر پادری

نے یہ کیسی الٹی بات کہی کہ توحید بے تثلیث کے نہیں ہو سکتی اگر کہنا تھا تو یہ کہتا کہ تثلیث بے توحید سمجھ میں ہیں آتی اور ممکن ہی نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ ثلثہ تین واحدوں کو کہتے ہیں تین واحدوں کے اکٹھے ہو جانے سے ثلثہ بن جاتا ہے یعنی تین واحد کے اجتماع سے تین کا عدد حاصل ہوتا ہے سو اس سے ظاہر ہے کہ تین کا سمجھنا اور تین کا وجود بے واحد ممکن نہیں اور ایک کا وجود ایک سمجھ لینا بے تین کے متصور ہے۔

اور ان سب باتوں کو قطع نظر کیجئے وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی کا ایک شے میں مجتمع ہونا محال ہے جیسے ایک وقت میں ایک شئ کا ہونا اور نہ ہونا کی عقل اور ایک وقت میں ایک جا پر دھوپ اور سایہ کا ہونا اور گرمی و سردی کا ہونا محال ہے کسی عاقل اسکو تجویز نہیں کر سکتی ایسے ہی وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی اجتماع کو کسی کی عقل تجویز نہیں کر سکتی علاوہ بریں جاہلوں کو ہر فن میں اس فن کو اہل کمال کا اتباع اور تقلید ضروری ہے اس نظر سے بھی اس اجتماع کے محال ہونے کو ماننا لازم تھا کیوں کہ ہر مسئلہ منجملہ مسائل معقول ہے سو تمام معقولیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اجتماع النقیضین اور اجتما الضدین محال ہے پھر جب وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی دونوں باہم متضاد ہوں تو ان دونوں کا ایک پہ اعتراض کیوں کر تسلیم کی جائے۔

حاصل تقریر تو ہو چکا لیکن بغرض توضیح راقم کی یہ گذارش ہے کہ اگر کوئی کم عقل بھی یہ تجویز بھی کر سکے کہ وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی میں تضاد نہیں تو البتہ معتقدان تثلیث کو اہل عقل نہ سہی دیوانوں ہی کے سامنے منہ کرنے کی گنجائش ملتی مگر جب کوئی شخص بھی اس مضمون کو تجویز نہ کر سکے تو پھر خدا جانے کس بھروسہ اس مسئلہ کو اہل توحید کے سامنے پیش کیا کرتے ہیں۔ تمام جہاں کے مذاہب کو دیکھئے تو گویا کوئی مذہب کتنا ہی باطل کیوں نہ ہو پر اس میں بھی ایسا مسئلہ مخالف عقل نہ ہوگا جیسا کہ مسئلہ تثلیث مخالف عقل ہے مگر افسوس صد افسوس ایسی بات تو قبول کر لیں اور ایسے ایسے پوچ اعتراض کریں جن کے لیے اہل عقل کے نزدیک جواب کی حاجت ہی نہ ہو۔

شفقتِ خداوندی کی کوئی حد نہیں

بحوالہ: حجۃ اللہ البالغہ، مصنفہ: حضرت شاہ صاحبؒ

قرآن کریم کی مختلف جگہوں پر حق جل مجدہ نے اپنے ایمان والے بندوں کو دو چیزوں کے نقصان پر اطلاع دی ہے اور یہ حق تعالیٰ کی نہایت شفقت ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ایسا چاہتے ہیں جیسے ماں باپ اولاد کو چاہتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ماں باپ کو بھی اپنے بچوں کیساتھ اتنی محبت نہیں ہوتی جتنی اللہ کو اپنے بندوں کے ساتھ ہے کیونکہ والدین کو اولاد کیساتھ جو کچھ محبت ہے وہ بھی خدا ہی کی دی ہوئی ہے اور جب وہ بھی خدا ہی کی دی ہوئی ہے تو اس سے سمجھ لیجئے کہ خود خدا تعالیٰ کے پاس کتنی محبت ہوگی کیوں کہ جو کوئی کسی شئی کو منقسم کرتا ہے تو اسکے پاس وہ چیز دوسروں سے زیادہ ہوا کرتی ہے اور اگر وہ چیز صفت کمال ہو تو ایک درجہ میں انصاف بھی ہوگا اور دوسروں کی تو یہ حالت ہے کہ کسی چیز کے بانٹنے اور اور دینے دلانے سے ان کے پاس وہ چیز کم ہو جاتی ہے مگر خدا تعالیٰ کے یہاں کمی نہیں ہوتی اور کمی ہوسکتی ہے تو خدا تعالیٰ نے جو اتنے بندوں میں ماں باپ کو محبت دی ہیں اس سے خدا کے یہاں یہ صفت کی کچھ کمی نہیں رکھتا کیوں کہ اوّل تو صفت کمی کا احتمال نہیں دنیا میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ بعض دفعہ ایک شخص کے اخلاق حمیدہ دوسرے پر زیادہ ہوتے ہیں مثلاً شاگرد ہیں استاذ کی صفت کا اثر پہنچتا ہے نیز دوسرے اخلاق حمیدہ بھی صحبت کے اثر سے اس میں پیدا ہو جاتے ہیں مگر اس سے استاذ کی صفت میں کمی نہیں ہوتی حالانکہ استاذ کی صفات حادث اور ممکن ہیں صفت حادثہ ممکنہ میں بھی دوسرے کے افادہ سے کمی نہیں آتی ہیں تو حق تعالیٰ کی صفات میں جو کہ قدیمہ اور واجبہ ہیں یہ احتمال کیوں کر ہوسکتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ بیان کر چکا ہوں کہ

حق تعالیٰ کے یہاں ہر چیز کے خزانے بے انتہا اور غیر متناہی ہے بس اگر بفرض محال صفت میں افادہ سے کمی کا احتمال بھی ہوتا تو لا متناہی کی وجہ سے وہ احتمال مرتفع ہو جاتا ہے بہر حال خدا تعالیٰ کی محبت جتنی بندوں کے ساتھ تھی دوسروں کو اس میں سے کچھ حصہ دیتے اس میں کمی نہیں آتی اور جب ماں باپ کی محبت کا یہ حال ہے جو رات و دن مشاہدہ ہوتا رہتا ہے اور وہ خدا ہی کی دی ہوئی شئ ہے تو خود خدا تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ کیسی محبت ہوگی اس کا تو اندازہ بھی نہیں ہو سکتا بہر حال اس محبت کا مقتضا یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو ہر قسم کے نفع و ضرر پر مطلع فرما دیا جو کام کی بات تھی وہ بھی بتا دی اور جو نقصان کی چیز تھی اس پر بھی مطلع فرما دیا اسی طریقے سے قرآن کریم کی دوسری آیت کے اندر دو چیزوں کا بیان ہے جو انسان کو پیاری تھیں اور ان میں انسان کا کچھ نقصان بھی ہے مگر نقصان کے ساتھ ان میں کچھ نفع بھی ہے اس لیے یہاں ایسا لفظ استعمال فرمایا ہے جو لغۃً نفع کے لیے بھی بولا جا سکتا ہے اور نقصان کے لیے بھی گو عرف میں اس کا استعمال ضرر میں زیادہ ہے پس یا تو یہ کہئے کہ اس جگہ دو محبوب چیزوں کے نفع و ضرر دونوں پر مطلع کیا ہے یا عرف کے اعتبار سے یوں کہئے کہ صرف انکے ضرر پر مطلع کیا ہے اور ایسی چیزوں کے نقصان پر مطلع کرنے کی ضرورت بھی زیادہ تھی جو محبوب کیلئے باعث تکلیف نہ ہو گرچہ کبھی مکروہات میں بھی انہماک ہو جاتا ہے مگر محبوب چیزوں میں انہماک زیادہ ہوتا ہے اسی لیے طبیعت بیمار چیزوں سے زیادہ روکتی ہے جو مرغوب نہیں اور ان میں ہر مریض کا نقصان ہے اب سمجھئے کہ وہ چیزیں کیا ہیں جن کا بیان اس آیت میں ہے سو وہ دو چیزیں ایک مال اور ایک اولاد اور ان میں دو باتیں ہیں ایک تو ان کا مرغوب و محبوب ہونا سو یہ بہت ظاہر ہے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ یہ دونوں چیزیں مرغوب ہیں انسان مال و اولاد کے واسطے کیا کیا کرتا ہے اور ان کے لیے کیسی کوشش کرتا ہے سب کو معلوم ہے جس سے ان دونوں کا محبوب ہونا ایسا ظاہر ہو گیا ہے کہ اس میں کچھ بھی خفا نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ دنیا میں جتنے محبوب مشاغل اور جس قدر دھندے ہیں۔ سب انہی دو کے واسطے ہیں بہر

حال وعظ میں حضرت حکیم الامتؒ نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ روشنی کا زیادہ اہتمام کرنے میں مشغول ہیں تو اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ (بقدر ضرورت روشنی کافی ہے زیادہ کی کیا ضرورت ہے اس میں علاوہ اسراف کی کھلا ہوا نقصان یہ ہے کہ سامعین کا دل وعظ میں پوری طرح نہیں لگتا ہر ایک کی نظر اس پر رہتی ہے کہ اب وہ چراغ گل ہوا اور وہ بھڑکا اسی لیے میں بھی علاوہ اسراف کے اتنا حرج تو کھلا ہوا ہے کہ کسی کا دل نماز میں اور قرآن میں نہیں رہتا خصوصاً ان لوگوں کا جو روشنی کے مہتمم ہوتے ہیں وہ تو بس یہی دیکھتے رہتے ہیں کہ اب فلاں فانوس بھڑک اٹھا اسے کم کرنا چاہیے۔اب دوسرے گل ہوگیا اسے جلانا چاہیے اور جو چیز اصل مقصود ہیں یعنی قرآن سننے میں حارج ہو جس پر ختم قرآن موقوف ہے تو بتلایئے وہ قابل ترک ہے یا نہیں یقیناً یہ سب چیزیں قابل ترک ہیں مگر آج کل رسم پرستی کا سپر اتنا اثر غالب ہے کہ باوجود ان کے کھلے نقصانات کے پھر بھی ان کو کیا جاتا ہے اور جو شخص منع کرے اس سے خفا ہوتے ہیں، کہ اس سے اصل کام میں خرچ ہوتا ہے یعنی عقائد کا قصہ تو الگ رہا (لوگوں نے اس کو لازم اور ضروری سمجھ رکھا ہے چنانچہ بدوں مٹھائی کے ختم قرآن ان کے نزدیک معیوب ہوگیا ہے اور مباح کا اتنا التزام جو فساد عقیدہ کو مستلزم ہو جائے ناجائز و بدعت ہے مگر اس سے قطع نظر کر کے میں یہ کہتا ہوں کہ اس سے اصل کام میں بھی حرج ہوتا ہے چنانچہ بارہا دیکھا ہوگا کہ کسی مسجد میں نمازیوں کی تعداد کے موافق مٹھائی گئی مگر درمیان میں نمازی بڑھ گئے اور مٹھائی تھوری معلوم ہوئی تو اس وقت ایک دو آدمیوں کو بازار بھیجا جاتا ہے کہ ایک دو روپیوں کی مٹھائی اور لے آؤ پھر یہ آدمی تو جماعت سے بالکل محروم رہے اور جو جماعت میں شریک رہے وہ بھی ہر دو رکعت پر سلام پھیر کر دیکھتے رہتے ہیں کہ وہ آگئے یا نہیں اگر ان کو کسی وجہ سے دیر ہوگئی تو اب امام صاحب سے کہا جاتا ہے کہ ذرا نماز ٹھہر ٹھہر کر (سکون) سے پڑھیں جلدی نہ کریں تاکہ ختم تک مٹھائی لانے والے پہنچ جاویں انکی نماز بھی (ساری) مٹھائی کے مراقبہ میں ختم ہوتی ہے آخر یہ حرکت خرافات میں سے ہے یا نہیں۔

اسلام میں توحید کامل

بحوالہ: اصلاح ظاہر، ص: ۲۵۸۔

ایک جاہل ہندو سنیاسی نے خود واقعہ مجھ سے بیان کرتا تھا کہ اس کو خدا تعالیٰ کا دیدار کا شوق غالب ہوا اور یکے بعد دیگرے ہندو پنڈتوں سے اس شوق کا ظاہر کیا کہ مجھے خدا تعالیٰ کو دکھلا دو سب نے اس سے انکار کیا مگر ایک مہنت نے وعدہ کیا کہ جب سورج چھپے گا تو دریا کے کنارے پر دکھلا دیں گے اس کو شوق غالب تھا وقت پر پہنچا مہنت نے یہ حرکت کی تھی کہ ایک کچھوے کو گرفت کر کے اس پر چراغ جلا کر رکھ دیا تھا جب آفتاب غروب ہو گیا تو اندھیرے میں دور سے روشنی نظر آئی مہنت نے کہا دیکھو وہ خدا ہے اس نے بھی دیکھا کہ روشنی تو نظر آتی ہے مگر اس کی یہ حالت ہے کہ اچھلتی ہوئی حرکت کر رہی ہے یہ تحقیق کے لیے روشنی کی طرف دوڑا مہنت نے کہا کہ ہائے ہائے وہاں مت جانا ورنہ جل جاؤ گے خدا کا دیدار دور ہی سے کرنا چاہیے اس نے کہا کہ اگر مر گیا تو کچھ پرواہ نہیں میں تو خدا کو پاس ہی سے دیکھوں گا اگر اس کی روشنی سے جل بھی گیا تو اس سے اچھا اور کیا عمل ہو سکتا ہے جب نزدیک پہنچا تو دیکھا کہ کچھوے پر چراغ رکھا ہوا ہے اب تو اس نے مہنت کو خوب لتاڑا کہ یہ کیا حرکت تھی وہ کہنے لگا کہ بھائی خدا کو بھی کوئی دکھلا سکتا ہے مگر میں نے تیری تسلی کے واسطے یہ ایک ترکیب کی تھی یہ تو ہندو کا واقعہ ہے ایک مسلمان صاحب کا واقعہ سنئے کہ اس نے ایک ڈاکٹر مشاغل کے سامنے وہ دعویٰ کیا کہ میں خدا تعالیٰ کو دکھلا سکتا ہوں (نعوذ باللہ) وہ بے چارا مشتاق دیدار آمادہ ہو گیا ہمارے قصبہ کے پاس ایک گاؤں ہے غوث گڑھ وہاں ایک مسجد کی عمارت بہت عالیشان ہے اب وہاں مسلمان کوئی بھی نہیں اور مسجد بھی ویران ہے مگر۔ ''از نقش ونگار در و دیوار شکستہ آثار بد بدست صنایو د عجم را''

نقش ونگار اور شکستہ دیوار سے شاہان عجم کے آثار کا پتہ چلتا ہے اس مدعی نے

دیدار کے لیے اس مسجد کو تجویز کیا اوران صاحب کو رات کے وقت لے گیا اور مسجد میں پہنچ کر اس نے کچھ وظیفہ بتلادیا کہ آنکھیں بند کر کے پڑھتے رہنا اور جب میں ہو کروں اس وقت آنکھیں کھول دینا چنانچہ تھوری دیر میں آپ نے ہوں کی اور اس شخص نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو واقعی سارے مسجد میں روشنی ہی روشنی تھی مگر اس کے ساتھ یہ بھی دیکھا کہ روشنی کے ساتھ اپنا سایہ بھی ہے پڑھے لکھے آدمی تھے ان کو فوراً خیال ہوا کہ نورحق کے ساتھ یہ سایہ کیسا۔

جب محبوب حقیقی کی تجلی قلب پر وارد ہوتی ہے سب چیزیں فنا ہو جاتی ہیں تجلی حق کے ہوتے ہوئے ظلمت کا نشان کہاں رہ سکتا ہے اس کے بعد اس نے پیچھے کو جو نظر کی تو دیکھا کہ وہ مدعی دیا سلائی ہاتھ میں لیے کھڑا ہے اس وقت دیا سلائی اوّل اوّل چلی تھی دیہات میں نہ پہنچی تھی اس کم بخت نے دیہات میں دیا سلائی سے کام لیا کہ لوگوں کے ایمان کو جلانے لگا یہ دیکھ کر اس شخص نے جوتا نکال کے خوب مرمت کی کہ نامعقول اب میں تجھے خدا دکھلادیں۔تو مخلوق کے ایمان کو برباد کرتا ہے ایسے ہی اس مہنت نے کیا تھا کہ کچھوے کے اشتیاق میں مسلمان ہو گیا میں نے اس لیے کہا کہ جب تو خدا تعالیٰ کے دیکھنے کے واسطے مسلمان ہوا ہے تو یہ بات تو اسلام سے بھی دنیا میں حاصل نہیں ہوسکتی ہاں ان شاء اللہ آخرت میں یہ دولت حاصل ہوگی تو جب تو دنیا میں خدا کو دیکھے گا نہیں تو مسلمان ہی کیسے رہے گا اس نے کہا مجھے اسلام میں ایک ایسی خوبی ثابت ہوئی ہے کہ چاہے دنیا میں خدا کا دیدار ہو یا نہ ہو مگر اسلام کو چھوڑوں گا نہیں اس کے بعد میں نے کہا وہ خوبی کیا ہے کہنے لگا کہ اسلام میں توحید بہت کامل ہے میں ؏رض کیا تجھے اسلام کی توحید کا کامل ہونا کس بات سے معلوم ہوا کہا اس طرح معلوم ہوا کہ جب کوئی دوسرے مذہب کا آدمی اسلام لاتا ہے تو مسلمان اسکو اسی وقت سے اپنے سے افضل جاننے لگتے ہیں اور اس کے ساتھ کھانے پینے لگتے ہیں تو یہ اتحاد اسلامی توحید ہی کا اثر ہے یہ بات کسی مذہب میں نہیں میں نے کہا شاباش تو نے خوب سمجھا۔

سیتا اگر ست رہتی تو راون کے ساتھ نہ جاتی

بحوالہ: شبد ستھیارتھ پرکاش، ص:۴۹۰

رام و اچھمن یہ دونوں بھائی ہیں اور رام کی بیوی سیتا یہ نہایت ہی پاک دامن عورت تھی لیکن اس پر راون عاشق ہو گیا۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد رام کو حکم ہوتا ہے کہ آپ جنگل میں ۱۲ر سال زندگی بسر کریں تو رام نے اپنی بیوی سیتا اپنے بھائی لچھمن کو ہمراہ لیا اور جنگل کی طرف چل پڑا اس کے دونوں بھائی نے چہار دیواری کے مثل زمین پہ خط کھینچا اور سیتا کو وصیت کی کہ آپ اس خط سے باہر کسی بھی صورت میں نہ نکلیں۔

چنانچہ رام اور لچھمن کی موجودگی میں راون نے ایک آدمی کو ہرن کی شکل میں سیتا کے مکان کے پاس بھیجا جب سیتا کی نظر ہرن پر پڑی تو سیتا نے رام، اور لچھمن سے کہا اس کا آپ لوگ شکار کریں بہتر ہے۔ تو دونوں بھائی مذکورہ وصیت کر کے گھر سے باہر نکل پڑے۔ (یعنی آپ اس خط سے آگے نہ بڑھیں گی) چنانچہ اسی دوران راون سیتا کے پاس فقیر بن کر گھر آتا ہے اور آواز لگایا کہ کوئی ہمیں بھیک دے دے۔ اس آواز کو پورا کرنے کے لیے سیتا نے بطور ثواب کے کچھ اسباب لے کر نکلی کہ اس فقیر کو دے دیں لہٰذا سیتا نے اس فقیر کی طرف اس اسباب کو بڑھا تو فقیر راون نے کہا کہ جب تک آپ اس ''خط'' سے آگے نہ بڑھیں گی اس وقت تک ہم آپ کا بھیک نہ لیں گے چنانچہ بھیک نہ لینے کی بناء پر سیتا خط کے احاطے سے آگے بڑھ گئی جب سیتا آگے بڑھی تو فوراً راون سیتا کو گھوڑے پر چڑھایا اور لے کر بھاگ گیا۔ جب رام اور لچھمن گھر واپس آئے تو دیکھا کہ سیتا گھر میں موجود نہیں لہٰذا دونوں بھائی سیتا کی تلاش میں مشغول ہو گئے حتی کہ پتہ چل گیا کہ راون لے کر بھاگا ہے۔

بہر حال یہ واقع بہت طویل ہے میں طوالت کو ترک کرتے ہوئے اس بات کو

ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ ہندو مذہب قطعاً صحیح اور قابل قبول نہیں خود ایک پنڈت نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اگر سیتا ست ہوتی تو راون کے ساتھ نہ جاتی راون کے ساتھ جانا اس بات پر دال ہے کہ سیتا ست نہیں۔ کیوں کہ راون کے ساتھ کئی کئی سال گذاری ہے یہ یقیناً راون نے اس کے ساتھ بدفعلی کی ہوگی اس کی مثال یوں لیجئے کہ جس پر کسی مذہب کا دار و مدار ہو اور وہ خود مذہب کو ترک کر کے کسی اور مذہب کو اختیار کر لے تو اس کو مرتد کہا جاتا ہے اس کی مثال ایسی ہے لہٰذا جس پر ہندو مت کا دار و مدار تھا وہ خود اس مذہب کو پسند نہ کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذہب صحیح نہیں۔

عقیدۂ آریہ

اس کا عقیدہ ہے کہ دیگر معبود کے علاوہ تین معبود اصل ہیں اور ان تینوں کے اسماء یہ ہیں، (۱) برہما (۲) وشنو (۳) شیو۔ اور ان تینوں کے کام بھی الگ الگ ہیں کیوں کہ برہما، یہ ساری مخلوق کو پالتا ہے کسی قسم کی کسی پر پریشانی لاحق ہونے نہیں دیتا ہے اسی طرح وشنو، ہے یہ مخلوق کی روح قبض کرتا ہے یعنی جب کسی مخلوق کی زندگی ختم ہو جاتی ہے تو اسکو متعینہ وقت کے بعد روح قبض کر لیتا ہے اس کے بعد تیسرا شیو ہے مخلوقات کو پیدا کرنے والا ہے یعنی جب جب مخلوقات کی ضرورت پڑتی ہے تو پیدا کرتا ہے یہ تینوں معبود ہیں اپنے اپنے امور کو انجام دیتے ہیں اس کے علاوہ اور معبود ہیں جو طرح طرح کے امور انجام دیتے ہیں۔ (وید)

(**حدیث** : خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم الخ)

مذکورہ حدیث کی طرح ان لوگوں کا بھی عقیدہ ہے کہ جب عالم کو پیدا کیا گیا تھا تو اس وقت کا زمانہ نہایت ہی خیر خواہی اور قابل مدح تھا اور کسی قسم کی برائی نہ تھی اور خرافات نہ تھے اور لوگ اپنی زندگی انتہاہی خوشحالی کے ساتھ گذارا کرتے تھے کسی کو شکوہ وشکایت کا موقع نہ تھا تو اس زمانے کا نام ''ست یگ (सतयुग)'' تھا اسکے بعد دوسرا زمانہ ہے جس کے اندر مذکورہ خیر خواہی کم تھی اور کچھ کچھ برائی کی بو پائی جارہی تھی تو اس زمانہ کا نام پیریک تھا اس کے بعد آیا تیسرا زمانہ جس کے اندر مذکورہ خیر وبرکت اور بھی کم ہوگئی اور کچھ کچھ برائی پائی جانے لگی اس زمانے کا نام برائی کی کثرت اور خیر خواہی کی قلت اور ہر ہر گھر میں برائی پائی جارہی اس زمانے کا نام ہے ''(कलयुग) کل یوگ'' رکھا جاتا ہے۔

☆☆☆

رمائن سے بھی ہم اہل ایمان کی تائید ہوتی ہے

رامائن یہ کہتا ہے کہ ’’ایشور‘‘ ایک ہے، دھرم ایک ہے (مناۃ دھرم) اسی طرح گرنتھ بھی ایک ہے ایشور سے مراد ہے خدا یعنی پورے عالم کو پیدا کرنے والا اسی طرح چلانے والا ایک ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں اس کے بعد رمائن نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ دھرم ایک ہے یعنی انسان فقط اللہ اور رسول پر ایمان رکھیں اس کے علاوہ کسی پر بھی ایمان نہ رکھا جائے۔ اور آگے کہا گیا کہ گرنتھ بھی ایک ہے گرنتھ سے مراد کتاب الٰہی ہے (قرآن شریف) جیسا کہ آگے رمائن کے اندر عبارت مذکور ہے ’’ایشور وانی ویووانی‘‘ کہ کلام الٰہی فقط ایک ہے۔

وید چار ہیں۔ رگ وید۔ اطہر وید، سام وید، یجر وید۔

اور ہندو لوگ جو عبادت کرتے ہیں خاص کر وید ہی کو لے کر عبادت کرتے ہیں اور وید کے اندر حقیقت احمدی کا بھی ذکر ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا ذکر وید کے اندر تقریباً ۳۱ رجگہ ہوا ہے اسی طرح سنسکرت کے اندر بھی تقریباً ۵۷ رجگہ ذکر آیا ہے کہ احمد نام کا شخص ہے جو ایک اہم مذہب پر قائم ودائم ہیں اور وہ مذہب سب سے عمدہ مذہب ہے یعنی یہ کہ ایک عبارت ہے ’’نار اشنس‘‘ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ احمد ﷺ اللہ کا ایک اہم پیغمبر ہیں جو لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھلاتیہیں۔ اسی طرح وید کے اندر ایک عبارت اور مذکور ہے جو حق جل مجدہ کی وحدانیت پر دلالت کرتی اور یہ عبارت کئی جگہ موجود ہے کہ پورے عالم کا خالق و مالک فقط ایک اللہ ہی ہے جس کی نہ کوئی مثیل ہے اور نہ کوئی نظیر ہے۔ بہر حال وید کی عبارت یہ ہے کہ (کینچن) اس کے لفظی معنی آتے ہیں کہ جس کی کوئی نظیر و مثیل نہ ہو اور یہ بات دنیا کے تمام لوگوں کو کالشمس علی نصف

النہار کی طرح معلوم ہے کہ فقط حق جل مجدہ کی نہ کوئی نظیر ہے اور نہ کوئی مثیل۔

اسی طرح اس وید سے ہمارے قرآن پاک کی کئی کئی جگہ تائید آئی ہے ایک تو رگ وید کی عبارت ''گرنت'' کے ذریعہ جو ماقبل میں مذکور ہے دوسری عبارت ''مشال'' کے ذریعہ اور مشال کے معنی آتے ہیں ایک قسم کے روشن کے اور اس کا ذکر قرآن میں مذکور ہے وہ ''سراجا منیرا'' اسی طرح وید کے اندر گوشت کھانے کا بھی ذکر ہے خود وید نے ذکر کیا ہے کہ زمانے کے شروع میں ہر ایک چیز کا گوشت کھانا جائز تھا جیسا کہ رام اور لچھمن نے ہرن کا شکار کیا تھا۔ لیکن جب ہندوؤں کا نیا دور آیا تو جانوروں کا گوشت کھانا بند کر دیا گیا۔ یہ جدید پنڈتوں کا خود ساختہ عمل ہے۔ ''اندہن تمائیرے ویشتی تو بھیاؤتے تو سمجھوتی مپاستے'' جو آدمی ہوا پانی مٹی وغیرہ کے عبادت کرے گا وہ دوزخ کے تاریک حصے میں پہنچے گا اور آگے عبارت مذکور ہے منڈا مانوشی تنوماشرتم پرمبھاؤ جنتوم بھوت مہیشورم (گیتا) میرے خیالات کو نہ جاننے والے مرکھ لوگ مجھ کو جسم والا سمجھنے لگے ہیں حالاں کہ یہ ان کی نہایت ہی بیوقوفی ہے کیوں کہ میرے پاس جسم نہیں۔

بہر حال ان تمام مباحث سے معلوم ہوا کہ ہمارا مذہب یقیناً قابل تسلیم اور برحق ہے اور پنڈتوں کا مذہب قابل تردید اور ناحق ہے۔ نیز ان پنڈتوں نے اپنی عصبیت کی بناء پر مٹی پتھر، گھاس، بھوس، سانپ، بچھو، کو پوجتے ہیں۔

☆☆☆

اشکالات وجوابات

سوال: کیا کوئی آدمی اپنی بیوی کو بہن کہہ سکتا ہے لیکن ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی کو بہن کہا ہے؟۔

جواب: کلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بہن کہا تھا تو وہ دینی نسبت سے کہا تھا (بقولہ تعالیٰ انما المومون اخوۃ الخ) نہ نسبی اعتبار سے جسے آج ہم سب یہ کہتے ہیں کہ سارے انسان بھائی اور ساری عورتیں بہنیں ہیں۔

سوال: یہ بات قرآن وحدیث کے اندر کثرت سے وارد ہوتی ہے کہ حضرت لوطؑ کی بیوی منافقہ کافرہ تھی یہی نہیں بلکہ لوطؑ کے خلاف اپنی قوم کو اکساتی تھی اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کافرہ سے نکاح کرنا جائز نہیں۔

جواب: آپ کے سوال ہی میں اس اعتراض کا جواب موجود ہے کیوں کہ جب آپ نے یہ خود اقرار کرلیا کہ منافقہ تھی تو پھر اعتراض کس بات کی اس لیے کہ ظاہر میں تو وہ مومنہ تھی جب ظاہر میں اس کے اندر ایمان تھا تو نکاح درست ہے اس لیے کہ شریعت کا فتویٰ ظاہر پر ہے اور باطن کا علم صرف خدا کو ہے تو نکاح درست ہے اور دوسری بات تو یہ کہ یہ نکاح قبل از نبوت ہوا اور ممکن ہے کہ بعد نبوت فسخ کا جواز ان کے دین میں موجود نہ ہو اور یہ بھی کیا عجب ہے کہ انبیاء سابقین کے دین و مذہب میں کافرہ عورت سے نکاح درست رہا ہو اور دین محمدی میں ممنوع ہو۔

سوال: جس طرح تم یہ کہتے ہو کہ ہم خانہ کعبہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے ہیں تاکہ حد درجہ کی تعظیم ہو تو ہم لوگ بھی اس لیے مورتی رکھ کر پوجا کرتے ہیں تاکہ بھگوان کی تعظیم ہو۔ حالاں کہ تم سب سے زیادہ بت پرستی میں مبتلا ہو کیوں کہ اگر تم خانہ کعبہ

کی طرف رخ کر کے نماز نہیں پڑھو گے تو تمہاری عبادت قابل قبول نہ ہوگی۔اور اگر ہم بغیر مورتی کے بھی پوجا کریں گے تو بھی میری عبادت میرے بھگوان کے یہاں قابل قبول ہے۔

جواب: پنڈت جی؟ اگر آپ اس مورتی کی عبادت اس لیے کرتے ہیں تاکہ حد درجہ کی تعظیم ہو تو پوجا کرنے کے بعد مورتیوں کو دریاؤں اور ندیوں میں کیوں پھینک دیتے ہیں۔ بخلاف میرے۔ خانہ کعبہ کہ ہم لوگ ازل سے اب تک اسی کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔اور اس کی رخ کے علاوہ دوسری طرف اس لیے نماز ادا نہیں کرتے ہیں تاکہ لوگوں کے درمیان دشواری پیدا نہ ہو مزید حق جل مجدہ نے اسی کی طرف رخ کرنے کی اجازت دی۔اور آپ کو مورتی پوجنے کی کس نے اجازت دی۔فہو باطل۔

سوال: تمہارا یہ بھی کہنا ہے کہ حضور ہر چیز سے افضل ہیں حتی کہ خانہ کعبہ وعرش وکرسی تو پھر تم حضور کی طرف رخ کر کے نماز کیوں نہ پڑھتے ہو۔

جواب: ہم یہ بالکل درست کہتے ہیں کہ ہمارے نبی سب سے افضل ہیں ہمارے نبی کا مرتبہ ہر ایک شئ سے افضل ہے لیکن نبی سے بڑھ کر بھی خدا کا مقام ہے تو ہم اسی خدا کی عبادت کرتے ہیں اور درحقیقت ہم اس کی طرف اپنے دل کا رخ کرتے ہیں نماز میں کعبہ کی طرف رخ کرنے سے یہ مقصد نہیں ہے کہ اس کی عبادت کرتے ہیں بلکہ اس میں سب سے افضل وبالاتر اللہ رب العزت کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور اگر کسی نبی یا رسول یا اپنے جناب محمد رسول ﷺ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں تو کتنے ہی لوگ ایسے گذرے ہیں اس دنیا میں کہ ان کی نماز کبھی درست نہ ہوتی اس لیے کہ انہیں کیا معلوم ہے کہ اس وقت ہمارے نبی کہاں موجود ہیں اس لیے کہ کبھی جنگ میں تشریف لے جاتے تھے اور کبھی مدینہ میں کسی اور غرض سے جاتے تھے کبھی بتقاضہ بشری کسی طرف جایا کرتے تھے تو جو لوگ پاس میں موجود ہوتے ان کی نماز تو

ہوجاتی اور جو موجود نہ ہوتے ان کی نماز کبھی بھی نہ ہوتی۔اور یہ بات بھی مسلم تھی کہ نبی ﷺ کو ایک دن اس دنیا سے کوچ کرنا ہے تو آپ کی رحلت فرمانے کے بعد امت کس طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے اس صورت میں حاضر وغائب کسی کی بھی نماز نہیں ہوتی نیز عاجز آکر قبر پرستی شروع ہوجاتی جیسا کہ تمہارے دھرم میں ہے اور اس امت کا شیرازہ بکھر جاتا حالاں کہ ہمارا امتیاز ہی دوسری قوموں پر یہی ہے کہ ہم خدا کے علاوہ کسی کو سجدہ نہ کریں اور نہ ہی قبروں کی پوجا کریں۔ نیز اسی طرح اگر ہم نبی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تو شیطان دل میں یہ خیال پیدا کرتا اور ضرور پیدا ہوتا کہ یہ خدا کے قائم مقام ہے ان سے حاجتوں کو کہو مرادیں مانگو۔ اسی طرح سے ہم خدا کو بھول جاتے اور تمہاری طرح ہم بھی کبھی کسی کو خدا مانتے اور کبھی کسی کو۔ بعد ہمارا یہ سجدہ خانہ کعبہ کی طرف کرنا کسی افضل وغیر افضل کی بنا پر نہیں ہے بلکہ حکم خداوندی پر موقوف ہے اگر وہ کسی درخت کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے کو کہتے تو ہم اسی طرف رخ کر لیتے وہی ہمارے لیے افضل ہوں گی۔

سوال: اگر تم یہ کہتے ہو کہ آپ کا کریا کرم یعنی بال چھیلانا کہ جب کوئی رشتہ دار مر جاتے ہیں غلط ہے تو میں بھی یہ کہتا ہوں کہ تم بھی تو کسی کے نام پر روزہ رکھتے ہو اور تیجا دسواں بیسواں کراتے ہو۔اور اور بغداد، اجمیر، چادر چڑھانے جاتے ہو۔آخر ایسا کیوں؟

جواب: پنڈت جی آپ کا یہ اعتراض غلط ہے۔اعتراض میں آپ نے یہ کہا کہ کسی کے نام پر روزہ رکھتے ہو تیجا چالیسواں کرتے ہو اور اجمیر چادر چڑھانے جاتے ہو۔

یہ اعتراض بھی محض بے علمی ونافہمی وکم فہمی پر مبنی ہے اگر آپ کو ہمارے دین کا مطالعہ ہوتا تو آپ ہرگز یہ سب اشکال نہ کرتے کیوں کہ ہمارے دھرم میں روزہ صرف اللہ کے لیے رکھا جاتا ہیں نہ کہ کسی انسان کے نام پر اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ بھی اس دھرم سے نکل کر تمہارے دھرم میں داخل ہوجاتا ہے۔

یہ تیجہ چالیسواں بھی یہ سب ہمارے دھرم میں نہیں ہیں اگر کسی نے کہیں سے

سیکھا ہے تو تمہارے ہی دھرم میں سے آئی ہے اور تمہارا دھرم بالکل غلط ہے لہٰذا یہ بھی غلط ہے لہٰذا اسلام کی خوبی اور تمہارے دھرم کی کجی ثابت ہوگئی۔

سوال: ہمارے پنڈت شری لال برہما نے ۱۰۰ ارشادیاں اس لیے کی تاکہ آدمی کی زیادتی ہو کیونکہ اس زمانے میں آدمی کی بہت ہی اقلیت تھی۔اور تمہارے رسول ﷺ نے گیارہ گیارہ شادیاں کیوں کی حالاں کہ اس زمانے میں آدمی کی کثرت تھی۔

جواب: اس کا جواب تمہاری کھوپڑی میں خود آجاتا اگر تم غور کرتے اس لیے کہ تم نے اپنے علم میں (۱۰۰) سو شادیاں کی علت قلت انسان کو جانا اور مانا ہے تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ اسی طرح سے جواب دیں اب تم خود ہی غور کر سکتے ہو کہ برہما کے زمانے میں قلت تھی تو ۱۰۰ ارشادیاں کی مگر جب حضور ﷺ کا زمانہ آیا تو انہوں نے صرف گیارہ پر اکتفاء کرلیا اسکو تو ہم بھی یہی کہیں گے کہ نبی کے زمانے میں ذرا تعداد کچھ زیادہ ہوگئی مگر ابھی بھی کم ہی تھی تو اتنی کمی تھی کہ صرف گیارہ سے کام پورا ہو سکتا تھا لہٰذا گیارہ پر اکتفا کرلیا۔ یہ تو تمہاری عقل کے مطابق جواب ہے۔لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے ہمارے نبی ﷺ بہت شفیق و مہربان تھے ان کا کام مصلحت سے خالی نہیں ہر ہر نکاح میں انسانوں کا بہت بہت فائدہ چھپا ہوا تھا بیوہ سے عقد اس لیے کر کے دکھاتے تھے کہ بعد کے لوگ بیوہ سے نکاح کرنے میں عار محسوس نہ کریں اسی طرح خود لمبی عمر ہونے کے باوجود کنواری سے بھی نکاح کیا تاکہ لوگ یہ بھی سمجھ لیں کہ اس عمر میں ایسی لڑکی سے نکاح بھی درست ہے نیز حضرت زینبؓ سے نکاح کیا تاکہ لوگ اس عقد نکاح کو بھی جائز سمجھ لیں۔

سوال: امہات المومنین کو امہات المومنین کیوں کہتے ہیں اگر تم امہات المومنین کہتے ہو تو حضرت علیؓ کی بھی مائیں ہو جائیں گے اور ان کی لڑکی بہن ہو جائے گی تو پھر ان پر پردہ کرنے کا حکم کیوں نازل کیا گیا کیوں کہ ماں سے پردہ نہیں کیا جاتا۔

جواب: مسئلہ بالکل واضح ہے کہ ازواج رسول ﷺ کو امہات کہنا اور ماننا یہ ازراہ

ظاہر و حقیقت نہیں ہے بلکہ یہ رشتہ تو روحانی رشتہ ہے اور حرمت نکاح تو حقیقت و ظاہر کی وجہ سے ہے نہ کہ روحانی تعلق کی وجہ سے۔

یہی وجہ ہے کہ ان سے پردہ کا بھی حکم کر دیا گیا ہے کہ یہ حقیقی رشتہ ماں و اولاد کا نہیں ہے مگر یہ تو محض توقیر و تعظیم کی بنا پر ثابت کیا گیا لہٰذا ان کا رشتہ خونی نہ ہونے کی بنا پر حضرت علیؓ فاطمہؓ کے بھائی نہیں ہو سکتے اور نکاح درست ہے اور پردہ کرنا واجب و لازم ہے نیز نبی ﷺ کو باپ کا درجہ کیوں دیا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ باپ شفیق ہوا کرتا ہے اور نبی ﷺ بھی باپ سے زیادہ شفیق امت کے لیے ہیں اور ان سے زیادہ شفیق تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا اسی غایت درجہ کی شفقت کی وجہ سے ان کو باپ کا درجہ دیا گیا ہے۔ لہٰذا تمہارا اعتراض حقیقت کو لے کر ہے اور ہم حقیقت کو اس جگہ مانتے نہیں تو اس قاعدے سے آپ کا اعتراض یہاں واقع نہیں ہوگا۔

سوال: تم کہتے ہو کہ انبیاء کو معجزہ دیا گیا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ جادوگر ہے کیوں کہ وہ جادو اب بھی موجود ہے تو پھر وہ انبیاء کہاں رہے بلکہ وہ (نعوذ باللہ) جھوٹے ہیں۔

جواب: مذکورہ شبہ کا جواب تو بالکل عام فہم ہے وہ یہ کہ اگر آپ کے پاس کچھ عقل دانش ہوتی تو غور کر لیتے کہ جادو اور معجزہ میں فرق کیا ہے۔ اگر آپ یہ فرق جانتے تو شبہ پیدا نہ ہوتا فرق۔ جادو اور معجزہ میں یہ ہے کہ جادو کا اثر آسمان کے نیچے صرف انہیں چیزوں میں ہوتا ہے جن چیزوں میں انسان تصرف اپنے اختیار سے کرتا ہے اور معجزہ اس کرامت مخصوصہ کو کہتے ہیں جو اس زمین کے نظام سے بلند و بالا ہو کر چاند و سورج تک سرایت کر جاتا ہے جہاں کسی جادوگر کی رسائی ہو ہی نہیں سکتی۔ نیز معجزہ جب جادوگروں کے مقابلہ میں آتا ہے تو جادو ہباء منثورا ہو جاتا ہے اور معجزہ غالب ہو جاتا ہے۔ نیز معجزہ دکھلانا کسی نبی کے اختیار میں نہیں ہے کہ جب چاہے دکھا دے بخلاف جادو کے کہ وہ جادوگر کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے دکھا دے۔ ہر ایک کی مثال ہی سامنے میں ہے جیسا کہ شق القمر کا مسئلہ جادو وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ نیز

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں سے مقابلہ ہوا تو جادوگروں کا جادو مغلوب ہوگیا اور معجزہ غالب آیا نیز اگر معجزہ نبی کے قبضہ میں ہوتا تو حق کی فرمائش پر فوراً پیش کردیا جاتا جبکہ ہر نئے معجزہ کے سوال پر یہی جواب دیا کہ یہ کام خدا کا ہے اور اگر کبھی دکھانا ہوا تو خدا سے دعا کی نہ کہ اپنے اختیار سے دکھایا۔ بہر حال یہی تمام امتیازات جادو اور معجزات میں ہے۔

سوال: الانسان حریص فی مامُنع عنہٗ ۔ کہ انسان حریص ہر ان چیزوں سے جس سے اس کو روکا جائے لہٰذا عورتوں کے مسئلے میں پردے کا حکم نافذ کرکے انسان کو اس کا حریص بنایا جارہا ہے اب بھلا بتایئے کہ یہ اللہ کا کلام کیسے ہوسکتا ہے۔

جواب: جناب معترض صاحب ہمیں تو آپ سے جواب پر جس درجہ تعجب ہے وہ قابل بیان اس طرح کہ جب آپ کو کچھ پتہ نہیں ہے کہ حدیث کیا ہے قرآن کیا ہے اقوال بزرگان کیا ہیں تو آپ کو لب کشائی کرنے کا کیا حق ہوتا ہے اعتراض کرنے کے لیے تو کم از کم کچھ علم ہونا ضروری ہے جب کہ آپ بالکل بے بہرہ ہیں علم سے۔ آپ نے الانسان حریصٌ فی ما منع عنہٗ کو قرآن ثابت کیا ہے یہ تو ہمارے قرآن میں کہیں ہے ہی نہیں لہٰذا اس کو لے کر اعتراض کرنا بالکل نا قابل قبول ہے۔ دوسرے یہ کہ جو عبارت مذکور ہے یہ تو تجربات کی بنا پر لوگوں نے کہہ دیا ہے اور تجربات کا ہمارے دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نیز اگر ہم اس تجربات کو اگر تسلیم کرلیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے دین کی بنیاد جو ہے وہ خلوص پر ہے نہ کہ نفس پرستی پر اور اسلام میں تو نفس پرستی کے لیے ایمان لانا بھی نا قابل قبول ہے۔ کما قال تعالیٰ قالت الاعراب آمنّا قل لم تومنوا ولکن قولوا سلمنا۔

اگر انسان منع کی ہوئی چیزوں کا حریص ہے اس اعتبار سے ان کو یہ حرص ہوگا کہ ہم پردہ نہ کریں تو یہ بات ذہن نشیں کرلیجئے کہ جو منع شدہ اشیاء کا حرص ہے اور وہ ثواب محض نفسانی ہوکر رہ گیا نہ کہ ضرورت زندگی جب یہ نفسانی ہوگیا تو اب اس نفس

کی مخالفت میں یعنی پردہ کرنے میں عورتوں کا مرتبہ خدا تعالیٰ کے یہاں اور بھی بلند ہو جائے گا اور ان کی نیکیوں میں اضافہ ہو جائے گا اور ایمان مضبوط ہو گا جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ ہمارے دین میں خلوص مطلوب ہے تو اب اس خواہش اور حرص کے باوجود اگر وہ پردہ کریں گی تو وہ محض اللہ کے خوف سے کریں گی اللہ کی رضا کے لیے کریں گی اور یہی عند اللہ مقبول ہے اور اسی میں کامیابی ہے اور کامیابی ہی میں جنت ہے۔لہٰذا آپ کا اعتراض لغو ہو گیا۔

دوسرے یہ کہ اگر منع کی ہوئی چیزوں سے مردوں کی حرص بڑھ جاتی ہے تو اس کا بھی پہلا جواب تو یہی ہے کہ وہ مذکورہ عبارت کوئی نص کا درجہ نہیں رکھتی ہیں۔پھر بھی اگر ہم اس کو تجربات کی بنا پر صحیح قرار دیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب پردہ کا حکم ہو گیا ہے تو اب ان کی حرص کیسے ہو گی جب وہ دیکھیں گے ہی نہیں جبکہ یہ بات شاہد ہے کہ دیکھی اور چکھی ہوئی چیز کی حرص باعتبار غیر دیدہ و چشیدہ کے زیادہ ہوتی ہے لہٰذا پردہ میں عفت ہے اور بے پردگی میں کچھ اور نہیں تو کم از کم زنائے تو ہونا لازم ہی ہے لہٰذا اسلام نے دور ہی سے ایک حد قائم کر دی ہے۔کہ لوگ اس سے اجتناب کریں۔

بناء بریں وجہ اسلام کے اس قانون کو لے کر اعتراض کرنا یا تو ہٹ دھرمی کی بنیاد پر ہو سکتا ہے یا پھر اعلیٰ درجہ کی عصبیت کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔

براهین الوحدانیة

پہلی دلیل یہ ہے کہ خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا: وللہ خزائن السموٰت والارض۔ اللہ ہی کے لیے آسمان وزمین کے خزانے ہیں، اور دنیا کے اندر جو کچھ کسی کو ملتا ہے اسی کی عطا کردہ اشیا ہیں خواہ وہ کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھنے والا ہو، اس لیے کہ وہی حاجت روا اور مشکلکشا ہے یہ ہے اسلام کا نقطہ نظر اس کے برخلاف رمائن اور منتر کا ہے کہ خیالی اور فرضی دیوتاؤں کو پوجتے ہیں اور ایک دو دیوتاؤں ہی نہیں بلکہ ایک جم غفیر کو خدا مانتے ہیں جو کسی کی حاجت روا نہیں کرسکتا حتی کہ اگر اس کے اوپر کوئی جانور پیشاب پاخانہ کرتا ہے تو اس کو بھی دفع نہیں کرسکتا۔ اور ان کے معبودان باطلہ کے اندر یہ بھی شامل ہیں مثلاً زمین دریا، پہاڑ، جانور، سانپ، بچھو، چوہے، بیل، بھینس، گدھے، سور، درخت فقیر، اور حقیر تمام چیزوں کو خدا مانتے ہیں اور اسکی طرف رجوع کرتے ہیں تا کہ میری حاجت روائی کرے حالاں کہ یہ ان کی نہایت ہی کم فہمی ہے۔ کیوں کھسور، پہاڑ، بیکار شیٔ ہے کہ یہ لوگ جس کے سامنے سر جھکاتے ہیں جس کو نہ کھانے کا شعور ہے اور نہ پینے کا اور نہ حاجت کو پوری کرنے کا اب بھلا بتایئے کہ وہ کیسے خدا ہوسکتا ہے بہر حال چاند ستارے اور سورج وغیرہ ذالک خدا ہونا باطل ہوگیا لہٰذا حقیقی معبود خداوند قدوس کا معبود ہونا ثابت ہوگیا اب مناظرین اسلام سے میں درخواست کروں گا کہ جب بھی آپ کسی سے مناظرہ کریں تو اولاً انکے دلائل کے اوپر روشنی ڈال کر باطل کردیں خود بخود آپ کی بات ثابت ہوجائیگی اور انشاء اللہ آپ فاتح کہلائیں گے۔

بقولہ تعالیٰ: لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا الخ۔

حق تعالیٰ کے علاوہ اگر کوئی دوسرا معبود ہوتا تو یقیناً دنیا کے اندر فساد مچ جاتا

کیوں کہ دو خدا ہونے کے بنا پر ایک کہتا کہ بارش ہو تو دوسرا کہتا بارش نہ ہو اسیطرح عالم کے اندر ایک ولولہ مچ جاتا۔ بہرحال عالم کا صحیح وسالم رہنا اس بات پر دال ہے کہ خدا ایک ہے دو نہیں۔ اسی طریقے سے آگے اور ارشادِ ربانی ہے:

قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن الله كفواً احد.

محمد ﷺ آپ اعلان کر دیجئے کہ وہ نہ کسی کی اولاد ہے اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے کیوں کہ یہ تمام کے تمام چیز ان کے لیے باطل ہیں۔

اسی طرح خداوند قدوس نے اعلان کر دیا: **و اذا سالك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعانی الآیة** ۔اس آیت کے سبب نزول کے سلسلے میں مفسرین کرام کی رائے یہ ہے کہ چند یہودی نبی اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور انہوں نے کہا کہ اللہ کہاں ہے اس سوال کرنے کے بناء پر مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ اے محمد ﷺ جب آپ سے کوئی سوال کرے کہ اللہ کہاں ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تم لوگوں سے نہایت قریب ہیں یعنی تمہارے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں اور تم جو بھی بات کہتے ہو ہر ایک بات سنتے ہیں اور جو بھی تم نیک و بد کی باتوں کا گمان کرتے ہو ہر ایک باتوں کا جاننے والا ہے، اور فرمایا کہ: **وما کان لنفس ان تموت الا باذن الله کتاباً مؤجلا** ۔اور کسی شخص کو موت نہیں آسکتی جب تک اللہ کا حکم نہ ہو یہ موت ایک مقدر چیز ہے۔ یعنی انسان جو بھی عمل کرتا ہے اللہ کے حکم سے کرتا ہے اگر اللہ روک دے تو انسان ایک بالشت بھی آگے نہیں بڑھ سکتا ہے۔

اسی طریقے سے قرآن نے اعلان کر دیا **ان الحکم الا للّٰہ امر ان الا تعبدوا الا ایاہ** ۔کہ حکم اور حکومت صرف اللہ کی ہے کسی اور کے لیے نہیں پس اسی کی عبادت کرو اور اس کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت کرنا اور متعدد معبود کے سامنے سر جھکانا گویا کہ اپنے سر کو خاک میں ملانا ہے بہرحال وحدانیت کے اوپر احقر نے چند آیتِ کریمہ پیش کی ورنہ پورا کا پورا قرآن اس بات پر دال ہے کہ حق جل مجدہ "ایک"

اس کا کوئی دوسرا نہیں اسی بناء پر شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے نقطہ بیان فرمایا ہے کہ پورے قرآن کا خلاصہ کلام سورۂ بقرہ کے اندر ہے اور سورۂ بقرہ کا خلاصہ کلام سورہ فاتحہ کے اندر ہے اور سورۂ فاتحہ کا خلاصہ بسم اللہ کے اندر ہے اور بسم اللہ کا خلاصہ کلام بسم اللہ کے بؔ کے اندر ہے اور بؔ کا خلاصۂ کلام بؔ کے نقطہ کے اندر ہے اور نقطۂ با ایک ہے لہٰذا حق جل مجدہ ایک ہیں معلوم ہوا کہ پورا کا پورا قرآن اس بات پہ دال ہے کہ حق جل مجدہ ایک ہیں اسی طریقے سے مختلف زمانے میں مختلف انبیاء کرام کو دنیا کے اندر مبعوث کیا تا کہ دین کی دعوت دیں اور جاہل قوم کو راہِ راست پر لائیں اور دین کی دعوت کا دارومدار قوم کی ہدایت پر ہے اور ہدایت کا دارومدار حق جل مجدہ کی وحدانیت ثابت کرنا بہر حال دنیا کے اندر کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام اور مختلف کتب سماویہ کو اس لیے بھیجا گیا کہ حق جل مجدہ کی وحدانیت ثابت ہے۔

البرهان الثانی علی الوحدانیۃ

ان مذکورہ دلائل کے علاوہ یہ سمجھیں کہ عالم کے پیدا کرنے والے اگر دو یا دو سے زائد ہوں گے تو ہرگز کوئی چیز بھی وجود میں نہ آسکے گی اور یہ عالم درہم برہم ہوجائے گا کیوں کہ یہ بات تو یقینی طور پر تسلیم کی جاچکی ہے کہ جس چیز کو خدا کہا جائے اس میں کسی طرح کی کمی اور نقصان نہ ہونا چاہیے اگر ایسا ہو تو عام بندوں میں اور اس میں کوئی فرق نہیں رہ سکتا اس لیے کہ بندے خدا بننے سے اس لیے محروم ہیں کہ ان میں قسم قسم کے نقصانات پائے جاتے ہیں اور وجود کی بات ان کے قبضے میں نہیں ہے کہ جو خوبی اور جو کمال چاہیں اپنے واسطے موجود کرلیں۔ اب اگر خدا بھی ایسا ہی مجبور و ناقص ہو تو اس کو کیا استحقاق ہے کہ ہمارا خدا بن بیٹھے جب یہ بات ثابت ہوگئی تو اب یہ تو کبھی نہیں ہوسکتا کہ آدھی مخلوق ایک خدا کی اور آدھی مخلوق ایک خدا کی عبادت کرے ورنہ ہر خدا میں نصفا نصف خدائی کی کمی اور کسر ہوگی اس بنا پر یہی کہنا پڑے گا کہ ہر ایک خدا پوری پوری خدائی کا مالک ہے مگر اس صورت میں جیسا وہ کامل ہوگا دوسرے پر اس کی تاثیر بھی کامل ہی واقع ہوگی کیوں کہ ممکنات اور خالق کی ایسی مثال ہے جیسے آفتاب یا چاند اور زمین و آسمان وغیرہ کو آفتاب سے آفتاب کی طرح کا اور چاند سے چاند کی طرح کا نور پھیلتا ہے اور زمین و آسمان در و دیوار، کوہ، اشجار، وغیرہ میں سے ہر ایک شئی کو حسب قابلیت منور کردیتا ہے اور چیزیں تو فقط نظر ہی آنے لگتی ہیں لیکن اتنے کا اتنے ہی نور سے کچھ اور حال ہوجاتا ہے الغرض، جتنا چاند و سورج میں فرق ہے۔ اتنا ہی ان کی شاعوں میں اور چیزوں کے منور ہونے میں فرق ہے تو جب خدا کا وجود بڑا ہی کامل ٹھہرا اور مخلوقات کے موجود کرنے میں اس کی تاثیر بھی کامل ہوئی اب اگر ایسے ایسے دو یا کئی خدا ہوں گے اور مخلوقات مشترک ہونگی، تو ہر طرف سے کامل فی کامل وجود ہر مخلوق کے

پیمانے اور حوصلے کے موافق آئے گا، گز میں گز بھر اور بالشت، بالشت بھر، اور ہم دیکھتے ہیں کہ ایک سانچے میں دو چیزیں اور ایک سیر بھر کے برتن میں دو سیر اناج، اور ایک جوتی میں ویسے دوقدم، اور ایک اچکن میں اس کے موافق دو بدن، اور ایک نیام میں اس مقدار کی دوتلواریں، اور ایک مکان میں اسی کی گنجائش کے موافق دوچند اسباب نہیں سماسکتے، اور اگر ایک طرف میں دو مظروف رکھے جائیں تو جبر ہوگا جس کا نتیجہ ٹوٹ پھوٹ ہوگا اسی طرح اگر دونوں خداؤں کی طرف سے پورا پورا وجود ایک مخلوق میں سمانے لگے، تو بیشک وہ مخلوق معدوم اور نیست ونابود ہو جائے گی۔

ہاں اگر خدا کے وجود کا کامل ہونا ثابت نہ ہوتا بلکہ اس میں نقصان اور کمی کا احتمال ہوتا تو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جیسے دو چراغوں کا نور مل کر کامل نور ہو جاتا ہے تو دو خدا کے واسطے کامل الوجود اور تامّ الصفات لازم ہے اور تمام اہل مذاہب کو اسکا اعتراف کرنا پڑا ہے۔

اسکے علاوہ ہم یہ کہتے ہیں وہ دو وجود جو دو خداؤں کی جانب سے مخلوق کو عطا ہوئے اگر ایک ہی خدا کے خزانے میں ہوتے ہیں اور جو زور وقوت اور شوکت وحشمت دوسرے کو حاصل ہے وہ سب بھی اسی ایک خدا کے پاس ہوتے تو بلاشبہ یہ سب ملکر اس ایک تنہا خدا کی انفرادی قوت میں بہت کچھ اضافہ ہو جاتا اس سے ثابت ہوا کہ ہر ایک خدا کے وجود میں فی الجملہ کوتاہی اور نقصان ہے۔ جس کی مکافات دوسرے کے وجود سے کی جاسکتی ہے باوجودیکہ اسی کا اقرار کیا جاچکا ہے کہ خدائے پاک کی ذات ہر قسم کے قصور وفتور سے مبرا ومنزہ ہے وہ بے عیب وبے نقصان ہے سب چیز اسکے بھروسے پر قائم ہے وہ کسی کے سہارے کا محتاج نہیں وہ سب کی اصل ہے اور سب اسکی فرع ہیں۔

اور کیوں نہ ہو جس سلسلے کو دیکھئے ایک ہی اصل پر قرار پکڑتا ہے، نور آفتاب اگرچہ ہزاروں مکانوں اور ہزار ہا روشن دانوں میں جدا جدا جلوہ گر ہے، لیکن ان سب متفرق انوار کو اسی ایک آفتاب کے ساتھ رابطہ ہے عدد کا سلسلہ گو ایک سے الیٰ غیر النہایۃ پھیلا ہوا ہے، کہیں دو ہیں، کہیں تین، چار، پانچ، بیس، سو، ہزار، اور اس پر کہیں مدجذر

کہیں مجذور، کہیں حاصل ضرب کہیں مضروب فیہ، کہیں حاصل قسمت کہیں مقسوم علیہ وغیرہ لیکن ان سب کی اصل وہی ایک کا عدد ہے اگر ایک نہ ہو تو یہ سارا سلسلہ اعداد کا نیست و نابود ہو جائے موجوں اور پہاڑوں کے کارخانے کو دیکھئے تو سب کی اصل وہی ایک پانی ہے شاخوں کو دیکھئے تو سب کی اصل وہی ایک جڑ ہے آدمی وغیرہ کو دیکھئے تو سب کے سب ایک اصل میں جس کو انسانیت وغیرہ کہتے ہیں، مشترک ہیں۔

اسی طریقے سے جہاں بھی نظر پڑتی ہے، کوئی ایسا سلسلہ نظر نہیں آتا جس کا کوئی سر منشا نہ ہو اور پھر ان سر منشاؤں کو دیکھئے تو ان کا کوئی سر منشا ہے تو اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ ہندو، مسلمان، یہود و نصاری وغیرہ میں آدمیت سر منشا ہے اسی طرح گھوڑوں میں کوئی اور سر منشا ہے اور گدھوں کی اور اصل ہے اور کتوں کی اور اصل ہے ان سب اصلوں کی اصل جان دار ہونا ہے ادھر نباتات کی علاحدہ اصل ہے اور ان کا جدا ہی سلسلہ اور جدا ہی سر منشا ہے پھر ان کی اصل اور جانداروں کی اصل جمیت کی زیر حکومت ہے اسی طرح اوپر تک چلے چلو آخر میں جا کر سارے عالم کا اشتراک وجود میں نکلتا ہے لیکن چوں کہ شی مشترک، عین اشیائے متعدد نہیں ہو سکتی، اس لیے یوں سمجھ میں آتا ہے کہ وجود عین عالم اور عین موجودات نہیں بلکہ بہ ایں الفاظ کہ ایک شی کبھی موجود ہو سکتی ہے اور کبھی معدوم یہ کہا جائے گا کہ وجود عالم ایک خارجی اور عارضی چیز ہے اصلی اور ذاتی نہیں جیسا کہ پانی اپنی ذات سے گرم نہیں ہے اور آگ کی حرارت سے جو کہ اس کی اصلی اور ذاتی صفت ہے اس میں عارضی گرمی پیدا کر سکتے ہیں یا صاف و صفاف آئینے کا نور، جو آفتاب کے مقابل ہو، اصل نہیں بلکہ آفتاب کا فیض ہے نور اصلی اور ذاتی ہے ٹھیک اسی طرح عالم کے وجودِ عارضی کے لیے بھی ضرورت ہے کہ وہ کسی ایسے موجود اصلی سے مستعار ہو جس کا وجود عرضی و مستعار نہ ہو پھر جیسے آفتاب سے گو ہزار ہا جگہ دھوپ پھیلنے پر سب کی سب ایک ہی آفتاب کا فیض ہے، یوں یقین کرنا چاہیے کہ تمام عالم کا وجود بھی ایک موجود حقیقی اور اصلی کا پرتو ہے اسی کو ہم خدا سمجھتے ہیں اور اسی کی نسبت

ہمارا یہ خیال ہے کہ اس میں تعدد کی گنجائش نہیں۔

''اشکال'' ذکی طالب علم یہ سوال کرتے ہیں کہ میں نے تسلیم کیا کہ موجودات کے وجود میں باہم اس طرح کا فرق نہیں جیسے چاند کی روشنی اور دھوپ کی روشنی مثال کے طور پر یکساں نظر آتا ہے مثال کے طور پر اس میدان کی دھوپ اور اس میدان کی دھوپ جس طرح ہر جگہ کی دھوپ کو، خواہ وہ میدان وسیع اور جنگل میں ہو یا صحن مکان میں، دھوپ ہی کہا جاتا ہے، اسی طرح ہر چیز کے وجود کا نام بھی، خواہ وہ زمین و آسمان کا ہو یا چاند سورج کا یا انسان وحیوان کا، وجود رہتا ہے۔ لیکن اگر فرض کریں کہ آسمان پر ایسے ایسے کئی آفتاب ہوں، تو جس طرح وہ بہت سے ستاروں کا نور مل کر رات کو یکساں نظر آتا ہے، یقیناً آفتابوں کا نور بھی مل کر یکساں نظر آئے گا پس اگر عالم کے واسطے کئی صانع ہوں اور سب کے وجود کا پرتو مل کر اسی طرح یکساں دکھائی دیتا ہو تو کیا بعید ہے۔

جواب: یہ دیا گیا کہ مثال کے طور پر کسی کارخانے کو دیکھئے وہ کسی ایک چیز پر منقطع ہوتا ہے اور کسی سلسلے کو دیکھئے، کسی ایک پر منتہی ہو جاتا ہے، چنانچہ دھوپوں کا آفتاب پر، سلسلہ اعداد کا ایک پر، موجوں کے قصے پانی پر تمام ہونا، اور چند مثالیں ان کے سوا پہلے بیان ہو چکی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں میں جتنے پھیلاؤ ہیں وہ کسی ایک شئ کی طرف سمٹے چلے جاتے ہیں اب ہم پوچھتے ہیں کہ پانی اور آفتاب وغیرہ اشیائے مذکورہ کی وحدت بھی منجملہ موجودات کے ایک شئ موجود ہے اور ان اشیاء میں وحدت کا وجود بھی عارضی طور پر ہے، کیوں کہ آفتاب اور پانی وغیرہ کے بہت سے ٹکڑے ہو سکتے ہیں اگر ان کی وحدت اصلی اور ذاتی ہوتی تو وہ ان سے کسی طرح زائل نہ ہو سکتی نہ ان میں تقسیم جاری ہوتی اور نہ کثرت کی کسی نہج گنجائش نکل سکتی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ جیسا عالم کا وجود عارضی ہے، وحدت بھی اس کی عارضی ہوگی اور یہ وحدت بھی اسی موجودِ اصلی کا فیض ہوگا جس کا فیض خود وجود عالم ہے اور اسکی وحدت بھی اس طرح اصلی ہونا چاہیے جس طرح اس کا وجود اصلی ہے۔

(بحوالہ اسلام کے بنیادی عقائد) مذکورہ بات پر یہ کہا جاسکتا ہے جیسا کہ وحدت اقسامِ وجود میں سے ہے ایسی ہی کثرت بھی ہے اور عالم کا ہر قسم کا وجود عارضی ٹھہرا اور خدا کے وجود کا پرتو ہوا، تو لازم آئے گا کہ وصفِ کثرت بھی خدا کے اندر پایا جاوے اور وہ اس کے واسطے وصفِ اصلی اور ذاتی ہو۔ مگر یہ مغالطہ تم کو اس وجہ سے لگا کہ وحدت کے مانند کثرت کو بھی تم نے اقسام وجود میں شمار کرلیا حالاں کہ کثرت کا مبنیٰ عدم پر ہے دیکھو ہم جانتے ہیں کہ نورِ آفتاب ایک شئ واحد ہے لیکن اگر کسی دیوار میں ایک مکان کے دو روشن دان برابر برابر ہوں تو درمیان میں اندھیرا ہونے کی وجہ سے ہر روشن دان کا نور علاحدہ علاحدہ معلوم ہوگا۔

غرض یہ کثرت اندھیرے کے سبب سے معلوم ہوتی ہے اگر ادھر ادھر نور اور بیچ میں اندھیرا نہ ہو مثلاً دیوار کو مکان میں سے اٹھا ڈالیں تو سب جگہ نور ہی نور ہو جائے گا اور یہ فرق و امتیاز و تعدد جس کا نام کثرت ہے ذرا بھی باقی نہ رہے گا اب چوں کہ اندھیرا نور کے نہ ہونے کو کہتے ہیں اور نہ ہونا ہی عدم ہے تو معلوم ہوا کہ کثرت عدم کے باعث پیدا ہوتی ہے وجود کے اقسام میں سے نہیں۔

بہر حال اس تقریر سے یہ ثابت ہو گیا کہ جو اوصاف وجودی ہیں اور عالم میں پاء جاتے ہیں وہ ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ میں بھی ہوں جو اوصاف عدمی ہیں وہ لازم ہے خدا میں نہ ہوں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ موجودِ اصلی ہوگا اسی میں کسی قسم کی تقسیم کی گنجائش نہ ہوگی، ورنہ وحدت جو اوصاف وجود میں سے ہے جیسا کہ ابھی مذکور ہوا اسی میں اصلی نہ رہے گی حالاں کہ یہ محال ہے کہ وجود تو اس کا اصلی ہو اور سب قسم کا وجود مخلوقات کو اس سے پہنچے اور ہر طرح کے وجود کا منبع اور معدن ہو، اور پھر اس میں بعض انواع وجود کی اصلی نہ ہو۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وجود اس کا عین ذات ہے اور ذات اس کی عین اوصاف ہے اور اوصاف ان کے عین وجود ہیں ورنہ وحدتِ اصلی اور وجود ذاتی باقی نہیں رہ سکتا۔

☆☆☆

البرهان الثالث علی الوحدانیۃ

وحدانیت کے اوپر تیسری دلیل یہ ہے کہ کم از کم دو صانع ایجاد عالم میں شریک ہوں گے تو وہ دونوں جیسا کہ مانع ہونے اور موجودِ اصلی ہونے میں شریک ہوں گے، ایسے ہی کسی نہ کسی امر میں علاحدہ بھی ہوں گے کیوں کہ جہاں اشتراک کیساتھ تعدد پایا جاوے تو وہاں لازمی بات ہے کہ کسی حیثیت سے ایک کو دوسرے علاحدہ اور ممتاز بھی سمجھا جائے مثلاً دو آدمی باوجود یکہ آدمیت میں شریک ہیں مگر بعض اوصاف میں مختلف بھی ہیں جیسا کہ شکل وصورت، قدوقامت، مکان وزماں، رنگ وروپ، خاصیت مزاج وغیرہ میں، اگر یہ علاحدگی اور فرق نہ ہوتو تعدد ہرگز نہ ہو، وہی ایک آدمی رہے۔ اسی وجہ سے ضروری قرار پایا کہ جو دو چیزیں کسی امر میں مشترک ہوں تو ان میں سے ہر ایک کے اندر بعض ایسی خصوصیات ہونی چاہئیں جو دوسری اشیاء میں نہ پائی جائیں انہی خصوصیات کے مجموعے کو ہم اپنی اصطلاح میں ذات تعبیر کہتے ہیں مگر ذات بے وجود کے معدوم محض ہے کیوں کہ دنیا کی ہر ایک چیز وجود کے ذریعہ سے موجود کہلاتی ہے البتہ خود وجود کو اپنے موجود ہونے میں کسی دوسرے وجود کی حاجت نہیں اور یہ بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ ہر شئ کو اپنی روشنی ہونے میں نور کی حاجت ہے مگر خود نور کو اپنی نورانیت میں دوسرے نور کی حاجت نہیں۔ اب اگر دو یا کئی صانع ہوں اور وہ دونوں وجود میں اشتراک رکھتے ہیں تو ان دونوں وجود کی ذات (یعنی وہ خصوصیاتِ خاصہ جن سے ایک کو دوسرے سے امتیاز حاصل ہے) وجود کے ماسوا کوئی اور چیز ہوگی اور چوں کہ وجود کے سوا سب چیزیں اصل سے معدوم ہیں اس لیے ہر ایک خدا فی حدذاتہ وجود سے بالکل خالی ہوگا اور ان پر وجود اسی طرح عارضی ہوگا جس طرح زمین وآسمان سب چیزیں تاریک تھیں مگر آفتاب کے نور نے ان سب کو روشن کردیا اس

صورت میں ہم دونوں خداؤں کو کسی طرح بھی موجود اصلی نہیں کہ سکتے بلکہ یہ دونوں بھی کسی ایسے موجود اصلی کے محتاج ہوں گے جن کا وجود خود ان کی ذات کے اندر داخل ہو اور ہمارا مقصد بھی توحید سے صرف اتنا ہی تھا کہ موجودات کا سلسلہ ایک موجود اصلی پر ختم ہوتا ہے چنانچہ یہ بات اس بات سے بخوبی حاصل ہوگئی کیوں کہ جب موجودات دو خداؤں سے مثلاً پیدا ہوئے اور وہ دونوں ایک موجود اصلی میں شریک اور اصل سے معدوم ٹھہرے تو یہ معنی ہوئے کہ موجود اصلی کا فیض ان دونوں کے واسطے سے اوروں کو پہنچتا ہے جیسے پرنالے کے وسیلے سے چھت کا پانی نیچے آتا ہے اور آتشی شیشے کے طفیل سے آفتاب کی شعاعیں دوسری چیزوں کو پہنچتی ہے اور قلعی دار آئینے کے صدقے سے آفتاب کا نوران درودیوار کو پہنچتا ہے جو آفتاب کے مقابل نہیں ہوتے ان تمام صورتوں میں سب کو معلوم ہے کہ چھت کا پانی پرنالے کی راہ سے آتا ہے پرنالے سے پیدا نہیں ہوتا آفتاب کی سوزش آتشی شیشے کی راہ سے آتی ہے آتشی شیشے میں کچھ حرارت نہیں، آفتاب کا نور، آئینے کی راہ سے اشیاء کو پہنچتا ہے آئینے میں ذرہ برابر نور نہیں۔ لہٰذا اسی طرح سے اگر بہت سے موجودِ اصلی اور بکثرت صانع موجود ہوں تو توحید میں کچھ رخنہ نہیں پڑ سکتا، بلکہ اور زیادہ مضبوط اور مستحکم ہو جاتی ہے کیوں کہ فلک یا زمانہ جو باعتبار شہرت کے وقائع عالم کا فاعل گنا جاتا ہے یا انسان وحیوان وغیرہ جو ظاہر بینوں کو افعالِ اختیاریہ کے خالق معلوم ہوتے ہیں یا دوا اور دعا وغیرہ جو بنسبت اپنی تاثیروں کے موثر حقیقی سمجھے جاتے ہیں یہ سب چیزیں اس وقت، بحیثیت اپنے فیوض کے وسیلۂ فیض اور واسطہ ایجاد سمجھی جائیگی اور ان کے خالق ہونے کا شبہ جو ظاہر پرستوں کو پڑا ہوا ہے بے محنت حل ہو جائے گا اور اس وقت ہم بآواز بلند یہ ندا دے سکیں گے کہ ماسوا خالق بزرگ کے جو چیزیں ظاہر میں مصدر افعال یا مصدر تاثیرات نظر پڑتی ہیں وہ سب خدائے اکبر کے سامنے ایک کاریگری کے آلات کی طرح ہیں بادی النظر میں ان چیزوں سے کام ہوتا ہے اور حقیقت میں خدا کرتا ہے اعلی

طبقے کے حضرات جیسے نبیؑ ہو یا ولی اور ادنی درجے کے مثلاً دیو ہوں یا پری، یا اوتار ہوں یا فلک دوّار، دوا ہو یا دعا، پتھر ہو یا کوئی جاندار چیز، زماں ہو یا مکان، چاند ہو یا سورج، ستارے ہوں یا اور کوئی چیز، سب کے سب خدا کے سامنے ایسے ہیں جیسے بڑھئی کے سامنے بسولا نہانی، برما وغیرہ فرماں بردار ہوتے ہیں، کہ بلا حرکت اس کے نہیں ہلتے اور بغیر اس کی مرضی کے کوئی کام نہیں کر سکتے۔ اور اس سارے سلسلہ عالم کی مثال ایسی ہے جیسے کہ مشینوں اور کلوں کے کارخانے اور گھڑیوں وغیرہ میں بہت سی کلیں اور پرزے آگے پیچھے ہوتے ہیں، پھر اگر کوئی کام لینا منظور ہوتا ہے تو اوّل کو ہلاتے ہیں اور پھر سب کلیں بترتیب ہلتی ہیں اور آخر میں جو کام مقصود ہوتا ہے وہ اخیر کی کلوں سے حاصل ہوتا ہے اب ظاہر ہے کہ یہ کلیں خود بخود نہیں ہلتیں کیوں کہ وہ بے حس وحرکت جمادات میں سے ہیں ان کے واسطے جب تک کوئی ذی عقل اور صاحب ارادہ اور کام لینے والا نہ ہوگا تو کام نہ چلے گا اسی طرح سلسلہ عالم کے واسطے علت العلل اور فاعل حقیقی ایک خدائے تعالیٰ ادنی سے ادنی فعل اور حقیر سے حقیر سی چیز بھی اس کے ارادے اور مشیت کے بغیر وجود میں نہیں آسکتی اور کسی شی کو اس کی سطوت وحکومت کے آگے دم مارنے کی مجال نہیں جو کچھ وہ چاہے اس میں کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا اور مقرب سے مقرب بندے بھی اس کے بارے میں بغیر اس کی اجازت کے لب نہیں ہلا سکتے ہیں۔

یہی وہ عقیدہ ہے جس کی طرف اسلام نے نہایت زور وشور کے ساتھ دعوت دی ہے یہی خیال حضور ﷺ کی تعلیم کا سنگِ بنیاد ہے اور اس مضمون کی اشاعت تمام انبیاءؑ کرامؑ کی بعثت کا مقصدِ اولین ہے اس میں شک نہیں کہ دنیا کے تمام مذاہب میں توحید کی فی الجملہ جھلک پائی جاتی ہے اور جن مذاہب میں شرکِ صحیح کی تعلیم موجود ہے وہ بھی توحید کے بالکلیہ ترک کرنے پر راضی نہیں ہوئے بلکہ توحید کو چھوڑنے سے یہ بہتر سمجھتے ہیں کہ شرک کو توحید کے ساتھ جمع کر لیا جاوے اگر چہ یہ اجتماع اجتماع نقیضین

ہی کیوں نہ ہوں، لیکن یہ عزت خاص مذہب اسلام کو حاصل ہے کہ اس نے بالکل خالص اور بے لوث توحید کی طرف لوگوں کو رجوع کیا اور شرک جلی یا خفی کا تسمیہ باقی نہیں رکھا اس جہالت اور تاریکی کے زمانے میں جب کہ دنیا میں خالص توحید سے بڑھ کر کوئی گناہ نہ تھا، ہزاروں بندگانِ خدا کو توحید سے مانوس بنادیا اور آج تک کروڑہا کروڑ انسانوں کے دلوں سے شرک فی الذات شرک فی الصفات اور شرک فی العبادۃ کی ظلمتوں اور کدورتوں کو دھو ڈالا۔ کیا اسلام کی اس بے غل وغش توحید کا مقابلہ اس قوم کی توحید کرسکتی ہے جس نے خدا کے سوا ہر اینٹ پتھر کے سامنے گردن ڈال دی اور آگ وغیرہ کو بھی قابل پرستش سمجھا اور اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی صورتوں کو حاجت روا اور مشکل کشا تصور کرلیا یا اس قوم کی جن کے خدا کی تکمیل مادہ اور روح سے ہوتی ہے اور ان کا کم زور خدا ان دونوں کے منشا کے خلاف نہ کبھی کوئی کارروائی کرسکتا ہے اور نہ ان سے بگاڑ کر ایک دم اپنی خدائی کو قائم رکھ سکتا ہے۔ اس قوم کی جن کا مثلث خدا اپنی کرسی عظمت سے اتر کر تمام حوائج بشری خصوصیات کا محکوم بنا اور بنی آدم کی خطائیں معاف کرنے کے واسطے اس کو سخت تکالیف اور مشقتیں کرنا پڑیں یا اس قوم کی جن کا خدا خلقت کے بے سوچے سمجھے پیدا کرنے پر سخت نادم ہوا اور دنیا میں طوفان آجانے سے اسے بے حد ملول ہونا پڑا۔ یہاں تک کہ روتے روتے اس کی آنکھیں سوج گئیں اور ملائکہ کو ان کی عبادت کرنا پڑی اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے جب اس کی کشتی ہوئی تو انہوں نے اس کو زمین پر ٹیک دیا منصفو! کیا ایمان سے کہہ سکتے ہو کہ آج صحیح اور مکمل توحید، ان میں سے کسی مذہب کی بدولت دنیا میں نظر آرہی ہے۔

(بحوالہ: اسلام کے بنیادی عقائد افادات حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، ص: ۴۵)

☆☆☆

عبارة الويد على الوحدانية

قارئین کرام! قرآن وسنت وشریعت واجماع وقیاس اس بات پر تو دال ہے ہی کہ حق جل مجدہ ایک ہیں لیکن ہندو دھرم کی مختلف کتب بھی اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ خداوند قدوس ایک ہیں چنانچہ وید کی عبارت ہے۔

एकम ब्रहम द्वितीय नास्ते नेट ना नास्ते किंचन

ترجمہ: ایک ہی خدا ہے دوسرا نہیں ہے کسی بھی صورت میں دوسرا خدا نہیں ہے ثانی خدا کا جز بھی نہیں۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ حق جل مجدہ کی وحدانیت کے سلسلے میں کہا گیا ہے ایکم برہم ادوئیتم کہ وہ ایک ہے اور اس کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں۔ اب میں دریافت کرتا ہوں ان ملعون غیر مسلموں سے کہ تم کسے کہتے ہو کہ حق جل مجدہ کے ساتھ ساتھ دوسرا خدا ہے یا بھگوان کیوں کہ یہ ظاہر سی بات ہے کہ اگر دو خدا ہوتے تو دنیا کے اندر تمہارا وجود نہ ہوتا لہٰذا تمہارا وجود ہونا اس بات پہ دال ہے کہ خدا ایک ہے اور دیگر مورتی باطل ہے جیسا کہ تمہارا رمائن اور وید خود اس بات پر شاہد ہے کہ خدا کے علاوہ کسی اور کو نہ پوجو (رگ وید) اسی طرح اور کہا گیا کہ جو لوگ باطل وجود والے دیوی دیوتاؤں کی عبادت کرتے ہیں وہ (جہالت کے) اندھا کردینے والے گھرے اندھیرے کنویں میں ڈوب جاتے ہیں (یجروید) خیر ان تمام عبارات کے باوجود ایسی ایسی عبارتیں وحدانیت پر شاہد ہیں کہ خدا ایک ہے اس کے علاوہ کوئی نہیں لیکن پھر بھی جاہل غیر مسلم بت پرستی میں ملوث ہیں۔

(بحوالہ: اگر اب بھی نہ جاگے تو)

انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام

قارئین کرام! وحدانیت کے اثبات کے بعد نبوت ورسالت کو ثابت کروں گا۔
چنانچہ ہر شخص پر یہ فرض ہے کہ وہ اسبابِ اطاعت پر غور کرے یعنی یہ کہ ایک آدمی کی اطاعت دوسرے پر عقلاً کن حالتوں میں اور کن وجوہات سے ضروری سمجھی جاتی ہے اس بارے جہاں تک تامل سے کام لیا گیا ہے کل تین سبب ہیں (۱) جلبِ منفعت (۲) دفع مضرت (۳) عشق ومحبت چنانچہ نوکر اپنے آقا کی اطاعت ملازمت کی امید پر اور رعیت اپنے حاکم کا اندیشہ تکالیف سے اور عاشق اپنے معشوق کی بتقضائے محبت کرتا ہے اور اطاعت کا کوئی ایک فرد بھی ایسا نظر نہیں آتا جو ان تینوں وجوہات سے خالی ہو اب اگر یہ تینوں سبب ایک ہی شخص میں جمع ہو جائیں، تو فطرتِ انسانی یقیناً اس کی خدمت واطاعت کہ فرض عین سے بھی بڑھ کر فرضِ عین قرار دے گی پس جب کہ پچھلے اوراق میں حق تعالیٰ شانہ کی نسبت مدلل طریقے سے یہ طے ہو چکا ہے کہ دنیا کے تمام کام اسی کے ارادہ اور اختیار سے انجام پاتے ہیں اور ہر قسم کا کمال اور حسن وخوبی اسی کی ذاتِ اقدس میں موجود ہے اور اس کے سوا کوئی عالم کا مربی اور محسن بھی نہیں ہے تو بے شبہ عقل کے نزدیک ایسے خدا کی اطاعت سے سرمو انحراف جائز نہ ہوگا اور یہ لازم ہوگا کہ اس کی خدمت گزاری میں آدمی مصروف رہے اس کا ہر دم دھیان رکھے اور اس کی محبت میں اپنے کو دیوانہ بنائے جیسا کہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

جیوں تو تیرے ہی نام پر جیوں ☆ مروں تو تیرا ہی کلمہ پڑھتا مروں

غرض کہ کسی بھی حالت میں اس سے جدا نہ ہو اور ظاہر و باطن میں اسی کے تابع فرمان بنا رہے باطنی فرماں برداری تو یہی ہے کہ دل میں خدائے تعالیٰ کے متعلق یہ یقین ہو کہ ہماری ہستی اس کی ہستی کے سامنے بالکل حقیر اور اس کا وجود ہر طرح سے عظیم اور کامل و مکمل ہے ہماری ہر قسم کے نفع و نقصان کا اختیار اسی کو ہے وہ ہمارا حاکم اور ہم اس کے محکوم ہیں ان میں اعلیٰ درجہ کی شان محبوبیت موجود ہے۔

اور ظاہری فرماں برداری، وہ افعال و حرکات ہیں جن سے ہماری انہی اندرونی جذبات اور باطنی اعتقادات کا سراغ ملتا ہے اور خدا کی حکومت اور محبوبیت کا خیال ان سے مترشح ہوتا ہے مثلاً خدائے تعالیٰ کے سامنے اس کی خاص تجلی گاہ کی طرف ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا اس سے اپنے حال کے متعلق عرض و معروض کرنا ادھر سے کوئی حکم آجانے پر سر نیاز جھکا دینا اور اسی آستانے پر اپنے آپ کو ذلیل و حقیر سمجھ کر ناک اور پیشانی رگڑنا یہ سب آثار محکومیت اور آداب شاہی کے قائم مقام ہیں۔ اپنے مال و دولت کو خدا کے بتلائے مصارف میں خرچ کرنا اور ہر آمد و صرف میں اس کے حکم کا منتظر رہنا یہ بھی سراپا اطاعت ہونے کے لوازمات میں سے ہے۔ پھر اگر خدا تعالیٰ کو محبوب حقیقی سمجھتا ہے تو اس کے قرب و وصل کی فکر میں ہر ایک ماسوا سے بےزار ہو جاتا ہے آب و طعام اور لذتِ جماع کو ترک کر دینا اس کے بعد تجلی گاہ ربانی کی طرف برہنہ پا برہنہ سر لبیک لبیک کہتے ہوئے دوڑنا اور وہاں پہنچ کر کبھی حالتِ شوق میں اسی تجلی گاہ کے گرد گھومنا کبھی جنگلوں میں بھٹکتے پھرنا کبھی دشمن محبوب کے خاص مقام پر سنگ باری کرنا اور کبھی جان و مال فدا ہونے کے لیے تیار رہنا یہ سب محبت قلبی کی علامات اور عشق حقیقی کے ظاہری نشانات ہوں گے۔

الغرض یہ امر تو اب عقلاً پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ دل سے زبان سے ہاتھ و پاؤں سے جس طرح بھی بن پڑے آدمی اپنے خالق کی اطاعت کی طرف متوجہ رہے اور ہرگز اپنا اعضاء بنا جبین نیاز کسی دوسری جانب نہ پھیرے لیکن سخت مشکل یہ تھی کہ

کسی کی اطاعت بغیر اسکے مقصود نہیں کہ ہم کو اس کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتوں کا علم ہو اور خدا تعالیٰ کی نسبت یہ دریافت کرنا کہ وہ کن امور سے خوش اور کن امور سے ناخوش ہوتا ہے ہر شخص کی قدرت سے باہر تھا کیوں کہ محض اپنی عقل سے اگر ہم نے چند احکام معلوم کر لیا تو اوّل تو تمام احکام کی تفصیل اس سے معلوم نہیں ہو سکتی دوسرے یہ کہ خدائے تعالیٰ شانہ ہماری عقل کی ہر بات میں پابند بھی نہیں ہو سکتا اس بنا پر خدائے تعالیٰ کا اطاعت وعبادت بغیر اس کے ممکن نہیں کہ خود خدائے برتر اپنی رضا وعدم رضا سے بندوں کو مطلع فرمائے اور یہ خوب معلوم ہے کہ جب سلاطین دنیا اس تھوڑی سی تکبر اور ذرا سی استغنا پر ہر مکان در مکان اپنے احکام سناتے نہیں پھرتے اور نہ ان کو یہ گوارا ہے کہ ہر کس و ناکس کو اپنے مافی الضمیر کی اطلاع کے واسطے شرف ہم کلامی بخشیں تو کیا وہ احکم الحاکمین جس کو تمام عالم سے بالکل استغنا اور سب چیزوں کو اس کی احتیاج ہے ہر ایک عام وخاص اور ہر ایک گرے پڑے کو منہ لگانا اور اپنی حضوری یا ہم کلامی سے باریاب فرمانا پسند فرمائے گا؟۔ ہرگز نہیں مگر جس کو چاہیں۔

جب ایسا نہیں تو بیشک خدا کے یہاں بھی کچھ لوگ ایسے خاص ہوں گے جیسے کہ بادشاہوں کے یہاں وزیر یا نائب السلطنت اور تمام سرکاری احکام رعایا کے پاس انہی صاحبوں کے توسط سے پہنچتے ہیں ایسے ہی خدا کے پیام اور اوامر ونواہی ان معتمدین کے ذریعے سے ہم تک موصول ہوں گے ہم انہی معتمدین کو انبیاء رسل اور پیغمبر کہتے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ جس زمانے میں خدا تعالیٰ ضرورت سمجھتے ایسے ہی رسل کو اسی زمانے کے مناسب ہدایت دیکر مبعوث فرما دیتے ہیں۔

اشکال: یہاں پر ایک اشکال ہوسکتا ہے کہ مختلف قرون میں جب انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور ظاہر ہے کہ ان میں سے موخر کی شریعت مقدم کی شریعت کے واسطے ناسخ ہوگی تو وہم یہ ہوتا ہے کہ پہلے نبی کے بھیجنے میں شاید خدا تعالیٰ سے کچھ سہو ہوگیا تھا (نعوذ باللہ) یا بھول چوک سے اس کو نامناسب احکام دے دیے

تھے جو دوسرے نبی کے ذریعے سے اس غلطی کی اصلاح کرائی گئی۔ (نعوذ باللہ)

جواب: مگر یہ اشکال آپ کا سراسر کم فہمی اور نادانی پر مبنی ہے نسخ کے معنی صرف تبدیل احکام کے ہیں یہ آگے آپ کا قیاس ہے کہ وہ تبدیلی پہلی غلطی کی اصلاح کی وجہ سے واقع ہوئی ہوگی خدائے برتر کی نسبت ایسا خیال باندھنا سخت گستاخی ہے آپ نے بارہا دیکھا ہوگا کہ طبیب اگر کسی مریض کو مسہل دینا چاہتا ہے تو اسکے لیے منضج کا نسخہ تجویز کرتا ہے چند روز بعد وہ نسخہ بدل کر مسہل کا نسخہ بتلاتا ہے تو کیا آپ نے اس طبیب کی نسبت کسی غلطی یا سہو کی طرف کریں گے کہ اس سے منضج کا نسخہ دینے میں غلطی کی تھی جس کی مکافات وہ دوسرے نسخے سے کررہا ہے۔ جب یہاں آپ نے ایسا نہیں سمجھا تو خدائے تعالیٰ کے معاملے میں آپکو کس چیز نے مجبور کیا ہے کہ بلاوجہ ایک ایسا مہمل خیال پیدا کرلیں۔ بہرحال خداوند قدوس کی وحدانیت ثابت اور برحق ہے اور آپ کا تصور وگمان باطل ہے۔

شبہ: یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ کیا خدا تعالیٰ برتر اس پر قادر نہ تھا کہ ابتدائے عالم میں ہی کوئی ایسی مکمل کتاب ہدایت کیلئے نازل فرمادیتا جس میں ہر زمانے کے تغیرات کی رعایت کرلی جاتی اور اسکی حاجت نہ رہتی کہ بار بار وہ اپنے سچے الہام میں دست اندازی کرے؟

جواب: میں عرض کرتا ہوں کہ بے شک خدا اس پر قادر تھا تو کیا اس پر قادر نہ تھا کہ بغیر نطفہ اور خون کے، رحم مادر میں پرورش پانے والے بچے کو بتدریج نشو ونما کرنے کے بعد ایک کامل ومکمل انسان بنادیتا ہے یا بغیر تخم ریزی اور آب پاشی وغیرہ سامان زراعت کے خود بخود نباتات کو زمین سے اگا دیتا ہے اگر اس نے باوجود قدرت کے ان جسمانیات میں (نعوذ باللہ) یہ دردِ سر اٹھائی تو روحانیت میں بھی اس کو اپنی اسی عادت سے مغرور سمجھنا چاہیے اور اگر وہاں اس تدریجی ترقی میں کچھ خاص حکمتیں اور مصلحتیں متعلق ہوسکتی ہیں تو یہاں اسی قسم کی مصلحتوں کا لحاظ کرنے سے کون چیز مانع ہے۔

بہرحال اس میں کچھ حرج نہیں بلکہ عین حکمت اور رحمت ہے کہ حق تعالیٰ سبحانہ

ان مختلفہ تخم ہائے اخلاق کی تربیت اور نشو ونما کے واسطے اپنی رحمت کے بادل بھیجے اور
ان بادلوں کے برسنے سے جس زمین میں جیسا کچھ اچھا یا برا بیج بویا گیا ہے اس کی ترقی
اور نشو ونما حاصل ہوا وہ ابر ہائے رحمت جیسا کہ بلالؓ کے کھیتوں کو سرسبز وشاداب
کریں ایسے ہی ابو جہل وغیرہ کے دلوں میں جو کفر وشقاوت کا بیج بکھیرا گیا ہے اس
میں بھی جان تازہ ڈال دیں انہی سحاب ہائے معارف کو انبیاء کہا جاتا ہے ان کے اثر کو
تقویت پہنچانے والوں کا نام ملائکہ ہے اور ان کی تدابیر میں زیادتی کرنے والوں کو
شیاطین کا لقب دیا جاتا ہے۔ (بحوالہ: الاسلام، ص:۴۹)

رسالت

شفیع امت نبی برحق ﷺ نہایت ہی غریب تھے کیوں کہ نہ تو آپ بادشاہ تھے اور نہ بادشاہ کے گھرانے میں پیدا ہوئے اور نہ زیادہ آپ نے مال و دولت جمع کر رکھا تھا اور نہ آپ کے باپ دادا نے کوئی میراث جمع کیا تھا اور نہ آپ کے پاس کوئی تنخواہ دار فوج تھی اور نہ اہل وطن آپ کے ہمراہ تھے اور نہ قبیلہ والوں کو آپ کے مذہب سے ہمدردی تھی ایسی بے بسی کی حالت میں آپ نے تند خو گنواروں کو ایک صدائے نامانوس سے مخاطب کیا کہ جس سے بڑھ کر اس وقت ساری دنیا میں کوئی آواز نہ تھی اور نہ ایسی صدا دینے والے سے زیادہ ان کے نزدیک کوئی شخص ان کا دشمن اور بدخواہ سمجھا جاسکتا تھا یہ وہی لا الہ الا اللہ کی آواز تھی کہ جس نے دفعتاً تمام عرب میں تہلکہ ڈال دیا جس سے باطل معبودوں کی حکومت میں بھونچال آنا شروع ہوگیا اور جس کی چمک سے اس کفر و جہالت کی تاریکیوں میں بجلی سی آواز گونجگئی گویا وہ ایک زور و شور کی ہوا تھی جس کے چلتے ہی شرک و بت پرستی کے بادل چھٹ گئے اور آفتاب توحید ابر کے پردے سے باہر نکل آیا ابابیل رحمت تھی جس کی بوچھار نے مخلوق پرستی کے سیاہ ہاتھوں کے پرخچے اڑا دیئے۔ اور خدا کے گھر کو ان کی زد سے بچالیا۔ غرض کہ ایک ایسے بے یار و مددگار نے ایسی سخت قوم کو ایسی ظلمت کے زمانے میں ایسے اجنبی مضمون کی طرف ابھارا اور چند عرصے میں ان سب کو مسخر اور گرویدہ بنالیا کہ جہاں آپ کو پسینا گرے وہاں خوں بہانے کے لیے تیار ہوگئے گھر بار کو ترک کردیا زن و فرزند سے بگاڑ پیدا کی مال و دولت کو سنگ ریزوں سے زیادہ حقیر سمجھا اپنے رشتہ داروں اور بے گانوں سے آمادۂ جنگ و پیکار ہوئے کسی کو آپ نے مارا کسی کے ہاتھ سے آپ مارے گئے پھر دو چار روز کا

ولولہ نہ تھا بلکہ آپ اس کے بعد بھی اسی حالت پر استقلال کے ساتھ جمے رہے حتی کہ قیصر وکسریٰ کے تخت الٹ دیئے فارس وروم کو تہہ وبالا کردیا اس پر معاملات میں وہ شائستگی رہی کہ کسی لشکری نے سوائے مقابلۂ جہاد کے اور کوئی عمل نہ چھوڑا اب بھلا خود بتلایئے کہ اس سے پہلے زمانے میں بھی کسی سے ظاہر ہوئی۔ اس پر بھی اگر کوئی یہی کہے کہ نہیں اسلام بزور شمشیر ہی پھیلا ہے تو فی الواقع اس سے زیادہ کور چشم اور تنگ دل متعصب کوئی نہیں ہوسکتا کاش کے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کو یہ لوگ حضرت عمرؓ سے پوچھتے اور اپنے اسلام کا واقعہ ان کے سامنے بیان فرماتے یا سلمان فارسیؓ سے جا کر ان کی داستان سنتے یا عبد بن سلام کی خدمت میں اپنا اشکال پیش کرتے اور ان کو اس کا جواب سمجھاتے یہ تمام کے تمام آپ ﷺ کے اخلاق کی حالات تھی باقی آپ ﷺ کے علم وفہم کا نشان سب سے بڑا یہی ہے کہ آپ ﷺ بذاتِ خود امی محض تھے اور جس ملک میں پیدا ہوئے جہاں ہوش سنبھالا بلکہ ساری عمر گذاری اور اس جگہ علم کی جو بھی نہ تھی، نہ وہاں علوم دینی کا پتہ نہ علوم دنیاوی کا نشان پھر اس پر ایسا دینی آئین ایسی کتاب لاجواب اور اسی ہدایات بینات لائے کہ آج تک بڑے بڑے حکماء اس کا جواب نہیں لاسکے بلکہ بڑے بڑے مدعیان عقل وفہم نے اس کی داددی ہے۔

اور نبی اکرم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں یعنی آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی تا قیامت نہیں آسکتے ہیں (مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت فی الدنیا نزول بھی ہوگا تو آپ ﷺ ہی کی دین کو پھیلائیں گے نہ کہ وہ نبوت کا دعوی کریں گے) اور اگر کوئی جھوٹا نبی آیا اور نبوت کا دعوی کیا تو سراسر وہ کافر ہے جیسا کہ مسیلمہ کذاب نے کچھ زمانہ قبل نبوت کا دعویٰ کیا تھا تو حق جل مجدہ نے اس کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھوں جہنم کا راستہ دکھلا دیا اسی طرح ہندوستان کے اندر مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعوی کیا تھا تو حق جل مجدہ نے علماء ہند کے ہاتھ ان کا سر کچل دیا خیر آپ کے خاتم الانبیاء ہونے میں اگر کسی کو ذرہ برابر بھی شک وشبہ ہو تو اس کا ایمان ناقص ہے

مکمل نہیں ہو سکتی حتی کہ آپ ﷺ کی خاتمیت کا مکمل عقیدہ نہ رکھے کیوں کہ قرآن
وحدیث اس بات پر صراحۃ وارد ہے کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں بقولہ تعالی ۔ اتممت
علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا ۔ اس آیت کے اندر کہا جا رہا ہے کہ
اے محمد ﷺ میں نے آپ پر دین مکمل کردی اب آپ ﷺ کے بعد کوئی نئی دین ونئی
شریعت آنے والی نہیں ہے اور لفظ نعمتی کے اندر شریعت و دین کے تمام کے تمام
شرائط وموجود ہیں مثلاً قرآن، معجزہ وغیرہ یعنی ان تمام چیز کی تکملہ وتتمہ ہوگئی ہے اب
کوئی نئی چیز دنیا کے اندر آنے والی نہیں ہے اور اگر کوئی کذاب اپنے جانب سے گڑھ
کر کے لاتا ہے تو وہ سراسر ملعون ہے۔ اسی طرح حدیث بھی اس بات پر شاہد ہے کہ
نبی اکرم ﷺ خاتم النّبیین ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا: انا خاتم النّبیین و لا نبی بعدی کہ
میں خاتم نبوت ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے بہر حال ان کے علاوہ وہ بہت
ساری حدیث وقرآن اس بات پر دال ہے کہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں آپ کے بعد
کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔

(بحوالہ: مقالات عثمانیؒ، ص:۶۱)

اشکالات اور اس کے جوابات

فی باب الصلاۃ

ظہر

سوال: جب اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود اور جملہ اوقات کو محیط ہے تو عبادت کرنے کے اوقات جدا جدا کیوں؟

بلکہ بندہ پانچوں وقت کی نماز کسی ایک ہی وقت میں ادا کر لیتے تو بہتر تھا نیز دیگر پریشانیوں سے بھی نجات مل جاتی اور تضیع وقت بھی لازم نہیں آتا کہ ۲۴ر گھنٹے میں پانچ پانچ مرتبہ تکلیف اٹھاتے۔

وجہ اوّل :نماز ظہر کے وقت کی تعین کی وجہ یہ ہے کہ ظہر کی نماز سے قبل زوال کا وقت ہوتا ہے اور اس وقت شیاطین کا وسوسہ عام رہتا ہے کہ کس وقت کس کا بیڑا غرق کر دے بہر حال جب آدمی اس وسوسہ سے محفوظ رہ جاتا ہے تو اسی خوش حالی کے بنا پر انسان بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہوتا ہے لہٰذا نماز ظہر کی تعین ہوگئی۔

وجہ ثانی :دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ وقت کاروبار کی باہمی کا ہے صبح سے اس وقت تک دنیا میں مشغول رہی تو اس وقت خدا تعالیٰ سے غفلت ہو جاتی ہے تو اس غفلت کو دور کرنے اور خدا تعالیٰ کے ذکر وعبادت سے اسکی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔ (ترمذی)

وجہ ثالث :تیسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ عام طور پر انسان ۱۲ر یا ۱۱ر بجے بعد سو جاتا ہے اور زوال کے بعد اس کی نیند ختم ہوتی ہے تو اس وقت اس کے پورے بدن

پر حیلولہ چھایا رہتا ہے یعنی نسیان کا مرض پیدا ہو جاتا ہے تو اس مرض کو دور کرنے کے لیے نماز ظہر کی تعین ہوگئی۔

سوال: جب اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پیدا کرنے والے ہیں خواہ گرمی ہو یا سردی تو پھر ظہر کے وقت ٹھنڈا کر کے نماز ادا کرنے کی کیا ضرورت ہے کیوں کہ اللہ ہی تو گرمی کو بھی پیدا کیا ہے تو گرمی ہی کے اندر نماز ادا کرنی چاہیے۔ بلکہ اس کے اندر بدرجہ اولی نماز ادا کرنی چاہیے تاکہ گرمی کے اندر اللہ تعالیٰ تخفیف کر دے کہ میرا بندہ ذکر اللہ میں مصروف ہے۔

جواب اوّل: یہ دیا گیا کہ موافق اور مخالف کیفیتوں کا جاری ہونا ہوتا ہے اس لیے گرمی سے بچنا بہتر ہے اور یہ کہ نمازیوں کو گرمی کی شدت سے کوئی تکلیف نہ پہنچے کیوں کہ مصلین اللہ کا پیارا بندہ ہوا کرتا ہے چنانچہ اگر ان محبوب بندے کو تکلیف پہنچے گی تو اللہ تعالیٰ کا عذاب اور زیادہ ہوسکتا ہے لہٰذا الٰہی تمام وجوہات کے بنا پر ٹھنڈک کر کے نماز پڑھا جائے۔

جواب الثانی: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **اذا اشتد الحر فابردو بالظهر فان شدة الحر من فيح جهنم** ۔یعنی جب گرمی کی شدت ہو تو ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھا کرو کیوں کہ گرمی کی شدت جہنم کا جوش ہے۔

(بحوالہ: المصالح العقلیہ: ص:۷۹)

وجہ تعین صلوٰۃ عصر

وجہ اوّل: پہلی وجہ یہ ہے کہ سورج کی روشنی ایک بہت بڑا زبردست کمال مخلوق ہے اور وہ اس وقت کم ہوتا جارہا ہے تو اس قدرتِ الٰہی میں یہ بھی ہے کہ ہمارے سارے کمالات وایمان اس کی مانند کہیں ہونے لگے اس لیے توبہ ودعا اور عبادت ضروری ہوئی لہٰذا اپنی کمالات وایمان کو محفوظ رکھنے کے لیے نماز عصر ادا کرکے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ ہمارے کمالات اور ایمان کو محفوظ رکھنا۔

وجہ ثانی: دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ دن ختم کے قریب ہے کاروبار کا نچوڑ ہے ہر شخص اسی میں انہماک چاہتا ہے تو خدا تعالیٰ سے غفلت کا بہت بڑا خطرہ ہے اس لیے نماز عصر مقرر ہوگئے تا کہ انسان ذکر اللہ سے غفلت نہ برتے۔

وجہ ثالث: یہ بھی ہے کہ عصر کی نماز کے وقت حضرت حق جل مجدہٗ کے مخصوص فرشتے بحکم الٰہی زمین پر تشریف فرما ہوتے ہیں اور جو شخص جیسا عمل کرتا ہے ویسا ہی معاملہ فرشتے خدا تعالیٰ تک پہنچاتے ہیں لہٰذا اس بناء پر بھی انسان عصر کی نماز ادا کرتے ہیں۔ (بحوالہ: ایضاً ص:۸۲)

☆☆☆

وجہ تعین صلاۃ مغرب

وجہ اوّل : یہ ہے کہ جو بلا و مصیبت دن کی روشنی میں آنے والی تھیں وہ مصیبت اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے روکے رکھا یا اس مصیبت کو روکا نہیں بلکہ بندوں پر نازل کر دیا یا مصیبتیں آنے والی ہیں تو ان تمام مصیبتوں کے ختم ہونے اور آنے والی مصیبتوں سے چھٹکارا پانے کے لیے دعا مغفرت اور نماز مغرب ادا کرتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں ہر ایک بلا سے محفوظ رکھ لہٰذا مغرب کی نماز کی تعین ہوگئی۔

وجہ ثانی : دوسری وجہ یہ ہے کہ دن ختم ہو کر رات شروع ہونے پر تمام دن کی کوتاہیوں سے استغفار اور نعمت پر شکر کا وقت عبادت کے لیے مناسب اور احسن ہے۔ اس لیے بھی انسان کو چاہیے کہ صلوٰۃ مغرب ادا کرے۔

وجہ ثالث : یہ ہے کہ یہ غروب شمس کا وقت ہے اور اس وقت میں شیطان کا کافی وسوسہ ہوتا ہے جس میں بہت سارے انسان ملوث ہو جاتے ہیں اور بہت سارے انسان کو اللہ تعالیٰ نجات دے دیتے ہیں۔ تو اسی شکریئے میں بندہ صلوٰۃ مغرب ادا کرتے ہیں۔ (بحوالہ: ایضاً: ص: ۸۵)

وجہ تعین صلوٰۃ عشاء

وجہ اوّل: رات کا آنا مصیبت کے چھا جانے کے مشابہ ہے قدرتِ الٰہی میں ہے کہ نورِ آفتاب کے بدلہ اندھیرے کی طرح ہم پر بھی خوشی کے نور کے بدلہ غم کا اندھیرا طاری کردیں اس لیے عبادت کی برکت سے ان کو رفع دفع کرنا چاہیے۔ **فلہٰذا** ان مصیبتوں کو دور کرنے کے لیے نمازِ عشاء متعین ہوگئی۔

وجہ ثانی: دوسری وجہ یہ ہے کہ جب انسان سوتا ہے تو اس کے اوپر عارضی موت ہوا کرتی ہے اور روح مختلف جگہوں کی سیر کرتی ہے تو ہوسکتا ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ روح قبض کرلے دوسری بات یہ ہے کہ یہ تاریکی کا وقت ہوتا ہے اور برائی کا زیادہ امکان ہوتا ہے لہٰذا الٰہی تمام مشکلات وبلیات و برائی سے بچنے کے لیے نماز عشاء کی تعین ہوگئی۔

وجہ ثالث: یہ ہے کہ جب تاریکی چھاتی ہے تو بکثرت جوق در جوق شیاطین کا نزول ہوتا ہے تاکہ انسان کو گمراہ کریں یا ہلاک و برباد کے گھاٹ اتاریں لیکن اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ فرشتے بھیجتے ہیں تاکہ انسان کی حفاظت کرے۔ اس لیے بھی صلوٰۃ العشاء تعین ہوئی تاکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ (بحوالہ: ایضاً: ص: ۸۹)

وجہ تعین صلاۃ فجر

وجہ اوّل : پہلی وجہ یہ ہے کہ ایک طویل وقت تک انسان اس مصیبت کی تاریکی میں مشغول رہتا ہے آخر کار رحمت خداوندی جوش مارتا ہے اور تاریکی جاتی رہتی ہے اور پھر حسبِ مطابق صبح کا سہانہ وقت دستیاب ہوتا ہے لہٰذا اس حالتِ روحانی کے مقابل پر نماز فجر مقرر ہے۔

وجہ ثانی : یہ ہے کہ رات کی خیریت سے گزرنے اور تازہ دم ہونے کے شکریہ اور دن بھر کے کاروبار میں برکت کے لیے عبادت اور دعاؤں کی ضرورت ہے۔ لہٰذا صلوٰۃ فجر کی تعین ہوگئی۔

نیز اس کے علاوہ اور بہت سارے وجوہات (تعین صلوٰۃ کے ہیں) جو عند اللہ والرسل مخفی ہے جہاں تک ہماری عقل وفہم رسائی نہیں کرسکتی۔

وانا اکتفی بھٰذہ الکلمات العدیدۃ.

(بحوالہ: ایضاً: ص: ۹۰)

مخاطب پنڈت جی

بحوالہ: المصالح العقلیہ، مصنفہ حضرت تھانویؒ

اب ان تمام جوابات کے بعد ہم پنڈت جی سے مخاطب ہوں گے کہ ان باتوں سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ کے اندر رحمت ہی رحمت ہے اور اس عبادات کی بناء پر تمام مخلوقات کو رزق دی جاتی ہے خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم کیوں کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے اندر رحمٰن ہیں یعنی مسلم اور غیر مسلم دونوں پر فضل فرماتا ہے اور آخرت کے اندر رحیم ہیں یعنی بروز قیامت فقط اہل اسلام پر فضل فرمائیں گے اور غیر مسلموں پر عدل کا معاملہ کریں گے۔

بہر حال پنڈت صاحب کو چاہیے کہ ایمان قبول کرلے تا کہ آپ اللہ کی نعمت کا شکریہ ادا کرسکیں اور بروزِ قیامت آپ پر فضل کیا جائے۔

سوال: آپ اہل اسلام بعض نماز جہری پڑھتے ہیں اور بعض نماز سری پڑھتے ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات آپ لوگوں کی باتوں کو اللہ تعالیٰ سننے پر قادر نہیں ہیں۔ (نعوذ باللہ) اس لیے جب جب آپ کی باتوں کو سننے پر قادر ہوتے ہیں تو اس وقت جہری پڑھتے ہیں تا کہ جلد از جلد اللہ کے کانوں میں آپ کی آواز داخل ہوجائے۔ (نعوذ باللہ)

جواب: نماز ظہر وعصر میں خفیہ اور مغرب وعشاء وفجر کی نمازوں میں باآواز بلند قرأت کرنا نہایت مناسب اور حکمت الٰہی پر مبنی ہے کیوں کہ مغرب وعشاء وفجر میں لوگوں کو اکثر شواغل واقوال واصوات وحرکات میں خاموشی اور ان سے سکون وآرام ہوتا ہے اور ان وقتوں میں ان کے افکار وتصورات بھی کم ہوتے ہیں لہٰذا ایسے اوقات کی قرأت دلوں میں زیادہ مؤثر ہوتی ہے کیوں کہ دل تو افکار وہموم سے خالی اور صاف ہونے سے اور کان شواغل وحرکات واصوات کے نہ ہونے سے سمجھنے اور سننے پر آمادہ

ہوتے ہیں چنانچہ رات کی بات کہی ہوئی کانوں سے گذر کر سیدھی دل پر جا کر لگتی ہے اور پکی اور مؤثر ہوتی ہے اس امر کی طرف خدا تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے: اِنَّ ناشئة اللیل ھی اشد ...... یعنی رات کے اٹھنے سے نفس خوب پامال ہوتا اور کچلا جاتا ہے اور بات کہی ہوئی دل پر پکی و مستحکم ہوتی ہے۔ غرض کہ یہ امر مسلم ہے اور تجربہ بھی اسی امر کا گواہ ہے کہ خوش حال آدمیوں اور پرندوں اور باجوں وغیرہ کی آواز رات کو بنسبت دن کے دلوں کو زیادہ مؤثر اور خوش معلوم ہوتی ہے لہٰذا ان اوقات میں جہری قرأت پڑھنی مقرر ہوئی جس میں زیادہ مؤثر ہو۔

اسی طرح ظہر وعصر کی نمازوں میں قرآن کے آہستہ پڑھنے میں یہ حکمت ہے کہ دن میں بازاروں اور گھروں کے اندر شور وغل رہتا ہے اس لیے اوقات ظہر اور عصر میں کثرت شواغل وحرکات واصوات متفرق امور وافکار سے دلوں کو فراغت کم ہوتی ہے اور بات پر توجہ صحیح طریقے سے جمتی نہیں اس لیے ان وقتوں میں قرأت کے اندر جہری مقرر نہیں ہوا چنانچہ قرآن حکیم میں بھی اسی امر کی طرف خدا تعالیٰ نے ایما فرمایا ہے: ان لك فی النھار سبحاً طویلاً . یعنی دن دن میں تجھ کو دور دراز شغل رہتا ہے اور اس وقت پوری توجہ نہیں ہوتی اور رات میں دل کو زبان سے اور زبان کو کان سے پوری موافقت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ فجر کی نماز میں ساٹھ سے سو آیات پڑھتے تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ فجر میں مکمل سورۂ بقرہ اور عمر بن خطابؓ سورۂ نمل، ہود، بنی اسرائیل، یونس، وغیرہ لمبی لمبی سورت پڑھا کرتے تھے۔

یہی وجوہات ہیں نماز کے اندر جہری اور دوسری پڑھنے کی ففھم۔

سوال: جب آپ اہل ایمان کہتے ہیں کہ دن میں کثرت مشاغل رہا کرتا ہے اس لیے نماز سری ادا کرتے ہیں اور رات کے اندر لوگ اطمینان وسکون سے رہتے ہیں اس لیے نماز جہری ادا کرتے ہیں۔ تو پھر آپ نماز جمعہ وعیدین کو دن ہی میں ادا کرتے ہیں اور سری نہیں بلکہ جہری ادا کرتے ہیں آخر ایسا کیوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ

کے مذہب کے اندر مساوات نہیں ہے کیوں کہ کبھی تو آپ دعویٰ کرتے ہیں صلوٰۃ بالجہر کی اور کبھی دعوی کرتے صلوٰۃ بالسر کی۔

جواب اول :جب دن کے وقت کوئی ایسی نماز پیش آجاوے جو نماز کے علاوہ تبلیغ اسلام و تعلیم و وعظ و ترہیب و تلقین کے لیے مقرر کی گئی ہو تو وہاں قرأت دن میں بالجہر پڑھنی چاہیے مثلاً صلوٰۃ جمعہ و عیدین اور استسقاء اور بعض ائمہ کے نزدیک کسوف کی نمازوں میں قرأت جہری پڑھی جاتی ہے کیوں کہ ان وقتوں میں قرأت کا جہر سے پڑھنا لوگوں کے جمع ہونے کے مقصود کو مفید ہوتا ہے یعنی لوگوں کے لیے تعلیم و تبلیغ احکام اسلام و وعظ بھی اغراض ہوتے ہیں لہٰذا ایسے موقعوں کے بڑے بڑے گروہوں کو خدا تعالیٰ کا کلام سنایا جاتا ہے اور ان کی تبلیغ احکام کی جاتی ہے کیوں کہ ان کو ایسے اجتماع کا موقع بہت دنوں کے بعد ملتا ہے اور یہ امر رسالت کے عظیم مقاصد میں سے ہے۔

جواب ثانی :دوسرا جواب یہ دیا جائیگا کہ ایسے ایسے موقعوں پر اکثر لوگ جمع ہوتے ہیں حتی کہ بچے عورتیں تمام کے تمام افراد ایک مکان پر اطمینان و سکون کیساتھ کسی منتخب جگہ پر بیٹھتے ہیں اور شور و شغف نہیں ہوتا ہے اس کے برخلاف دن کے دیگر نمازوں میں شور و شغف ہوتا ہے اس لیے نماز جمعہ و عیدین میں نماز جہری ہوگی نہ کہ سری۔

سوال:اسی طرح آپ جب اہل ایمان نماز پڑھتے ہیں تو حالتِ تشہد میں شہادت انگلی کو کیوں اٹھاتے ہیں اگر آپ کہیں گے کہ خداوند قدوس کی وحدانیت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے تو کیا آپ نفس ہی نفس میں وحدانیت کی طرف اشارہ نہیں کرسکتے ہیں تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا رب آپ کے نزدیک نہیں ہے بلکہ دور ہے اس لیے اشارہ کرتے ہیں کہ ہمارا رب وہ ہے۔

جواب:حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے جواب دیا کہ اس عمل میں بھید یہ ہے کہ انگلی کے اٹھانے میں توحید کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے قول و فعل میں مطابقت ہوتی ہے اور توحید کے معنیٰ آنکھوں کے سامنے مشتمل ہوتے ہیں۔

☆☆☆

کیا مورتی کی تصدیق ہوتی ہے

سوال: اسی طرح آپ ابتدا نماز میں دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے ہیں اور رکوع سجود کرتے ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ نماز شروع کرتے ہیں ا ہاتھ اٹھاتے ہیں اس سے ایک خدا کی طرف اشارہ ہے اسی طرح رکوع کرتے ہیں تو اس سے دوسرے خدا کی طرف اشارہ ہے اسی طرح سجدہ کرتے ہیں تو اس سے تیسرے خدا کی طرف اشارہ ہے اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے یہاں بھی متعدد خدا ہیں۔

جواب: جناب معاملہ یہ نہیں ہے بلکہ ہم متفرق عمل کے ذریعہ خدا کو راضی کرتے ہیں اور ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میں کسی چیز کا مالک نہیں سب چیزیں تیری ہے ان کا تو ہی مالک اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ ہم تمام طاقتوں سے خالی ہیں اور سب قوتوں اور طاقتوں کا تو ہی مالک ہے۔

سوال: ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر دم بندوں پر توجہ و نظر فرماتا ہے لیکن انہی کی کتاب ابوداؤد، اور نسائی کے اندر یہ بات مذکور: **لایزال اللہ تعالیٰ مقبلاً علی العبد وھو فی صلوتہ مالم یلتفت فاذالتفت اعرض عنہ** ۔یعنی جب تک بندہ نماز میں رہتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کی طرف توجہ فرماتے ہیں جب بندہ نماز کی حالت میں رہتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کی طرف توجہ فرماتے ہیں لیکن جب بندہ حالتِ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو خدا تعالیٰ بھی توجہ ہٹا لیتے ہیں۔

جواب: اس حدیث کے اندر توجہ ہٹانے سے یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ صاف طور پر بندہ کو بھول ہی گیا بلکہ یہاں پر مراد یہ ہے کہ جب کوئی بندہ خدا کی جانب متوجہ ہوتا ہے تو رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جب نماز میں اِدھر اُدھر دیکھتا

ہے تو دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

سوال: آپ اہل ایمان نماز سے فارغ ہوتے وقت سلام کس پر نچھاور کرتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ پر سلام نچھاور کرتے ہیں یا فرشتے پر اگر آپ اللہ تعالیٰ پر سلام نچھاور کرتے ہیں تو تحصیل حاصل ہے کیوں کہ اسی کی صفت اور اسی پر بھیجنا یہ تحصیل حاصل ہے اگر فرشتے پر نچھاور کرتے ہیں تو فرشتے نظر کہاں آتے ہیں۔

جواب: ہم فرشتے پر سلام بھیجتے ہیں اور فرشتے مخفی طور پر انسان کی حفاظت کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ دائیں بائیں سلام پھیرنے میں اشارہ ہے کہ حالتِ نماز میں گویا میں اس عالم سے باہر چلا گیا تھا اور ماسوی اللہ سے فارغ ہو کر اس کی درگاہ میں پہنچ گیا تھا اس کے بعد اب پھر آیا ہوں اور موافق اسم آئندگان ہر کسی کو سلام کرتا ہوں۔ (بحوالہ: ایضاً ص: ۸۷)

غیر مسلموں کے اقوال

آریوں نے کہا کہ ہمارے نزدیک بہت سے خدا تو ہیں ہی لیکن یہ تمام کے تمام خدا حقیقت میں ایک ہے القصہ اس امر محال کو اختیار کیا کہ وحدت بھی حقیقی ہو اور کثرت بھی حقیقی ہو مگر پھر بھی توحید کو ہاتھ سے نہ چھوڑا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سے کسی کو انکار نہیں ہے بلکہ اصل اصول سب کے نزدیک توحید ہی ہے اور جب توحید مسلم اور اصل ٹھہرا تو پھر جو باتیں مخالف توحید ہوں گی وہ خود غلط ہوں گی یعنی شرک اور بت پرستی اور کثرت معبودان اپنے آپ غلط ثابت ہوں گے۔ یہ تو اسی کے قول کے مطابق ثابت ہوا کہ خداوند قدوس ایک ہیں۔

عقلی دلیل: معبود حقیقی ایک ہی ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ تمام عالم وجود میں شریک ہے ایک لفظ موجود سب پر بول سکتے ہیں اور سب کے وجود کو وجود ہی کہتے ہیں کچھ اور نہیں کہتے غرضیکہ ایک چیز تمام اشیاء میں مشترک ہے پھر اسی پر عالم کا یہ حال ہے کہ اکثر موجودات قدیم نہیں حادث ہیں مطلب یہ ہے کہ ایک زمانہ میں موجود نہ تھے اور بعد وجود ایک زمانہ میں معدوم ہو جاتے ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان اشیاء کا وجود ایسا ہے جیسا گرم پانی کی حرارت اور زمین کی روشنی یعنی ایک زمانہ میں پانی ٹھنڈا اور زمین بے نور تھی اور بعد حرارت ونور" پھر ایک زمانہ میں وہی ٹھنڈک اور اندھیرا ہے سو جیسے اس آمد و شد حرارت ونور سے ہر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ حرارت ونور آب و زمین کے خانہ زاد کسی سے مستعار نہیں ہیں جس کے یہ خانہ زاد ہیں اور اس پتے پر آخر آتش اور آفتاب کا سراغ نکل آتا ہے ایسا ہی ہے بوجہ آمد و شد وجود اشیاء حادثہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وجود ان کا خانہ زاد نہیں کسی نے مستعار عنایت کیا ہے اس میں یہ وصف خانہ زاد ہی مستعار نہیں اور جو موجودات ایسے ہیں کہ ہمیشہ سے ایک حال پر چلے آتے ہیں اور کسی نے آج تک انکا زمانہ عدم نہیں دیکھا جیسے

زمین و آسمان و آفتاب قمر و کواکب تو گو بظاہر اسی تقریر سے ان کے لیے معطی وجود کا پتا نہیں لگتا پر غور سے دیکھیے تو وہاں بھی یہی عیاں ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ باوجود اشتراک وجود ہر ایک کی حقیقت کو ہر کوئی جدا سمجھتا ہے یہ نہ ہو کہ تو ایک کو دوسرے سے تمیز نہ کر سکتے اس لیے خواہ مخواہ یہ کہنا پڑے گا کہ وجود اور چیز اور اشیاء مذکورہ کی حقیقت اور چیز ہے اور ظاہر ہے کہ جیسے دو چیزوں کا اجتماع ممکن ہے ایسے ہی انکا افتراق بھی ممکن ہے اور جدائی ممکن ہوئی تو پھر خانہ زادی ناچار ہو کر رہ جائے گا اور یہی کہنا پڑے گا کہ ان کا وجود بھی مستعار ہے مگر چوں کہ ہر مستعار چیز کے لیے ایک ایسے دینے والے کی ضرورت ہے جس کے پاس کسی کی دی ہوئی نہ ہو بلکہ اصلی ہو تو بالضرور وجود مستعار کے لیے بھی کوئی دینے والا ہوگا یعنی وجود کے لیے کوئی موصوف اصلی ہوگی جو خود بخود موصوف بالوجود یعنی موجود ہو سو وہی خدا ہے اور اسی کو بے نیاز مطلق کہنا چاہیے اس کو کسی کی حاجت نہیں اور سب کو اس کی حاجت ہے مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قسم کا موجود سوا ایک کے متصور نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ جب وجود کی وحدت مانی گئی چنانچہ اوپر معروض ہو چکا تو موجود اصلی بھی یعنی جس کے حق میں وصف وجود خانہ زاد ہو ایک ہی ہوگا علاوہ بریں وجود سے زیادہ کوئی عام نہیں اس لیے اسی بات کا اقرار ضروری ہے کہ وجود ایک امر غیر محدود ہے ورنہ محدود ہو تو اس کے اوپر ضرور ایک مرتبہ نکلے گا۔ جس کی نسبت اس کو محدود کہیں اور وہ اس سے بھی زیادہ عام ہو مگر وجود غیر محدود ہوگا تو یہ معنی ہوں گے تمام مواقع وجود کے محیط ہیں پھر اگر دوسرا بھی ایسا ہی ہو تو وہ کہاں جائے یہ بھی احتمال نہیں کہ دو ہوں دونوں ملکر ایسی طرح شدید ہو جائیں جیسے دو چراغ کا نور ملکر زیادہ ترچمک کا باعث ہو جاتا ہے کیوں کہ موصوف اصلی سے زیادہ اور کوئی موصوف نہیں ہو سکتا نہ اسکے وصف سے زیادہ کا وصف ہو سکے خاص کر وجود اصلی، کیوں کہ اس سے اوپر کوئی مرتبہ نہیں اسی وجہ سے وہ غیر محدود ہوا ورنہ محدود ہوتا تو آخر یہ بھی ایک حد ہے کہ اس سے زیادہ شدید ہو سکتا ہے۔ بالجملہ بروئے دلیل عقلی بھی خدا کی وحدانیت ضروری تسلیم ہے ارجب عقل و نقل دونوں اس بات پر شاہد ہوں کہ خدا وحدہ لاشریک لہ ہے تو پھر اوروں کی عبادت ظلم عظیم ہوگی۔

وحی الٰہی پر آریوں کا اعتراض

سوال: جب خداوند قدوس ہر ایک چیز کے قریب ہے اور اسکا کوئی خاص مکان نہیں تو جبرئیل کہاں سے پیغام لاتے تھے کیا خدا تعالیٰ پیغمبر پر خود براہِ راست الہام نہیں کر سکتا تھا کہ جبرئیل کی وساطت کی ضرورت پری، نیز جب خدا تعالیٰ ہر جگہ موجود ہیں اور تمام خلقت بھی اس کے سامنے حاضر ہے تو اسے رسول (قاصد) بھیجنے کی کیا ضرورت تھی اور انہیں رسول کیوں کہا جاتا ہے کیا خدا کہیں دور ہیں جو اسے اپنے مخلوق کی طرف بھیجے؟۔

جواب: یہ دیا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ کے سارے کام ہی اسباب ظاہری سے مضبوط ومربوط ہیں اور وہ مسبب الاسباب ہیں تو اگر ارسال وحی میں اس نے جبرئیل کو واسطہ ٹھہرالیا تو کیا وساطت لازم آگئی۔

حاضرین مجلس: یہ سوال آریہ لوگ کرتے ہیں جو البتہ اللہ تعالیٰ کے حکم واسرار ہی نہیں بلکہ قوت ایجادیت ہی سے ناواقف ہیں لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے افعال کے لیے تو اسباب کے قائل ہو کر اس کو علت قرار دیتے ہیں پر اس سبب سے منکر یا غافل وہ اسباب کے قائل ہیں کہ مینھ برسانے کے لیے اللہ تعالیٰ پہلے سورج کی کرنیں سمندر پر ڈالتا اور حرارت آفتابی سے پانی کی بخارات مائیہ کی شکل میں منتقل کرتا ہے اور پھر ہواؤں کے ذریعہ سے خشکی میں لاتا اور ٹھنڈی ہواؤں کے جھوکوں سے ان کو کثیف کر کے بادل بناتا اور اتنی وسائط واسباب سے مینہ برساتا ہے اور اسی طرح غلہ پیدا کرنے میں بلکہ ہر امر کے سرانجام کے لیے کئی امور کو واسطہ ٹھہراتا ہے لیکن اس بات سے تعجب کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ملکی وجود (جبرئیل) کو اپنے الہامات اور

پیغام رسائی کا واسطہ بنایا وہ اس بات کے قائل ہیں کہ بغیر کسی توسط کے سوائے آواز کے سن لینا خلاف قانون قدرت ہے مگر وہ ہوا جو روحانی طور پر خدا تعالیٰ کی آواز کو مخلوق کے دلوں تک پہنچاتی ہے اس قانون قدرت سے غافل ہیں وہ اس بات کو مانتے ہیں کہ ظاہری آنکھوں کی بصارت کے لیے آفتاب کی روشنی کی ضرورت ہے مگر وہ روحانی آنکھوں کے لیے کسی آسمانی روشنی کی ضرورت یقینی نہیں کرتے۔

سوال: جب کہ اسلام کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ شیطان ہر ایک شکل وصورت بدل سکتا ہے اور طرح طرح سے لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اور خیالات بدلتا رہتا ہے تو اس جہت سے ممکن ہے کہ شیطان حضرت جبرئیل کا بھیس بدل کر تمہارے پیغمبر کے پاس آجایا کرتے ہوں پس تم کو اور تمہارے نبی کو کس طرح تسکین و یقین ہو سکتا ہے کہ یہی حضرت جبرئیل ہیں شیطان نہیں۔ بہر حال جب شیطان اپنے بھیس کو بدل سکتا ہے تو تمہارا قرآن غلط لہٰذا تمہارا مذہب بھی غلط۔ (نعوذ باللہ)

جواب: اوّل تو ان کا سوال ہی غلط و باطل ہے کہ شیطان حضرت جبرئیل کی شکل بدل سکتا ہے کیوں کہ قرآن شریف کے کسی مقام سے یہ بات ثابت نہیں کہ ناری کسی نوری فرشتہ کی صورت بدل سکتا ہے یا عالم بالا پر اس کو کچھ دسترس ہو بلکہ برخلاف اس کے قرآن شریف کے کئی مقامات سے یہ ثابت ہے کہ وہ ملائکہ کو دیکھ کر بھاگتا اور ان کے سامنے ٹھہرتا نہیں جیسا کہ اس بات پہ قرآن شاہد ہے بقولہ تعالیٰ:

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّي جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّي بَرِيٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّي اَرٰى مَالَا تَرَوْنَ اِنِّي اَخَافُ اللّٰهَ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ.

اور جب شیطان کفار کو انکی حرکات عمدہ کر کے دکھایا اور کہا کہ آج لوگوں میں ایسا کوئی نہیں جو تم پر غالب آسکے اور میں تمہارا پشت پناہ ہوں پھر جب دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں اپنے الٹے پاؤں چلتا بنا اور کہنے لگا کہ میں تم سے بیزار ہوں میں

وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم کو سوجھ نہیں پڑتی یعنی میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ ابذرا غور فرمایئے کہ اگر شیطان فرشتہ کا روپ بدل سکتا تھا تو الٹے ہی پاؤں کیوں کر بھاگتا وہ بھی فرشتے کی صورت میں ہو جاتا اور کفار کی رفاقت اور حمایت میں حاضر رہتا لیکن یہ شیطان ان نورانی وجودوں کے آگے ٹھہر ہی نہیں سکتا تو اس کا فرشتے کی شکل اختیار کر کے انبیاء کرام کو بہکانا اور جبرئیل بھیس بدل کر ان کے پاس وحی لانا یہ تو بالکل ہی غلط ہے ہاں قرآن وحدیث سے اتنا ضرور ثابت ہے کہ شیطان جیسا کہ اس کا خاصا اور اس کی فطرت ہے انسان کے دلوں میں وسوسے اور خیالات بدل ڈالتا ہے اور برے مشورے دیا کرتا ہے لیکن یہ کہیں سے ثابت نہیں کہ وہ نورانی فرشتوں کی شکل بنا کر انبیاء کو دھوکا دے سکے۔

جواب الثانی : بالفرض تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیا جائے کہ شیطان ہر ایک شکل وصورت اختیار کر سکتا ہے تو بھی کسی طرح سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے سامنے جبرئیل کا بھیس بدل کر ایسی ایسی عمدہ اور اعلیٰ و بے نظیر باتیں پیش کرے اور جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی کتاب ہرگز نہیں کر سکتی اور ایسا کلام جو فصیح و بلیغ سے منور ہو جس کا دعویٰ خود قرآن نے کیا قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَّاتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَاتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۔ بھلا بتایئے کہ شیطان ایسا کلام کیوں کر پیش کر سکتا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ شیطان نہ جبرئیل کا بھیس بدل سکتا ہے اور نہ قرآن کی مثل ایک حرف بھی پیش کر سکتا ہے اور نہ آپ ﷺ کے سامنے لب کشائی کر سکتا ہے۔

سوال: جب کہ قرآن شریف پیغمبر کی وفات مبارکہ کے کتنے عرصہ بعد خلیفہ ثالثؓ کے زمانے میں جمع ہوا ہے تو اتنے عرصہ کے بعد اس کے صحیح اور غیر محرف ہونے کی کیا برہان ہے اگر آپ کے پاس دلائل نہیں ہے تو معلوم ہوگا کہ قرآن غلط ہے کیوں کہ حضور ﷺ کے زمانے کے بعد بہت سارے صحابۂ کرامؓ تھے ہو سکتا ہے کہ اپنے

خواہش کے مطابق قرآن کے اندر تخفیف وترمیم کرلی ہو۔

جواب: قرآن شریک خلیفہ ثالثؓ کے وقت میں نہیں بلکہ خلیفہ اوّل ہی کے وقت میں مدوّن اور مکمل ہو چکا تھا چنانچہ اس کی ایک نقل حضرت حفصہؓ کے گھر میں بھی تھی اور حضرت عثمان غنیؓ نے بھی اسی قرآن شریف کو اصل ٹھہرا کر تمام ممالک اسلام میں کلام الٰہی کی نقلیں جابجا شائع کی تھی۔ اصلی جامع قرآن حضرت ابو بکرؓ ہی ہیں انہوں نے ہی حافظوں اور جلیل القدر صحابہؓ کی زبانی یادداشت سے مقابلہ کر کے ان ہڈیوں وغیرہ پر سے قرآن شریف کو ایک جگہ میں نقل اور مدون کرایا اور تمام دنیائے اسلام میں پھیلایا قرآن شریف کی حفظ وضبط کا سلسلہ حضرت رسول اللہ ﷺ ہی کے زمانے سے شروع ہوا ہے حضرت ﷺ کے سامنے ہی سیکڑوں صحابہ کرام حافظ موجود تھے اس وقت ممکن نہ تھا کہ قرآن شریف کی نقلیں اور زیروزبر کا بھی فرق ہوتا جب کہ قرآن شریف ہی سب مومنوں کا ایمان اور طاقت تھی خود حضرت ابو بکرؓ بڑے قاری تھے تو کس طرح ممکن تھا کہ ایک شوشہ کا فرق بھی پڑنے دیتے قرآن شریف کی حفاظت کی نسبت تو یہاں تک یقین ہے کہ اگر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی جمع کرتے تو بھی خدا اس کا حافظ تھا بقولہ تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ اس کے حفظ وضبط کا سلسلہ جو حضرت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے شروع ہوا ہے قرآن شریف کی حفاظت کے لیے اعلیٰ دلیل اور پورا کفیل ہے جس شئ کو متواتر ۱۴۰۰ سو سال سے ایک دنیا حفظ وضبط کرتی آئی ہو اس میں تحریف وتبدیل تو کیا اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

سوال: سورۂ فاتحہ صرف قرآن شریف ہی میں نازل ہوئی یا پہلے پیغمبر پر بھی نازل ہوئی۔

جواب: اس سلسلے میں، مفسرین کرام کی رائے ہے کہ الحمد آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی ﷺ پر نازل نہیں ہوئی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر الحمد یہود ونصاری پر اترتی تو وہ لوگ گمراہ نہ ہوتے۔

☆☆☆

قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے کا ثبوت بالدلائل

برھان الاول: سب سے پہلی دلیل قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ خداوند قدوس نے فرمایا یعنی چیلنج کیا۔ فاتوابسورۃ من مثلہ الخ کہ اس کے مثل ایک سورۃ یا ایک آیت نہ لاسکتے ہو کم از کم ایک حرف لادو لیکن کسی ماں کے لال کی زبان کھل نہ سکی۔ اس کی بہت زیادہ تفسیر ہے لہٰذا دیگر کتب کا مطالعہ کریں۔

برھان الثانی: دوسری دلیل قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے پر یہ ہے کہ خود خداوند قدوس کا قول ہے سورۂ فاتحہ الحمد للہ الخ کہ بہر حال فقط مذکورہ سورۃ کا ترجمہ ہی کر دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میں یہ کلام الٰہی ہے۔ نیز جملہ مخالفین کو ہم بھی چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اس اردو عبارت کا ترجمہ کسی فاضل زبان عرب عیسائی یا آریہ وغیرہ سے کرائیں اگر فصاحت و بلاغت و متانت و سلاست و قدرتی ترتیب و تسلسل و شان بیان میں اس کی مثل ہو گیا تو (ہم فوراً قرآن شریک کو انسانی کلام مان لیں گے) ورنہ مخالفین کو مناسب ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام کی بے نظیری کو تسلیم کریں اور اس پر ایمان لائیں۔

محاورہ ترجمہ سورہ فاتحہ: کا سب طرح کی تعریف فقط اللہ ہی کیلئے ہے جو سارے جہاں کا پالن ہار ہے اور تجھی کا رب ہے رحمٰن و رحیم روز جزا کا مختار ہم تجھی کو پوجتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں ہم کو راہ مستقیم دیکھا ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے فضل کیا نہ کہ جن پر تیرا غضب ہوا اور گمراہ ہوا۔

برھان الثالث: قرآن شریف نے جگہ جگہ ڈنکے کے چوٹ سے یہ اعلان کیا کہ یہ

کلام الٰہی ہے اس کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں۔ وانہ لتنزیل رب العالمین نزل به الروح الامین علی قلبك الخ۔ دوسری جگہ فرمایا وماینطق عن الهوی ان هو الاوحی یوحیٰ تنزیل الکتاب من الله العزیز الحکیم. وبالحق انزلناه وبالحق نزل. انا نحن نزلنا علیك القرآن تنزیلا قل یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا ذلك الکتاب لا ریب فیه. هدی الناس وبینات من الهدی۔ یہاں قرآن شریف علانیہ طور سے پکار کر ساری دنیا کے سامنے دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور خدا تعالیٰ کا الہام ضرور ہے۔

بہر حال ہم آریوں اور عیسائیوں کو زیادہ تکلیف دینا پسند نہیں کرتے اور کلام الٰہی کے نشان بیان کرنے اور اپنی اپنی کتابوں میں ان نشانوں کو ثابت کرنے کے لیے تکلیف دیتے ہیں صرف ہم اس سے گذارش کرتے ہیں کہ براہ مہربانی جس زور وشور کے ساتھ قرآن شریف نے کلام الٰہی ہونے کا دعوی کیا ہے اسی زور وشور کے ساتھ وہ بھی اپنی اپنی کتابوں میں ان کے کلام ربانی ہونے کا دعویٰ پیش کریں۔

البرھان الرابع: چوتھی دلیل اسی طور پر بیان کیا جا سکتا ہے کہ قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت اور اس کا خدائی طرز بیان اور حاکمانہ اسلوب ہے یعنی کلام الٰہی کا بیان اس طرح ہے کہ اسی طریقے پر دنیا کی کسی بھی کتاب کا بیان نہیں ہے مثال کے طور پر لیجئے کہ ارشاد ربانی ہے تنزیل الکتاب من الله العزیز الحکیم یہ تحریر بارگاہ خداوندی کے طرف سے صادر ہوتا ہے جو زبردست حکمتوں والا ہے۔ ولا تقربوا لزنی انه کان فاحشة وساء سبیلا۔ اسی طرح اور ارشاد ہے وقضی ربك الاتعبدوا الا ایاه وبالوالدین احسانا۔ اسی طرح فرمایا قل هو الله احد اسی طرح ارشاد فرمایا ووصینا الانسان بوالدیه احسانا اسی طرح آگے ارشاد فرمایا ذلك الکتاب لاریب فیه۔ یعنی سراپا خود قرآن کلام الٰہی کا ثبوت ہے جس جس ورق کو پلٹیں ہر ایک لفظ لفظ میں وحدانیت وکلام الٰہی کا ثبوت ملتا ہے۔

قبلہ پر آریوں کا اعتراض

اعتراض: دیانند نے حضرت نانوتویؒ سے دوران مناظرہ یہ کہا تھا کہ مسلمان ہندوؤں کو بت پرست کہتے ہیں اور آپ خود مکان پتھر اور قبلہ کی پوجا کرتے ہیں یعنی نماز جب پڑھتے ہیں تو خانہ کعبہ کی پوجا کرتے ہیں۔لہٰذا آپ بھی تو مٹی کو پوجتے ہیں۔

جواب: حضرت نانوتویؒ نے جواب دیا کہ افسوس ہزار افسوس پنڈت دیانند صاحب کے کمالات کا کہ ہندوؤں میں ایک جاہل مہنت ہیں۔ کیوں کہ اس پر پنڈت جی کا یہ حال ہے کہ آسمان کو خاک میں ملا دیتے ہیں استقبال کعبہ اور بت پرستی کو برابر کردیا جناب عالی اگر پنڈت جی کو ایسی باتوں میں فرق کرنا نہیں آتا تو یہ شہرہ کمال کس خیال پر مبنی ہے اور اگر دیدہ ودانستہ یہ حال ہے تو پھر اور کچھ احتمال ہے۔ بغرض توضیح حقیقت الحال چند باتیں جن سے یہ معلوم ہو جائے کہ استقبال کعبہ اور بت پرستی میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔لہٰذا میں پنڈت کے باطل سوال کے جوابات دیتا ہوں کہ تا کہ عقل وفہم والے لوگ یہ سمجھ لیں کہ یہ حقیقتاً باطل ہے اور آخرت کی فکر میں مشغول ہوجائے۔

الجواب الاول: لفظ استقبال کعبہ اور بت پرستی ہی اس پر شاہد ہے کہ حکومت پرستی کو توجہ الی الکعبہ کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں اوّل کا مفہوم فقط اتنا ہے کہ کعبہ کی طرف منہ ہو اور بت پرستی کا حاصل یہ ہے کہ بت معبود ہوں۔ ہاں اگر اہل اسلام بھی دعوی کعبہ پرستی کے کرتے تو پھر پنڈت جی کا اعتراض بجا تھا۔مگر اہل اسلام میں ایسی بات نہیں ہے۔

الجواب الثانی: اہل اسلام کے نزدیک کعبہ کی طرف منہ ہونا چاہیے نیت استقبال کی بھی ضرورت نہیں چہ جائیکہ ارادہ عبادت اللہ خدا کی عبادت کی نیت اور اس کا ارادہ ہونا ضروری ہے اگر یہ نہ ہو پھر وہ نماز اہل اسلام کے نزدیک معتبر نہیں اس

سے صاف ظاہر ہے کہ اہل اسلام خدا کی عبادت کرتے ہیں کعبہ کی عبادت نہیں کرتے اور بت پرستی کے لیے ارادہ نیت عبادت نہیں کرتے اور بت پرستی کے لیے ارادہ اور نیت عبادت و پرستش بت شرط ہے اگر میری اس گزارش میں شک ہو تو پوچھ دیکھیں ہندوں اتن ہنوز آباد ہے ہزار ہا بت پرست موجود ہیں مگر اہل عقل کو نہ پوچھنے کی ضرورت اور نہ کسی کے بتلانے کی حاجت۔

الجواب الثالث : تیرا جواب یہ فرمایا کہ ابتداء صلوٰۃ سے لے کر آخر تک کوئی لفظ مشعر تعظیم کعبہ نہیں آتا ہر لفظ اور ہر فعل خدا کی تعظیم پر دلالت کرتا ہے اوّل تو دست بستہ کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہتے ہیں جس میں خدا کی بڑائی اور کبریائی کا بیان ہے پھر **سبحانك اللّٰهم** میں خدا کی پاکیزگی اور ستودگی اور برکت اور علوشان اور توحید کا ذکر ہے پھر اعوذ باللہ میں خدا تعالیٰ سے اس بات کی استدعا ہوتی ہے کہ شیطان کے شر سے مجھ کو بچالے پھر بسم اللہ میں اللہ تعالیٰ کے نام پاک سے مدد مانگی جاتی ہے اس کے بعد الحمد پڑھتے ہیں اس میں اوّل خدا تعالیٰ کی تعریف اور اس کی تربیت عام اور اس کی رحمت عامہ اور خاصہ اور اس کی مالکیت اور اختیار جزا و سزا کا ذکر کر کے خدا سے ہدایت کی دعا مانگی جاتی ہے اس کے بعد قرأتِ قرآن کی جاتی ہے تا کہ اسی حکم نامہ خداوندی کی قرأت و سماعت سے جو امام و منفرد بکمال ادب کرتے ہیں تا کہ یہ بات اظہر من الشمس ہو جائے کہ ہم خدا کے مطیع و فرماں بردار ہیں نیز پورے ستر کو ڈھانپتے ہیں تا کہ خداوند قدوس کی تعظیم ہو بخلاف پنڈتوں کے کہ ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ اپنے ستر کو منشکف ہی نہیں کرتے بلکہ بعض حضرات ننگے بھی ہو جاتے ہیں اور دیگر غیر مسلم کہتے ہیں کہ اس کے بدن پر دیوی دیوتا سوار ہیں بھلا بتائیے کہ کیا یہ تعظیم بھگوان ہے ہرگز نہیں اگر تمہارے پاس ہمت ہے تو اسکا جواب دینا اس کے بعد رکوع و سجدہ ادا کرتے ہیں تا کہ حضرت حق جل مجدہٗ کی رضامندی حاصل ہو جائے۔

الجواب الرابع : چوتھا جواب یہ دیا کہ اہل اسلام کے نزدیک وقت نماز دیوار

ہائے کعبہ کا مقابل ہونا شرط نہیں اگر بالفرض وہ دیوار ہی منہدم ہو جائیں پھر بھی نماز اسی طرف رخ کر کے ادا کریں گے چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانے میں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ اوّل کے نواسے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے پھوپھیرے بھائی کے فرزند تھے یہ اتفاق ہوا کہ انہوں نے بغرض تکمیل بناء کعبہ بناء اوّل کو یہاں تک منہدم کرایا کہ نیوتک وار ڈالی اور پھر اس کے بعد نئے سرے سے تعمیر کرایا اس اثناء میں نماز بدستور جاری رہی اگر دیوار کعبہ مسجد و معبود اور مقصود ہوتی تو اس زمانے میں نماز موقوف رہتی۔ بہت ہوتا تو یہ ہوتا کہ بعد تعمیر ایام گذشتہ کے عبادت قضاء ہوتا اور بت پرستی میں ظاہر ہے کہ مقصود اور معبود اور مسجودیت ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کسی شوالے یا مندر میں سے بتوں کو اٹھا کر کہیں اور رکھ دیں تو پھر سارے فرض وہیں ادا ہوتے ہیں مکان اوّل کو نہیں پوچھتا اس بناء پر حضرت نانوتویؒ بار بار فارسی کی یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ بین تفاورت راہ از کجاست تا کجا۔

الجواب الخامس: پانچواں جواب یہ دیا کہ خانہ کعبہ کو اہل اسلام بیت اللہ کہتے ہیں اللہ خدا نہیں کہتے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مکان کی طرف باتا ہے تو مکین مقصود ہوتا ہے اس کی طرف رخ کر کے آداب نیاز بجالاتا ہے تو آداب و نیاز کو ہر شخص صاحبِ خانہ کے لیے سمجھتا ہے غرض جیسے کسی تخت نشین کو اگر اسی تخت کی طرف جھک کر سلام کرتے ہیں تو وہ سلام صاحب تخت کو ہوتا ہے نہ کہ سراپا تخت کو اور یہ بات اتنی ظاہر ہے کہ کسی دیوانہ کو بھی تردد نہیں ہوتا۔ ایسے ہی عبادت سمت بیت اللہ کو خیال کیجئے اور دیدہ و دانستہ دوسرا احتمال پیدا نہ کیجئے بالجملہ لفظ بیت اللہ بشرط فہم و عقل اس جانب مشیر ہے کہ خانہ مقصود نہیں بلکہ صاحب خانہ مقصود ہے اور بت پرست اپنے بتوں کو خانہ خدا یا کرسی خدا یا تخت خدا نہیں سمجھتے مہادیو یا شب یا گنیش وغیرہ سمجھتے ہیں اور چوں کہ ان بزرگوں اور ان کو بت پرستان ہند مستحق عبادت سمجھتے ہیں اس لیے بت پرستی میں وہ بت ہی مقصود ہوتا ہے۔

الجواب السادس: چھٹا جواب یہ دیا گیا کہ اہل اسلام کے نزدیک مستحق عبادت وہ ہے جو بذاتِ خود موجود ہو اور سوائے اسکے اور سب اپنے وجود و بقا میں اس کے محتاج ہوں اور سب کے نفع وضرر کا اس کو اختیار ہو اور اس کا نفع وضرر کسی سے ممکن نہ ہو اس کا کمال و جاہ وجلال ذاتی ہو اور سوا اسکے سب کا کمال و جمال وجلال اسکی عطا ہو مگر موصوف بایں وصف انکے نزدیک بشہادت عقل ونقل سوا ایک ذات خداوندی کے اور کوئی نہیں یہاں تک کہ انکے نزدیک بعد خدا سب سے امین افضل محمد رسول اللہ ﷺ ہیں نہ کوئی آدمی ان کے برابر نہ کوئی فرشتہ نہ تو عرش وکرسی ان کے ہمسر نہ کعبہ اور نہ ان کا ہم پلہ دنیا کی کوئی چیز مگر بایں ہمہ ان کو بھی ہر طرح خدا تعالیٰ کا محتاج سمجھتے ہیں ایک ذرہ کے بناـ نے کا ان کو اختیار نہیں ایک رتی برابر کے لیے نقصان کی ان کو قدرت نہیں اور خالق کائنات اہل اسلام کے نزدیک خدا ہے اس لیے کہ کلمہ شہادت میں جس پر ایمان کا مدار ہے یعنی اشھد ان لا الہ اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ خدا کی وحدانیت اور رسول ﷺ کی عبدیت اور رسالت کا اقرار کرتے ہیں اس صورت میں اہل اسلام کی عبادت سوائے خدا اور کسی کے لیے مقصود نہیں ان تمام جوابات کا خلاصہ کلام یہ ہوا کہ بت پرستی میں پرستش غیر ہے اور استقبال کعبہ میں پرستش خدا ہے اور چوں کہ پرستش خدا بالاتفاق اچھی ہے اور پرستش غیر تمام اہل عقل کے نزدیک بری ہے لہٰذا پنڈت جی کا اعتراض ہی باطل نہیں بلکہ سراپا ان کا مذہب باطل ہے۔

آریوں کا اعتراض اسلام پر

سوال: قرآن کے اندر جو زکوٰۃ دینے کا ذکر ہے بالکل بے جا ہے کیوں کہ زکوٰۃ لینے کے لیے اہل اسلام خود تیار ہیں کہ جب فقیر لوگ ایک ایک پیسے کے لیے ہندو لوگ جن کو مسلمان کافر کہتے ہیں ان کی دوکان کے روبرو خود اپنے ہاتھ سے ہی سر پھوڑ لینا پڑتا ہے اور اپنے پیٹ کا غار بھرنے کے لیے ادھے پسے پر ہی اپنی زبان بھی کاٹ لیتے ہیں ایسی مفلسی کی حالت میں جبکہ ان کو اپنا پیٹ پالنے کیلئے اتنی مصیبت جھیلنی پڑتی ہے بھلا آپ ہی بتایئے کہ کس طرح زکوٰۃ دے سکتے ہیں اور قریب قریب یہی حالت اسلام کی ہے یعنی جس وقت ان ظالموں کی حکومت ہوگی تو لوگوں سے مار پیٹ کر پیسہ وصول کریں گے لیکن گورنمنٹ عالیہ کا راج ہونے سے اس وقت ظالم کو ظلم کرنے کے عوض خود اپنی زبان کاٹ لینے کو تیار ہیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ ظالموں کی ریاست ہونے سے وہ اپنی خود غرضی کے لیے اوروں پر ظلم کرے کیا یہ بھی اس پر لازم ہے اور دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ اسلام میں کوئی ظلم و زیادتی نہیں ہے۔

جواب: جناب عالی میں بھی تو کہتا ہوں کہ زکوٰۃ فرض ہے لیکن ہر اس شخص پر جو زکوٰۃ دینے کی وسعت رکھتا ہو جیسا کہ قرآن کریم کا اعلان ہے **مما رزقناھم ینفقون** ۔یعنی خرچ کریں ان چیزوں کو جس کو ہم نے عنایت کیا ہے یعنی مالک نصاب ہونا، بہر حال زکوٰۃ کی فرضیت ہونے میں اسلام کے اندر بہت سارے آسانات بھی ہیں نہ کہ نقصانات جیسا کہ تم پنڈتوں نے گمان کا ہے آسان تو اس لیے ہے کہ مالداروں کے پاس روپے پیسے کی کمی نہیں ہوتی تو اگر وہ کچھ روپے سے نکال دیں گے تو اس کا بھی کچھ نہیں بگڑے گا اور غرباء مساکین کا کام بھی بن جائے گا لہٰذا تمہارا اعتراض باطل ہوا۔

سوال: سبز درخت کا کاٹنا قرآن کے رو سے منع ہے یا نہیں اگر منع ہے تو اسے عقل کے دشمنوں جیتے جانوروں کا کاٹنا کس شریعت کے ذریعہ ثواب سمجھتے ہیں۔

جواب: سبز درخت کاٹنا قرآن کی رو سے منع ہے بلکہ جو درخت انسان کے کام آتے ہیں انکا کاٹنا روا ہے اور ایسے پیپل کے کل درخت کہ جن کی آریہ نشان پرستش کرتے ہوں ان کا کاٹ ڈالنا تو اور بھی بھلا ہے لالہ صاحب آپ کو چاہیے تھا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لیتے کہ سیتارتھ پرکاش کے سمولاسی بارہ میں سوامی جی بتلاتے ہیں کہ نباتات میں جیو ہے اور پرتھی کا مترجم نوٹ دیتا ہے کہ نباتات میں سمپورن پودے کے اندر جیو ہوتا ہے اب فرمایئے کہ عقل وفہم کے دشمن کون ہیں جیسا کہ آپ کے نزدیک ذبح حیوان ماکول اللحم ناروا ہے تو درختوں کا کاٹنا باوجود موجود ہونے جیو کے روا ہے اگر آپ یہ کہیں گے کہ سوامی جی فرماتے ہیں کہ کندمول وغیرہ چیزوں میں رہنے والے جیو کو سکھ دکھ محسوس نہیں ہوتا اور جس کی وجہ سے سیتارتھ پرکاش کے مترجم صاف تحریر فرماتے ہیں کہ درختوں کے اعضا کاٹنے سے درخت کے اندر رہنے والے جیو کو تکلیف نہیں پہنچتی کیوں کہ وہ حالت مدہوش پاس ہونے کی وجہ سے محسوس نہیں کرسکتا اس پر اگر آپ سے سوال کیا جائے کہ درخت کے اندر رہنے والے جیو کی مدہوشی یا من ہونے کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔ سوائے خاموشی آپ کوئی جواب نہیں دے سکتے بفرض محال اگر ہم تسلیم ہی کرلیں کہ آپ بوجہ بیہوشی پاس ہونے کے درختوں کے قربانی جائز جانتے ہیں تو کیا حیوان ماکول اللحم کو بیہوش کرنے کے بعد ذبح کرنے کا فتویٰ آریہ سماج سے دلا سکتے ہیں یاد رکھئے جس نے حیوان پیدا کیا اسی نے انسان کو گوشت پھاڑنے والے اور چیڑنے والی دانت پیدا کیئے جس سے از روئے فطرت ہی ظاہر ہے کہ انسان گوشت خور ہے پس جس طرح ساگ پات وغیرہ نباتات کو کام میں لانے سے انسان مجرم نہیں ٹھہرتا اسی طرح گوشت سے نفع اٹھانے اور گوشت کھانے سے گنہگار نہیں ہوتا۔

سوال: حلال وحرام کے معنی کیا ہیں اگر کسی جانور کو حلال کرنے کے بعد اس میں روح نہیں رہتی تو اس حالت میں وہ مردہ ہے یا نہیں۔

جواب: دراصل حلال کے معنی کھولنے کے ہیں اور اصلاح شرع میں کسی چیز کے استعمال

کی اجازت دینے کو حلال کہا جاتا ہے کما نطق القرآن وحلل عقدة من لسانی۔ اسی طرح دوسری جگہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً یعنی کھاؤ زمین کی چیزوں سے جو کچھ حلال ہے مطلب وہی ہوا جو میں عرض کر چکا ہوں کہ جن چیزوں کے استعمال کی اجازت خدا نے دی وہی حلال ہے برخلاف اس کے کسی چیز کے استعمال سے روک دینے کا نام حرام ہے اور ذبح کرنے کے بعد ماکول اللحم جانور بیشک وہ بے جان ہو جاتی ہے لیکن اصطلاح عرب میں اسکو میت یعنی مردہ نہیں کہتے ہیں کیونکہ یہ لفظ میت جسکو آپ مردہ کہتے ہیں بلحاظ تعریف اشیاء حلال وحرام زبان عرب میں ہمیشہ غیر مذبوح پر صادق آتا ہے جو خود بخود یا گلا گھونٹی سے یا چوٹ لگنے سے یا گر سر یا سنگ مار نے سے یا درندوں کے پھاڑنے سے مرجائے اور ماسوا اس کے جو حیوان ماکول اللحم کہ موافق تعلیم کتاب اللہ ذبح کیا جائے اسکو ذبیحہ کہتے ہیں۔

فرق: مردار اور ذبیحہ میں بہت بڑا فرق ہے یعنی مردار کی جس قدر اقسام ہیں اس میں سے کسی کا خون نہیں نکالا جاتا اور ذبح کیئے ہوئے جانور سے وہ نجاست جو اجزاء پیشاب اور دیگر فضلات کے خون میں شامل ہونے سے پیدا ہوئی ہے بایں لحاظ وہ حرام خون بوقت ذبح بالکل نکالا جاتا ہے پس ایسی حالت میں کوئی ذی ہوش دونوں برابر نہیں رکھ سکتا۔ پس مذکورہ بیان سے ثابت ہوا کہ قربانی کا جانور ہو یا کسی میں اس جانور کو ذبح کیا جائے بالکل حلال ہے نہ کہ حرام۔

سوال: قبر کے معنی کیا ہیں مردہ انسان کو کسی غار میں ڈالنا اسی کو قبر کہتے ہیں اگر قبر کے یہ ہی معنی ہیں تو گوشت خوار لوگ مذکورہ بالا بغیر روح کے جسم کو کھاتے ہیں یعنی اس مردہ جانور کے گوشت کو اپنے شکم کے غار میں رکھنے سے ان کا پیٹ بھی مردہ جانوروں کی قبر کیوں نہیں کہلائے گا۔

جواب: شعر

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں،
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

دیکھئے جناب عالی! قبر کے وہی معنی تو ہیں جو آپ نے خود بیان کیا کہ مردہ انسان کو کسی غار میں ڈال دینا اس سے ہمیں کہاں انکار ہے ہزار بار کہنے کو تیار ہوں کہ اگر کوئی مردخوار کسی انسان کو کھا جائے تو ضرور اس کے شکم کا غار اس مردہ انسان کی قبر کہلائے گی فی الحقیقت سچ بھی یہی ہے کہ قبر کا اطلاق ہمیشہ انسان ہی کے واسطے صادق آتا ہے جانوروں کے لیے قبروں کا تیار کرانا آپ جیسوں کی ایجاد شدہ ہے اگر آپ کسی لغت میں یا کسی مذہبی کتاب یہودیوں یا عیسائیوں اور مسلمانوں سے دکھلا دیں کہ جانوروں کے مدفون کی جگہ کو بھی قبر کہا جاتا ہے تو بیشک مردہ جانوروں کا گوشت کھانے والے کے شکم کا غار مردہ جانوروں کی قبر ہوسکتی ہے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا ہے کہ حلال جانوروں کا کھانے والا انسان جس کی غذا ہی خاطر فطرت نے ایسی مقرر کی ہو جس کے کھانے سے ایک صالح ....قوم تیار ہوتا ہے اور وہ بھی وہ ہو جو انسان کی قوت قرار رکھنے والا ہو بایں لحاظ یہ امر ناممکن ہے کہ انسان کا معدہ جو جائے طبخ قبر کہلائے۔

سوال: اگر گوشت کا کھانا طاقت کے لیے ضروری ہے تو سور جو سب جانوروں میں طاقتور ہے جس کا گوشت بھی نہایت قوت بخشتا ہے تو اس کا گوشت کھانا حرام کیوں رکھا حالاں کہ جو جانوروں کا کھانا حلال ہے اسی کے مشابہت تو سور بھی ہے لہٰذا اس کا بھی کھانا جائز ہونا چاہیے تھا۔

جواب: بیشک حیوان ماکول اللحم کا گوشت کھانا طاقت خداداد برقرار رکھنے کے لیے نہایت ضروری ہے اس کا نہ کھانے والا من جملہ تین قوتوں بہمی اور سبعی اور ملکی کے اپنی ایک قوت سبعی کا ہلاک کرنے والا ہے۔ جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں اس کی موت حرام ہے اس میں اور خودکشی کرنے والوں میں ذرا بھی فرق نہیں کیوں کہ جس طرح پانی اور نباتات طبیات وغیرہ کا کھانا قوت بہمیہ کی زندگی کا موجب ہے اسی طرح قوت سبعی کی زندگی کا مدار صرف گوشت ہی کے کھانے پر ہے سور کا گوشت

جس کی بابت آپ تحریر فرماتے ہیں کہ نہایت قوت بخشتا ہے یہی وجہ تو ہے کہ قوت سبعی کو درجہ اعتدال سے بڑھا کر درجہ انتہا پر پہنچاتا ہے بس وہ قوت ملکی جس کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات کہلاتا ہے خراب ہوتی ہے خدا کے منکر تعلیم روحانیت سے ناآشنا اسی قسم کی بدپرہیزیاں کر کے خدا کے برگزیدہ رسولوں نبیوں اور اہل اللہ کو ستانے اور تکلیف دیتے رہے اگر وہ اپنی ہر ایک قوت کو درجہ اعتدال پر رکھتے تو آج ہمارے مہربان بابو شیونرائن اپنی زبان سے ایسے تعصب آمیز الفاظ کہ سور بھی خدا کی ٹھہرتا ہے جو روحانیت کے کم ہونے اور قوت سبعی کے بڑھ جانے کا سبب ہے اور اس ناپاک جانور کی حرمت کے سلسلے میں ارشاد باری ہے کہ بقولہ تعالی (فانہ رجس) کہ وہ ناپاک ہے اگر آپ فطرت انسان پر غور کرتے تو کبھی ایسے لایعنی اعتراض زبان سے نہ نکالتے کیا آپ اپنی روزانہ خوردونوش میں یہ تغیرات ہوتے ہوئے نہیں دیکھتے کہ جو غذا آپ کھاتے ہیں اس کے اجزائے مستعلیہ خون لے کر ہر رگ وریشہ کے ذریعہ سے جزوبدوں ہوتے ہیں اور وہ فضلات کہ جو جسم انسان کے لے قدرتاً مضر ثابت ہیں وہ کسی طرح بھی خارج ہوجاتے ہیں اور اگر باریک ہیں اور خون میں شامل ہوگئی ہے تو بذریعہ بول (پیشاب) جسم انسان سے رات ودن خارج ہوتے ہیں آپ غور کرسکتے ہیں کہ اگر یہ تمام فضلات ایک صحیح وسالم انسان میں جزوبدن ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں تو قدرتاً خارج ہی کیوں کئے جاتے پس جو نجاست ہمارے واسطے مضر ہے اس کو ہم اپنے مذہب سے بالکل ہی نکال دیتے ہیں جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ وہ سور جو تمام جانوروں میں طاقتور جانور ہے ہم جس کو چھونے سے گھن محسوس کرتے ہیں سوائے اس کے کہ ہم اس کو شوق سے کھاتے کیا یہ بات ممکن ہوسکتی ہے یہ بات امر یقینی اور بدیہی ہے کہ لحم سور انہی اجزاء مضرت رساں کا ایک تیار شدہ جسم ہے جو ابتدائی استعمال ہے ہر عاقل غور کرسکتا ہے کہ وہ گوشت کیا مفید ہوسکتا ہے جو محض ہمارے ہی تمام مضرات کا پرورش یافتہ ہو اس کا کھانا گویا انہیں مضرات خارج شدہ کا

جسم میں داخل کرنا ہے جن سے قوائے اخلاق تباہ اور برباد ہو جاتے ہیں۔
پیارے شیونرائن جی: سور ہی پر کیا منحصر ہے قرآن پاک کی تعلیم فانہ رجس کے بموجب رجسؔ کی علت جس جانور بھیڑیا گائے وغیرہ پر صادق آئے اسلام میں تو وہ بھی حرام ہی ہوگا۔
سوال: ضرورت کے وقت کوئی چیز کھانے کو نہ ملے تو مسلمان لوگ اس تنگ حالت میں سور کا گوشت کھا سکتے ہیں یا نہیں اگر سور بداخلاق ہے تو کیا مرغی خوش اخلاق ہے۔
جواب: قرآن مجید چوں کہ انسان کی تمام ضرورتوں کے لیے کافی اور روحانی کتاب ہے اس لیے ضرورت تھی کہ کوئی صداقت دینی اور دنیوی اس سے باقی نہ رہ جائے ہر فرد بشر واقف ہے کہ اس کائنات میں انسان کو کبھی اسائش اور کبھی تکلیف ہے جہاں صدہا دولت مند فارغ البالی سے اپنی بسر اوقات کرتے ہیں وہاں ہزاروں مرد و عورت ایسے بھی ہیں کہ جو افلاس اور تکلیف کے بحر ناپید کنارہ میں پھنس کر ہائے روٹی ہائے روٹی پکار رہے ہیں بایں لحاظ اس پروردگار عالم نے اپنے قانون کو اس طرح مکمل کیا کہ ایک حکم دائمی اور ایک اضطراری رکھا بس بحالت مجبوری جب کوئی حلال چیز کھا لینے کو میسر نہ آئے تو بموجب آیت: فمن اضطر غیر باغٍ و لا عادٍ فلا اثم علیہ۔ حرام چیزوں کا استعمال اس لیے اختیاری کی حالت میں جائز رکھا کیوں کہ انسان کا اپنے وجود کو محفوظ اور سلامت رکھنا اصلی فطرت کا تقاضہ ہے اور تاکید ہے کہ و لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ یعنی اے لوگو! اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو پس ہلاکت سے بچانے کے لیے پروردگار عالم نے حرام چیزوں کو صرف مجبور ہونے ہی کی حالت میں حلال کر دیا۔
سوال: حضرت محمد ﷺ چالیس برس تک قریشوں کے ساتھ بت پرستی کرتے رہے اور ان کی مکروہ اور نفرت انگیز رسمیات خورد و نوش میں حصہ لیتے رہے اب بھلا بتائیے کہ کیا یہ نبی ﷺ برحق ہیں۔

جواب: قبل از نبوت آپ ﷺ سے ناشائستہ حرکت بت پرستی کی کبھی سرزد نہ ہوئی بلکہ بتوں اور بت پرستوں کی شکل سے بھی سخت بیزار تھے صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ غار حرا میں جا کر رسالت بعثت تک ذات واحد کی عبادت کیا کرتے تھے افسوس کہ جن روشن جوہروں کو اس پروردگار عالم نے دنیا پر چمکا کر ایک عالم کو ان کے ہاتھ سے نور خدا پرستی کرنے والا بنایا جن کی پرزور تعلیمات سے شرک اور مخلوق پرستی کو اکثر زمین کے حصوں سے معدوم کیا اور درخت ذکر وحدانیت الٰہی کا جو سوکھ گیا پھر سرسبز اور شاداب ہو گیا اور عمارت خدا پرستی کی جو گر پڑی تھی پھر اپنی مضبوط چٹان پر بنائی گئی ایسے مقبول حبیب خدا کے سلسلے میں آریا صاحبان کا زبان درازی کرنا اور بت پرستی اور مکروہ نفرت انگیز رسمیات میں شامل ہونے کا ناحق الزام لگانا اعلیٰ درجہ کی ہٹ دھرمی اور ظلم ہے۔

بہرحال آپ کا یہ دریافت کرنا کہ کس عمل کے پاداش میں مستحق ملہم و مہربان ہیں سو ایسے سوالات معرض تحریر میں لانا اور عقل خداداد سے کام نہ لینا سخت ناانصافی ہے۔

سوال: قرآن کے نازل ہونے کی کیا ضرورت تھی جب کہ قرآن کے پہلے کئی الہامی کتابیں اتری تھیں اگر وہ کامل نہیں تھی تو قرآن کے کامل ہونے کا کیا ثبوت ہے کیا خدا اپنی عبارتوں کو چھوڑ دے گا جو اپنے احکام کی ترمیم و تنسیخ کرنے پر تیار رہتا ہے۔

جواب: قرآن کے نازل ہونے کی وہی ضرورت تھی جو دیگر کتب کے نازل ہونے کی ضرورت تھی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانے تک جس قدر احکام خدا کی طرف سے حسب اقتضاء ضرورت نازل ہوئے اور انہیں احکاموں کو جس وقت کہ لوگوں نے اپنی یادداشت کے واسطے کتاب کی صورت میں جمع کیا پس وہی مجموعہ احکام الہامی کتاب ہے جو اپنے زمانہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے یقیناً کامل ہے کیوں کہ گذشتہ زمانے کی جس جس قوم نے اپنی تربیت ایمان و روحانی کے خراب کرنے والے جس قدر سامان فراہم کئے تھے ان کے دفیعہ کا کافی علاج خدا کے احکام میں موجود تھا اور یہ سلسلہ اصلاح اور درستگی کے طور پر خدائے تعالیٰ نے جاری رکھا کہ

ہر ایک گمراہ قوم کو جو کہ تعلیم الٰہی سے ناواقف تھے انہیں کے ایک ایسے شخص کو جو سلیم الطبع سمجھا گیا نبوت اور رسالت پر معمور فرما کر ایک قانون عطا فرمایا کہ جس میں کامل طور پر ان کی اصلاح کی گئی تھی بایں لحاظ جس قدر کتابیں منزل من اللہ میں وہ یقیناً سب کے سب کامل ومکمل اور اکمل ہیں جن کی وجہ یہ بھی ہے کہ خدا کے تمام کام مطابق عقل وشعور میں گو بوجہ تعصب سے ان کے سمجھنے سے آریہ صاحبان مجبور ہیں بقول آنکہ اندھیروں میں ویدوں کے بے نور ہیں "اجالے سے قرآن کے دور ہے"۔

میرے دوستو! وحی الٰہی کے مختلف اوقات میں نازل ہونے کی یہی وجہ ہے کہ ایک امت گذشتہ کے بعد جب دوسری قوم نے علاوہ ان گذشتہ شرارتوں کے نئی نئی شرارتیں ایجاد کی اس لیے ضرورت تھی کہ ان کی شرارتیں دور کرنے اور ناواقف لوگوں کو آگاہ کرنے کے واسطے جدید احکام نازل فرمائے جس کی وجہ یہ تھی کہ گمراہ لوگ راہ یاب ہو جائیں اور قرآن کے کامل واکمل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے فرمایا اکملت لکم دینکم یہ کہ میں نے تمہارے دین اسلام کو مکمل کر دیا۔ نیز قرآن کے کامل ہونے پر مہینوں مہینوں بحث ہو سکتی ہے تب بھی دلائل ختم نہ ہوں گے لیکن وقت ہمیں اجازت نہیں دیتا۔

سوال: دنیا کی پیدائش سے پہلے خدا خالق یا رحیم یا رزاق ومعبود تھا یا نہیں اگر تھا تو کن کا معبود تھا اور سوائے اس کے کوئی نہ تھا تو خالق کن کا تھا اور مالک کن کا تھا۔

جواب: انه تعالیٰ من الجنس والجھات یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات جنس وجہات سے ماوراء ہے اور اس بات کے معترف آپ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجسم نہیں ہین جسکو آپ اپنی اصطلاح میں نیز اکارہ کہتے ہیں اور جو چیز نیز اکار ہوتی ہے وہ مکان کی محتاج نہیں ہوتی اب رہا سوال کہ معبود کن کا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا علم ذاتی ہے نہ کہ کسی تو اس علم ذاتی سے آپ کو تمام مخلوق کا علم حاصل تھا لہٰذا ان مخلوق کا معبود خالق ہونا ثابت ہو گیا۔ (بحوالہ آریوں کے پندرہ سوالات کے جوابات، ص: ۲۴)

غیر مسلموں کی زبان فی معاملۃ القرآن

قرآن کے سوا دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں جو اپنی آغاز سے آج تک بلاشبہ ویسی کی ویسی ہی ہو اب اس مبارک کتاب کے متعلق عقلاً غیر مسلم کی شہادتیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) اعلیٰ سے اعلیٰ توحید کا مذہب جو دنیا میں پایا جاتا ہے وہ اسلام ہے۔

(پروفیسر آرنٹ ہکل جرمن)

(۲) گاندھی لکھتا ہے کہ اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ (۳) رام دیو ایم اے لکھتے ہیں کہ قرآن کا بھاشا بہت سندر ہے اسی میں فصاحت و بلاغت بھری ہے اس سے بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ قرآن کے اندر بہت اچھی باتیں ہیں قرآن کی توحید میں کسی کو شک نہیں صاف بتلایا گیا ہے کہ اللہ ایک ہے عرب کے اندر عورتوں کا کوئی درجہ نہ تھا محمد ﷺ نے عورتوں کے حقوق قائم کئے۔ (پرکاش فروری ۱۹۲۷ء) (۴) ہندو فاضل پروفیسر دھرجی وائس چانسلر ہندو یونیورسٹی نے گرو کل کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا حضرت محمد ﷺ نے جس رنگ میں توحید الٰہی کو قائم کیا وہ ایک بے نظیر طرز تھا۔ (۵) قرآن کی عبارت فصیح و بلیغ اور مضامین کے عالی و لطیف ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک امین ناصح نصیحت کر رہا ہے اور ایک حکیم فلسفی حکمت الٰہی بیان کرتا ہے (فرک مورخ جرمن) (۶) قرآن انتہائی لطیف و پاکیزہ زبان میں ہے اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان مثل اس کے نہیں بنا سکتا یہ لازوال معجزہ ہے (مسٹر سیل) (۷) یہ تحریف سے پاک ہے دیباچہ قرآن (مسٹر جلی ایم راوڈیل) (۸) کوئی کتاب بارہ سو برس سے ایسی نہیں ہے کہ اس کی عبارت اتنی مدت طویل تک خالص رہی ہو (سر ولیم مور) (۹) اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہے (پریچنگ آف اسلام) (۱۰) ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں کہ اسلام کی وضاحت

عقائدات اور اس کے ساتھ دوسروں کے مقابل میں نیکی اور انصاف جس قدر اس مذہب پر مرتب کی گئی ہے اس کی عالمگیر اشاعت کا بہت بڑا باعث ہے فی الواقع تمام مذاہب عالم میں یہ فخر اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اسی کے اندر حد درجہ کی عزت وعظمت اور وحدانیت کی دلیل بکثرت موجود ہے اور دوسرے مذہبوں کے اندر بہت ساری گربریاں ہیں لیکن اس میں کسی قسم کا کوئی بھید یا معمہ نہیں ہے اور نہ اس میں متضاد چیزوں کے ماننے کی ضرورت ہے جو دوسرے مذاہب میں واقع ہوتی ہیں اور جنہیں عقل سلیم قبول نہیں کرتی ایک خدا واحد مطلق معبود تمام بندے اس کی نظروں میں بہت تھوڑے سے ارکان دین جن کا بجالانا واجب ہے اور ان کے بجالانے کی جزاء بہشت اور نہ بجالانے کی سزا جہنم اس سے زیادہ صاف وسادہ واضح اور غیر مبہم کونسا مذہب ہوسکتا ہے (تمدن عرب) بہر کیف دیگر مذاہب جو دنیا میں رائج ہیں ان میں سے کسی کتاب کو یہ بات نصیب نہیں بائبل کے متعلق علماء نصاریٰ کو خود تحریف کا اقرار ہے۔ کرسٹم اپنی تفسیر نویں باب منی میں لکھتا ہے کہ بہت سے پیغمبروں کی کتابیں نیست ونابود ہوگئیں۔ سر ولیم میور انجیل یوحنا کے متعلق لکھتے ہیں بیشک یہ کتاب مدرسہ اسکندریہ کے کسی طالب علم نے تصنیف کی (تاریخ کلیسا) پارسی مذہب کی کتاب کا بھی ایسا ہی حال ہے زرتشت کی کتاب ۳۲۱ سال قبل مسیح سکندر نے رندو اور ستار زرتشت کو جلا دیا تھا اب صرف حصہ دیا تھا کہ پانچ گنا الہامی تسلیم کی جاتی ہیں زرتشت اور اس کا دین مصنفہ

...... وید کی حالت سب سے زیادہ ناگفتہ بہ ہے کوئی کہتا ہے کہ ریشو پتھر الہام ہوئے کوئی کہتا ہے برہان الہام کوئی کہتا ہے کہ پیاس نے بنائے کوئی مختلف لوگوں کی تصنیف بتلاتا ہے کوئی کہتا ہے دو ارب سال ہوئے جب نازل ہوئے تھے کوئی کہتا ہے تین ہزار برس ہوئے جب بنائے گئے۔ اس کے بعد پنڈت کرشن کمار بھٹاچاریہ پروفیسر سنسکرت ریزیڈنسی کالج کلکتہ لکھتے ہیں کہ رگوید کے حصہ اس ملک کے شاعروں اور ریشوں نے تصنیف کیا ہے وہ مختلف زبانوں میں لکھی گئی ہیں پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں رگوید کے بہت سے منتر عورتوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ (تاریخ ہند حصہ اوّل) کوئی کہتا وید تین ہیں کوئی کہتا ہے چار ہیں

پھران میں تحریف بھی ہوئی ہے سوامی دیانند لکھتے ہیں کہ سوفن قربانی وغیرہ یہ بائبل سے وید میں آئے البتہ اپنشد وغیرہ متعصب فرقہ والوں نے اکبر کے زمانے میں ملا کر بنا دیئے۔ (سیتارتھ پرکاش) جو لوگ طشت میں ہے ویدوں کا یہ حال ہے کہ کوئی ان میں سے ایسا نہیں ہے کہ تغیر و تبدل یا کمی بیشی سے خالی ہو اور دواپر میں ویدوں کی ایسی تحریف ہوئی کہ آدھے بھی تحریر میں نہ آئے پھران ویدوں میں جو احکام ہے وہ ایک دوسرے کے خلاف ہیں چنانچہ مرقوم ہے چاروں ویدوں کے احکام باہم متناقض ہیں۔ (الکھ پرکاش) یہ کتاب ایسی زبان میں (وید) جس کو کوئی سمجھ نہیں سکتا اور اسکے الفاظ بے معنی ہیں شرح گیتا میں ہے ویدوں شاستروں پر دنوں کو قدیم زمانے کے لوگوں نے ایسا بنایا ہے کہ لفظوں میں معنی نہیں رکھتے۔

اسی طرح منشی سدا سکھ لال لکھتے ہیں کہ یہاں کی سب نظموں میں وید قدیم ہے مگر ان میں جو سنسکرت زبان ہے وہ بگڑتے بگڑتے کچھ اور ہی طرح کی ہوگئی ہے۔ (تاریخ ہند، ص:۱۱) لالہ لاچپت رائے لکھتے ہیں کہ سنسکرت الفاظ کے معنی مختلف زبانوں میں رہے ہیں سب فاضلوں کا اتفاق ہے کہ مرجبہ سنسکرت پڑھ لینے سے ویدوں کے صحیح معنی سمجھ میں نہیں آسکتے۔ (تاریخ ہند، ص:۷۷) یہی وجہ ہے کہ اسی کتاب کے ترجمہ میں ایسا اختلاف ہے کہ کسی اور کتاب کے ترجموں میں ممکن ہی نہیں ایک منتر سے ایک توحید الٰہی ثابت کرتا ہے تو اسی منتر سے دوسرا ہوائی جہاز بنانے کے اصول نکالتا ہے تیسرا دیوتاؤں کی تعریف لکھتا ہے۔ بہر کیف میں آریہ سماج سے پوچھتا ہوں کہ آپ خود سر پہ ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ کیا ایسی کتابیں اس قابل میں ہیں کہ ان پر ایمان کا مدار رکھا جائے ایک مسیحی نامہ نگار لکھتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے مسلمانوں کی قوم کے پھیلنے اور باقی رہنے کے تمام سامان فراہم کر دیا ہے کیوں کہ مسلمان جب قرآن و حدیث پر غور کرے گا تو اپنی ہر دینی و دنیوی ضرورت کا علاج اس میں پائے گا۔ (مصری اخبار وطن) شریعت اسلام نہایت اعلیٰ درجہ کے عقلی احکام کا مجموعہ ہے قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر ہیں اور ہر زمانے کے لیے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانہ کی تمام صدائیں اس کو قبول کر لیتی ہیں اور وہ مجلوں ریگستانوں اور

شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا ہے۔ (ڈاکٹر سمویل جانسن) بہر کیف قرآن کی وہ شریعت ہے اور ایسے دانشمندانہ اصول اور اس قسم کے عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوی ہے کہ سارے جہاں میں اس کی نظیر نہ مل سکتی ہے نہ ملی ہے اور نہ ملے گی۔ ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں کہ ہائنگر نے ایک لمبی چوڑی فہرست ان اخلاق احکام کی کردی ہے جو مسلمانوں میں بطور مقولوں کے رائج ہے ان سے بہتر ہے ان سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کے عملاً نیکی کی طرف راغب اور بدی سے محترز کرنے کے لیے نہیں ہوسکتے (تمدن عرب)۔

قارئین کرام! دیگر مذاہب پر نظر کی جائے تو بائبل کے احکامات اور بائبل میں تو ہر سال تغیر وتبدل ہوتا ہے عیسائی مذہب میں صرف بصورت زنا طلاق کا حکم تھا اب ضرورت زمانہ سے مجبور ہوکر اور صورتیں تجویز کرنی پڑیں اسی طرح اکل وشرب کے معاملات میں تغیر واقع ہوا ہندوؤں کی حالت عجیب ہے لکھی رام دیا نند وغیرہ طلاق پر معترض تھے آج ہندو طلاق کے لیے قانون بنانا چاہتے ہیں نکاح وغیرہ کا حکم نہ تھا آج اس کو جاری کیا جاتا ہے چھوت چھات مذہب مسئلہ آج چھوڑا جا رہا ہے اور سنئے ایک گروہ اس پر راغب ہے کہ پھوپھا چچا وغیرہ قریبی رشتہ داروں کے یہاں شادیاں ہوں نیز اس پر عمل درآمد بھی شروع ہوگیا۔ (ویش سدھارک لاہور) اگر ان کا مذہب خدا کی طرف سے ہوتا تو شریعت مکمل ہوتی اور آج اسی میں تغیر وتبدل کی ضرورت محسوس نہ ہوتی انسانی احکامات حسب ضرورت بدلا کرتے ہیں جیسے قوانین سلطنت ڈاکٹر اے اے فریمن لکھتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد ﷺ بڑے پکے راست باز اور سچے وفادار مرد تھے دنیا اعمال کی فضا ہستی میں آپ ﷺ ہی ایک وجود نادر پائے جاتے ہیں آپ ﷺ ہی کی ہستی ایسی مفصل پہنچی ہے جس کے حالات ہم تک صحیح اور بالتفصیل وشرح ہے جس کے حالات ہم تک صحیح اور بالتفصیل پہنچے ہیں انسانی اخلاق کی اصلاح جو آپ ﷺ نے فرمائی ہے اجتماعیات کے اندر جو انقلاب علوی آپ ﷺ کی تعلیم نے پیدا کی ہے سوسائٹی کے تزکیہ اور اعمال کی تطہیر کے لیے جو اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے وہ آپ

کو انسانیت کا محسن اوّل قرار دیتی ہے۔ (مسٹر ایڈورڈ مونٹی) حضرت محمد ﷺ کی حالاتِ زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد کوئی انصاف پسند شخص آپ ﷺ کی اولوالعزم، اخلاقی جرأت نہایت خلوص نیت سادگی اور رحم وکرم کا اقرار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح شردھے پرکاش دیوجی لکھتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ من جملہ اس بزرگ اشخاص کے ہیں جنھوں نے قانون قدرت کے مطابق جہالت اور تاریکی کے زمانے میں پیدا ہوکر دنیا میں صداقت کی روشنی پھیلایا تنگ دل اور متعصب لوگ ایسے بزرگ کی نسبت کچھ کہیں لیکن جولوگ باانصاف اور کشادہ دل ہیں وہ بھی محمد صاحب ﷺ کی ان بے بہا خدمات کو جو نسل انسانی کی بہبود کے لیے بجالائے بھلا کر احسان فراموش نہیں کرسکتے۔ (سوانح عمری محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

آنحضرت ﷺ کے حالات زندگی کے متعلق تو جیسا کہ میں نے عرض کیا بے شمار مجلدات ہیں لیکن اسلام تو اپنے ہر پیشوا ہر بزرگ کی سوانح عمری رکھتا ہے اور ان تمام دامانِ عصمت لغویات وخرافات کے بدنما دھبوں سے پاک ہیں دیگر مذاہب کے پیشواؤں کے متعلق اشارتاً التماس ہے کہ یہودی عیسائی موسیٰ وعیسیٰ کی سوانح عمری مکمل نہ پیش کرسکے اگر بائبل سے کچھ مواد جمع کیا جائے تو اس میں اس قسم کی باتیں آتی ہیں کہ وہ مسیح اپنی والدہ صدیقہ سے فرماتے ہیں اے عورت تیرا مجھ سے کیا واسطہ ہے لیکن کسی غیر محرم عورت سے سر مبارک پر تیل کی مالش کرتے نظر آتے ہیں بودھ اور زرتشت کی سوانح عمریوں کا تو کیا ذکر ایک گروہ محققین کو اس میں کلام ہے کہ اس نام کے آدمی دنیا میں تھے بھی یا نہیں یہ فرضی نام ہے آریہ اپنے قدیم رشیوں کے حالات بتلانے سے ساکت ہیں انکے متعلق بھی یہ گمان کیا گیا ہے کہ یہ عناصر اربعہ کے نام ہیں اور قدما کا تو کیا ذکر انکے جو اوتار زمانہ قریب میں گذرے ہیں ان کی مکمل اوصاف نہیں پیش کرسکتے ابھی پچاس ساٹھ برس گزرے سوامی دیانند تھے وہ خود اپنا نام ونسب وغیرہ نہ بتلا سکے اور ان کے متعلق جو کچھ ہندو فاضلوں نے لکھا ہے وہ بھی موجود ہے۔ (آئینہ اعمال دیانند)

معجزۂ کلام الٰہی

کلام الٰہی کا اک یہ بھی نادر معجزہ ہے کہ سخت متعصب مخالفین اور نکتہ چین عیسائیوں سے بھی اپنا لوہا منوالیا۔

الفضل ماشھدت بہ الاعداء یعنی جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے عنوان بالا پر مولانا عبداللہ صاحب نے نہایت تندہی سے ایک ضخیم رسالہ پیام امین مرتب فرمایا ہے اس میں مخلصاً ناظرین العدل کی دل چسپی کے لیے چند نامور مستشرقین کی صائب آراء جو قرآن کے متعلق ہیں پیش کی جاتی ہیں کونٹ ہنری وی کاسٹری اپنی کتاب ''الاسلام'' میں کونٹ موصوف نے فرنچ میں لکھی تھی جس کا ترجمہ صر کے مشہور مصنف احمد فتحی نیک زاغلول سے ۱۸۹۸ء میں شائع کیا تھا کہتے ہیں۔ قرآن کی وحی کا مسئلہ اور بھی زیادہ مشکل اور پیچیدہ مسئلہ ہے کیوں کہ ارباب بحث اس کو مفصل طور پر حل نہیں کر سکے عقل حیران ہے کہ اس قسم کا کلام ایسے شخص کی زبان سے کیوں کر ادا ہوا جو بالکل امی تھے تمام مشرق نے اقرار کیا ہے کہ یہ وہ کلام ہے کہ نوع انسانی لفظاً و معناً ہر لحاظ سے اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے یہ وہی کلام ہے جس کی بلند انشا پردازی نے حضرت عمر بن خطابؓ کو مطمئن کر دیا ان کو خدا کا معترف ہونا پڑا یہ وہی کلام ہے کہ جب یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کے متعلق اس کے جملے جعفر بن ابی طالب نے نجاشی بادشاہ کے سامنے پڑھے ہیں تو اس کی آنکھوں سے بیساختہ آنسو جاری ہو گئے اور پشت جلا اٹھا کر یہ کلام اسی سر چشمہ سے نکلا ہے جس سے عیسیٰ علیہ السلام کلام نکلا تھا۔ حضرت سیدنا محمد ﷺ قرآن کو اپنی رسالت کی دلیل کے طور پر لائے اور وہ اس وقت سے تا ایں دم ایک ایسا مہتم بالشان راز چلا آتا ہے جس کے طلسم کو توڑنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔

اسی طرح انگلستان کے نامور مورخ ڈاکٹر گین اپنی مشہور تصنیف ''سلطنت روما کا انحطاط وزوال۔ جلد ۵، باب ۵۰'' میں لکھتے ہیں کہ قرآن کی نسبت بحر اطلانتک سے لے کر گنگا تک نے مان لیا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی روح ہے قانون اساسی ہے اور صرف اصول مذہب ہی کے لیے نہیں بلکہ احکام تعزیرات کے لیے اور ان قوانین کے لیے بھی ہے جن پر نظام کا مدار ہے۔ جن سے نوع انسانی کی زندگی وابستہ ہے۔ جن کو حیاتِ انسانی کی ترتیب وتنسیق سے گہرا تعلق ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی شریعت سب پر حاوی ہے وہ اپنے تمام احکام میں بڑے بڑے شہنشاہ سے لیکر چھوٹے سے چھوٹے فقیر وگداگر تک کے لیے مسائل ومبانی رکھتی ہے یہ وہ شریعت ہے اور ایسے دانشمندانہ اصول اور اس قسم کے عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہاں میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی ایک اور جگہ فرماتے ہیں تثلیث اور خدا کے مجسم ہونے کے رموز واسرار سے صاف ظاہر ہے کہ دو تین ہم رتبہ خداؤں کی تعلیم دیتے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کو جو ایک انسان ہیں خدا کا بیٹا ظاہر کرتے ہیں (نعوذ باللہ) قدیم زمانے کی تفسیر صرف ان پختہ عقیدہ کے عیسائی کو مطمئن کرسکتی ہے لیکن حضرت محمد ﷺ کا ایمان وعقیدہ ہر قسم کی پیچیدگی اور ایہام وحدانیت کی ایک زبردست شہادت ہے آگے چل کر رقم فرماتے ہیں کہ قرآن وحدانیت خدا کا ایک شاہد عظیم ہے ایک فلسفی موجد بے تکلف مذہب اسلام میں شریک ہوسکتا ہے وہ ایک ایسا مذہب ہے جو ہم لوگوں کی موجودہ سمجھ کے لیے بہت عالی ہے۔ جان جاک ریملک مشہور جرمن فلاسفر جس نے مقامات حریری اور تاریخ ابوالفدا اور معلقہ طرفہ وغیرہ وغیرہ تصنیفات کا ترجمہ لاطینی زبان میں کیا تھا لکھتا ہے۔ بعض لوگ ایسے دیکھے گئے ہیں کہ جہاں اڑانے لگے اگر خوش نصیبی سے کہیں انہیں وہ موقع ہاتھ لگتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی فصیح زبان اور مؤثر لہجہ میں قرآن کی سورت پڑھ رہے ہیں دلوں پر بجلیاں گر رہی ہے اور جب کسی آیت کے متعلق یہ احتمال ہوتا ہے کہ سامعین اس کے حقیقی مفہوم تک نہ پہنچ سکیں گے تو آپ نے

اس کو بیان سے اسطرح واضح فرماتے کہ وہ آیت سنتے ہی جلد سے سجدہ میں گر پڑتا ہے اور سب کے منھ سے وہی آواز نکلتی کہ ہمارے نبی پیارے رسول اللہ ﷺ ہاتھ بڑھا دیجئے اور مجھے اپنے پیروؤں میں شامل کرنے میں دیر نہ فرمائیے۔

اسی طرح قرآن شریف کے سلسلے میں ڈاکٹر ''موریس'' نے جو فرانس کے نامور اہل قلم مستشرق اور ماہر علوم عربیہ، جنہوں نے گورنمنٹ فرانس کے حکم سے قرآن کریم کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کیا تھا اپنے ایک مضمون میں جو لا بار اوّل فرانس .... میں شائع ہوا تھا ایک اور فرانسیسی مترجم قرآن ''موسو سالمان ارنیاش'' کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے۔ قرآن کیا ہے قرآن کی اگر کوئی ایسی منقبت ہو سکتی ہے جس میں کسی طرح کا نقص نہ نکل سکتا ہو تو وہ اس کی فصاحت و بلاغت ہے وہ عظیم الشان فضیلت جس پر تین کروڑ (چالیس کروڑ مولت) انسان فخر کر رہے ہیں وہ یہی ہے کہ مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کے لیے جو کتابیں تیار کی ہیں ان سب میں یہ بہترین کتاب ہے اسی کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے متعلق فلاسفہ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں اس میں آسمان و زمین کے بنانے والے کی حمد و ثنا بھری ہے خدا کی عظمت سے اس کا حرف حرف لبریز ہے جس نے یہ چیزیں پیدا کی ہیں اور ہر ایک چیز کی اس کی استعداد کے مطابق رہنمائی کی ہے۔

سوال جواب

فی سلسلۃ الاسلام

سوال: کیا اسلام سچا مذہب ہے اگر ہے تو کس طرح ہے۔
جواب: ہاں اسلام سچا مذہب ہے۔ جس عمل کی وہ ہدایت کرتا ہے اس کے کرنے سے وہی نتیجہ ہوتا ہے جو وہ بتاتا ہے۔
سوال: اسلام میں کتنی خوبیاں ہیں جو اس کو عظمت دیتی ہے۔
جواب: اسلام عملی وقولی مذہب ہے وہ عملی طور سے عمل زندگی میں عملی مدد دیتا ہے ایک خدا کی پرستش اور جملہ انسان کی برادریت مساوات اس کو خاص فوقیت بخشتی ہیں۔
سوال: کیا مذہب اسلام میں روحانی ودماغی بلوغیت حاصل ہوسکتی ہے اور انسان اس سے اعلیٰ قوتیں حاصل کر کے اعلیٰ مرتبت اور انجام کو پہنچ سکتا ہے۔
جواب: اسلام کے طرز مراقبہ وعمل سے ضرور روحانی ودماغی بلوغیت حاصل اور انسان اعلیٰ مرتبہ اور نجات کو حاصل کرسکتا ہے بہت کافی اشخاص اس کو کر چکے ہیں جیسا کہ ہندوؤں کے پوپ پادری راجہ بھوج نے اسلام کی فقط ایک کرامت یعنی شق القمر کے واقعہ کو سن کر اسلام قبول کیا۔
سوال: کیا مذہب اسلام کی ہدایت عملی آسائش بخش اور منافع خلائق ہیں۔
جواب: اسلام کی تقریباً جملہ ہدایات عملی ہیں اور وہ بغرض رفاہِ عام ہیں جو ہدایات کسی کو ظالمانہ معلوم ہوتی ہیں ان کی فہم وعقل میں غلطی ہے اور ممکن ہے کہ اسی وجہ سے کسی کے عمل میں بھی غلطی ہوتی ہو ورنہ وہ ایسے ہیں جیسے جراحی کا کام جس کی نسبت

الزام نہیں لگایا جا سکتا ہے اسی طرح اسلام میں منافع خلائق اور بھی ہیں کیوں کہ جب دنیا میں اسلام کا وجود ہوا اور نبی اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی تو غریبوں کے حقوق دلائے اسی طرح عورتیں اور جوان لڑکیوں کے حقوق دلائے جیسا کہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اسلام سے پہلے جوان لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا لیکن جب آپ ﷺ کی بعثت ہوئی تو فوراً یہ اعلان کیا کہ یہ تمام عمل ناجائز و حرام ہے۔

سوال: کیا مذہب اسلام ظلم و تشدد کی اجازت دیتا ہے اگر اسلام ظلم و تشدد کی اجازت نہیں دیتا تو پھر گائے بیل بھینس کو کیوں ذبح کیا جاتا ہے کیوں کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس پر بھی ظلم و تشدد کے پہاڑ ڈھائے جا رہے ہیں۔

جواب: مذہب اسلام نے کبھی بھی کسی پر ظلم کی اجازت نہیں دیا ہے اور نہ دیتا ہے اور دے گا۔ (الی یوم القیامة)

اب رہا سوال کہ آپ گائے بیل کو کیوں ذبح کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ منجانب اللہ حکم ہے نہ کہ ظلماً ہے اور جس میں اللہ کا حکم نہ ہو لیکن اس عمل کو کیا جاتا ہو تو اسے ظلم کہتے۔ اور گائے بیل کے سلسلے میں اللہ کا حکم ہے۔

سوال: کیا اسلام معتدل مذہب ہے۔

جواب: ہاں اسلام معتدل مذہب ہے یعنی افراط و تفریط سے مبرہ و منزہ ہے۔

سوال: کیا جانوروں کی قربانی اسلام کو عظمت سے باز رکھتی اور گائے کی قربانی کبھی جائز ہو سکتی ہے۔

جواب: سچی قربانی ہر مذہب میں جائز ہے اور صرف گائے کی نہیں بلکہ ہر انسان کی اور اپنے عزیز ترین اولاد کی بھی۔ لیکن اولاد کی قربانی کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔

سوال: کیا مذہب اسلام میں آزاد خیالی کی گنجائش ہے۔

جواب: مذہب اسلام میں اگر آزاد خیالی کی گنجائش نہ ہوتی تو وہ ہرگز عمل مذہب نہیں ہو سکتا تھا۔

سوال: کیا مذہب اسلام میں کوئی ایسی بات ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں۔
جواب: اسلام میں کئی ایسی باتیں ہیں جو دیگر مذاہب میں نہیں ہیں مثلاً رسم اخلاق مستورات کا حق وراثت مساوات قبولیت تبلیغ وغیرہ ہندو میں نہیں ہیں اگر ہے بھ تو حال میں شامل کئے گئے ہیں۔
سوال: کیا مذہب اسلام میں انسان کو دیگر انسان وحیوانات کی خدمت میں اپنے آپ کو قربانی کرنیوالے اشخاص کی مثال ہیں اور اسلام نے کبھی ایسے اشخاص پیدا کئے ہیں۔
جواب: مذہب اسلام کی تاریخ میں نہ محض انسان کی خدمت کے لیے جان د۔ والے اشخاص کے کارنامے ہیں بلکہ چھوٹے کیڑوں کے لیے بھی تکلیف اٹھا۔ والے اشخاص کی مثالیں ہیں۔ ہارون رشید حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کارنامے کیا اعلیٰ درجے کے ہیں یہ صرف چند سوالات جو بعض اوقات مجھ سے اہل ہنود اور نیز مسلم نے کیا ہے جوابات ہو بہو تحریر ہیں ایسے بہت سے سوالات کئے جاتے ہیں اور کئے جاسکتے ہیں کیا اچھا ہوتا اگر مذہبی مباحثات مہذبانہ اور غیر متعصبانہ طریقے سے کئے جاتے اہل ملک کو ان سے بے حد نفع پہنچتا اور دنیا میں تکالیف کی بہت کمی ہو جاتی۔

سوال وجواب
فی سلسلۃ القرآن

(بحوالہ: حضرت نانوتویؒ)

سوال: قرآن کیا ہے اور کس چیز کا نام ہے۔

جواب:
بک رہا ہے یوں ہی کچھ سے کچھ کہیں
مطالب قرآن وہ سمجھا ہی نہیں

ہم اہل ایمان جواب دیتے ہیں خود انہی کے فرقے میں سے ایک شخص ہے جو فرانس کے مشہور مستشرق ''موسیو سید یونے'' اپنے قلم سے لکھتا ہے قرآن ایک واجب التعظیم کتاب ہے جس نے بتایا ہے کہ خدا کے حقوق بندوں پر کیا ہیں اور بندوں کے حقوق اور تعلقات خدا سے کس قسم کے ہونے چاہیے اس میں فلسفہ اور اخلاق کی ہر قسم کی باتیں مذکور ہیں فضل وکمال عیب ونقصان حقیقت اشیاء عبادات واطاعت گناہ ومعصیت کوئی بات ایسی نہین ہے جس کا قرآن جامع نہ ہو واقعات کے اعتبار سے اس کی آیتیں رسول اللہ ﷺ پر اترتی رہی ہیں اور یہی ایک چیز تھی جس نے تمام عرب میں فوقیت کی روح پھونک دی جنگجو قبائل میں اتفاق واتحاد کی بنیاد ڈال دی اور دنیا میں ایک عالمگیر رابطہ اخوت پیدا کردیا وہ آداب واصول جو فلسفہ وحکمت پر قائم ہیں جن کی اساس عدل وانصاف پر مبنی ہے جو دنیا کو بھلائی اور احسان کی تعظیم دیتے ہیں ان میں سے ایک خبر بھی ایسی نہیں جو قرآن میں نہ ہو اور وہ اعتدال ومیانہ روی کا سیدھا راستہ دکھلاتا ہے ضلالت وگمراہی کے گڑھے سے نکالتا ہے اخلاقی کمزوریوں سے بچا کر فضائل وعزت کی روشنی میں لاتا ہے اور انسانی زندگی کے نقائص کو کمالات سے بدل دیتا ہے جو جہلا اسلام کو وحشیانہ مذہب کہتے ہیں ان کے سیاہ قلب ہونے کی یہی ایک بڑی دلیل ہے کہ وہ قرآن کی ان صریح آیات کو بالکل نہیں دیکھتے جن کے اثر سے عرب کی تمام بری اور معیوب عادتیں جو مدت ہائے دراز سے تمام ملک میں رائج تھیں ایک دم مٹ گئیں۔

اللہ تعالیٰ کو عاشق رسول ﷺ کہنا سخت گناہ ہے

یہاں پر ایک اور غلطی کا ازالہ کرنا بھی ضروری ہے وہ یہ۔ ہے کہ بعض لوگ جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا معشوق کہتے ہیں چنانچہ شعراء اشعار یا نعت میں اس مضمون کو باندھتے ہیں عشق کا خاصہ ہے عاشق کو مضطرب کردینا اور حق تعالیٰ اس سے منزہ ہے مگر غضب یہ ہے کہ بعض بیباکوں نے اس اضطراب کو بھی نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کے لیے مان لیا چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ۔

پئے تسکین خاطر صورت پیرہن یوسفؑ
محمدؐ کو جو بھیجا حق نے سایہ رکھ لیا قد کا

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو دنیا میں بھیج دیا اور چوں کہ وہ معشوق تھے اور عاشق کو بدوں معشوق کے قرار نہیں ہوتا اسلیے تسلی کے واسطے سایہ ان کا وہاں رکھ لیا کہ اسی سے مجھ کو تسلی رہے گی جیسے یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے کرتے سے تسلی ہوتی تھی یہ نعت نہیں یہ بلکہ حد درجہ گستاخی ہے لہٰذا باری تعالیٰ کے جناب میں نیز حضرت رسالت پناہ کی شان میں بھی ایسے اشعار سننا اور پڑھنا گناہ ہے۔

لہٰذا احتراز ضروری ہے بعض دینداروں کو بھی خبط ہوتا ہے کہ اشعار نعتیہ خواہ ان کا مضمون شریعت پر منطبق ہوتا ہو یا نہ ہو ذوق وشوق میں پڑھتے ہیں بعض اشعار نعت کے ایسے ہیں کہ ان میں دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام کی بے ادبی ہوتی ہیں الحاصل معشوق کہنا یہ سخت بے ادبی ہے اس لیے کہ عشق خاصہ آدمی کا ہے اس لیے کہ عشق نام ہے نفس کے ایک خاص انفعال کا اور اللہ تعالیٰ انفعال اور تاثر سے پاک ہے ہاں یہ کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول ہیں اگر کوئی عشق کو معنی مجازی میں لینے لگے تو حق

تعالیٰ کی جناب میں ایسا اطلاق اذن شرعی کا محتاج ہے البتہ اگر مغلوب الحال کیکلام میں ہو اس کو معذور سمجھیں گے بدون غلبہ حال کے کسی کو اجازت نہ ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ مقربان الٰہی کے محبوبان مجازی پر قیاس کرنا صحیح نہیں پس جب کہ یہ مبنی ہی منہدم ہوگیا تو آدمی کے ایسے مرتبہ پر پہنچنا کہ گناہ گناہ نہ رہے غلط ہوا اور بعضوں کو بزرگوں کے اس قول سے شبہ ہوگیا ہے کہ بندہ ایسے موقع پر پہنچ جاتا ہے کہ تکالیف شرعیہ اس سے اٹھ جاتی ہیں یہ قول صحیح ہے لیکن اس کے یہ معنی سمجھنا کہ طاعات کا وجوب نہیں رہتا یہ غلط ہے معنی اس قول کے یہ ہیں کہ طاعات اس کے لیے طبعی بن جاتے ہیں جیسے افعال طبیعہ میں طبیعت ان کے ارتکاب کی طرف مضطرب ہوتی ہے اسی طرح طاعات کی اس کو رغبت ہوجاتی ہے تکالیف اسکے لیے تکالیف نہیں رہتیں۔

خلاصہ تمام بیان ان غلطیوں کا ارتفاع ہوا کہ جی بھر کر گناہ اس لیے کرنا کہ گناہ کی ہوس نہ رہے اور گناہ کو کسی مصلحت کی وجہ سے کرنا اور خدا کا مقرب ہوجانے سے اور کسی گناہ کے مکشوف ہونے سے کسی گناہ کا حلال ہونا بعض اغلاط قصداً رفع کیے گئے بعض طبعاً مذکور ہوئے اب اس سے قرآن شریف کی جامعیت کا بھی اندازہ ہوگیا ہوگا کہ مختصر الفاظ کتنے معانی کو مستعمل ہیں اس کے بعد سمجھئے کہ اسی غلطیوں کی اصلاح علم اور صحبت محققین سے ہوتی ہے اس لیے ان دونوں کو اختیار کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمام غلطیوں سے محفوظ رکھیں۔ آمین۔

برحمتك یاارحم الراحمین

قرآن میں ایجادات جدیدہ کا ذکر

(بحوالہ: کتب تھانویؒ)

اور بعض حضرات نے ریل گاڑی کو سورۂ نحل کی اس آیت ویخلق مالا تعلمون میں داخل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی ایسی چیزیں پیدا کرے گا جن کو تم نہیں جانتے گو یہ تحریف تو نہیں ہے مگر بعید ضرور ہے کیوں کہ یخلق بظاہر صیغۂ حال ہے اور ظاہر ہے کہ ان سواریوں میں جو آج کل ایجاد ہوئی ہیں صحابہؓ کے زمانہ میں کوئی بھی پیدا نہیں ہوئی اور اگر اس کو مستقبل لیا جائے تو صحابہؓ کچھ سمجھے ہی نہ ہوں گے پھر یہ ایجادات خلق کے بعد تو معلوم ہوگئیں اور اس آیت کے تحت میں وہی اشیاء داخل ہوسکتی ہیں جو بعد خلق کے بھی معلوم نہ ہوں اس لیے اس کی تفسیر میں سہل بات وہی ہے جو اوپر بیان کی گئی ہیں کہ مراد وہ چیزیں ہیں جو انسان کے لیے مثل نعم مذکورہ کے نافع ہیں اور تم کو ان کی خبر بھی نہیں جیسے مواد ارضیہ جو موذیات کو فنا کرتے رہتے ہیں اور نافع ہونے کی قید باقتضاء مقام ہے اشیاء ناقصہ کا ذکر ہو رہا ہے پس حاصل مقام یہ ہوا کہ ہم ایسے نفع خیر بھی نہیں ہیں کہ بعض چیزوں کی تم کو اور ہم ان سے تم کو نفع پہنچا رہے ہیں یہ نہ سمجھو کہ بس وہی چیزیں تمہارے نفع کی پیدا ہیں جو تم کو معلوم ہوا جیسے نعم مذکورہ اور اس تقریر پر یخلق مالا تعلمون کا ربط بھی نعم مذکورہ سے ظاہر ہو گیا یعنی ربط یقابل اور بعض حضرات نے مایفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا میں ریل کو داخل کیا ہے کیوں کہ بعض سلف نے فرمایا ہے کہ رحمت میں ہر وہ نعمت داخل ہے جو بندوں کی راحت و آسانی کے لیے ایجاد ہوئی ہے چنانچہ شغدف وغیرہ کو بھی انہوں نے اس میں داخل کیا ہے اس میں البتہ زیادہ بعید نہیں اسی

واسطے میں نے بھی اپنی تفسیر کے حاشیہ میں اس مقام پر لکھ دیا ہے کہ من وحشہ کے عموم میں ریل بھی داخل ہے اور اتفاق عجیب یہ ہوا کہ جس دن میں اس آیت کی تفسیر لکھ رہا تھا اسی دن پہلے پہل ہمارے قصبے کے سامنے سے ریل گذری اس لیے میں نے تفسیر کے حاشیہ میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ بحمد اللہ آج ہماری بستی کے سامنے سے عید گاہ کے قریب ریل گذری ہے اور اس کے ساتھ ریل کے جاری ہونے کا سن اور تاریخ بھی لکھ دی تاکہ محفوظ رہے غرض اس آیت میں ریل کا داخل کرنا بعید نہیں اور خود میں نے بھی اسی میں اس کو داخل کیا تھا لیکن اس وقت میرے ذہن میں ایک بات اس سے بھی زیادہ قریب آئی ہے وہ یہ کہ اگر ذکر کو حقیقی اور حکمی کے لیے عام لیا جائے تو میرے نزدیک ریل کا ذکر وَتَحمِلُ اثقالکم الی بلدٍ لم تکونوا بالغیہ الا بشق الانفس ۔ میں سب سے اقرب طرق کے ساتھ ہو جاوے گا کیوں کہ حق تعالیٰ نے یہاں مرکب میں وجہ نعمت اس غایت کو بیان فرمایا ہے کہ وہ تمہارا بوجھ ایسے بلاد تک پہنچاتے ہیں جہاں تم بدون مشقت کے نہیں پہنچ سکتے تھے تو جس سواری میں بھی یہ غالب موجود ہوگی وہ حکما اس نعمت میں داخل ہو کر مثل انعام کے نعمت کی ایک فرد ہوگی اور ریل میں یہ غایت سب سے زیادہ موجود ہیں۔

تو وہ بھی حکما اس نعمت میں داخل ہے اور جب نعمت میں داخل ہے تو جس طرح نعمت انعام پر ہم کو شکر کی تعلیم دی گئی ہے اس طرح نعمت ریل پر بھی شکر ادا کرنا چاہیے مگر اکثر لوگ اس سے غافل ہیں۔ (حضرت تھانویؒ)

قرآن مطب روحانی ہے

کیوں کہ میں بتلا چکا ہوں کہ قرآن مطب روحانی ہے اور مطب میں ترتیب نسخہ جان کی ضرورت نہیں قرآن کا طرز مصنفین کا نہیں ہے بلکہ معالجین کا سا طرز ہے اور یہیں سے ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوگئی جو حضور ﷺ کے خطبوں کے اجزا میں ارتباط ڈھونڈتے ہیں کیوں کہ حضور ﷺ میں صرف ایک ہی حیثیت نہیں تھی بلکہ آپ خطیب ہونے کے ساتھ معالج بھی تھے اور ارتباط مضامین کا لحاظ وہ کرتا ہے جو محض خطیب ہونے کے ساتھ طبیب بھی ہو اور ارتباط ظاہر سے زیادہ مخاطبین کی حالت کا لحاظ کرے گا۔ کہ اس وقت ان کو کن کن باتوں کی ضرورت ہے خوب سمجھ لو مگر یہ قاعدہ عام نہیں ہے کہ آپ ہر جگہ اس کو جاری کرنے لگیں کہ ترتیب کی کیا ضرورت ہے بعض امور میں ترتیب کی ضرورت بھی ہوتی ہے مثلاً علاج ہی میں دیکھ لیجئے کہ نسخہ نویسی اور دوا کی تیاری میں تو دواؤں کی ترتیب ضروری نہیں مگر استعمال میں ترتیب ضروری ہے کہ پہلے خاکی پھانک لو اس پر جوشاندہ پیو یا دوا پہلے کھاؤ غذا اس کے دو گھنٹہ بعد کھاؤ اگر کوئی غذا پہلے کھائے گا تو دوا سے نفع نہ ہوگا اسی طرح اعمال شرعیہ میں ترتیب ہے کہ پہلے ایمان لاؤ پھر نماز پڑھو پھر نماز میں ترتیب ہے کہ اوّل صبح کی نماز پڑھو پھر ظہر کی اگر کوئی اعمال میں بے ترتیبی کرنے لگے تو اس کی ایسی مثال ہوگی جیسے ایک ظریف نے رس کی کھیر کھانا چاہی تھی پوچھا کھیر کس طرح بنتی ہے لوگوں نے کہاں چاول اور

رس ملا کر آگ پر رکھتے ہیں چاول پک جاتے ہیں کھیر تیار ہو جاتی ہے کہنے لگا یہ تو بڑا چکڑ ہے بس تو آپ نے کیا کیا کہ چاول کچے کھا کر اوپر سے رس پی لیا اور آگ کی طرف سرین کر کے جا کھڑا ہوئے اور کیا رس چاول تو پیٹ میں جا کر مل گئے اور آگ کے سامنے ہونے سے وہ پک بھی جائیں گے تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس شخص نے کھائی اور اس کو کھیر کا مزا آ گیا ہرگز نہیں بلکہ اس کو تو ہیضہ کا مزا آیا ہوگا بہر حال یہ قاعدہ عام ہے جس کو اعمال میں بھی آپ جاری کرنے لگیں بلکہ عدم ضرورت ارتباط صرف نصائح ہی کے ساتھ خاص ہے جس سے مقصود علاج ہے اس لیے اگر اختصار کے ساتھ انتشار بھی ہو تو مجھے معاف کیا جائے۔

حضرات ائمہ مجتہدین پر اعتماد کا سبب

من جملہ ان غلطیوں میں سے ایک غلطی بحث و مباحثہ بھی ہے یعنی اپنی بات غالب کرنے کے لیے گو وہ حق بھی نہ ہو لیکن ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہیں سو یہ مرض آج کل اہل علم میں بہت ہے کہ ایک دفعہ زبان سے کوئی بات نکل جائے تو پھر اس کی ضد ہو جاتی ہے اور مناظرہ و مباحثہ کی نوبت آتی ہے پھر ہم نے کبھی نہیں سنا کہ فریقین میں سے کسی نے اپنی بات سے رجوع کیا ہو حالاں کہ دونوں میں سے ایک ضرور ناحق پر ہوتا ہے بعض لوگ تو یہاں تک غضب کرتے ہیں کہ ایک دفعہ غلط فتویٰ قلم سے نکل گیا تو عمر بھر اسی پر جمے رہے اور اس کی تاویلیں کرتے رہے چنانچہ ایک شخص نے رضاعت کے مسئلہ میں غلطی کی اور غلط مسئلہ چھاپ دیا علماء نے اس پر گرفت کی کہ جو اب غلط ہے تو مفتی صاحب نے اپنے فتویٰ کی تائید میں ایک رسالہ لکھا اور اپنے استاذ کے پاس دستخط کے لیے گئے تو مفتی صاحب کے استاذ نے بھی کہا کہ یہ جواب غلط ہے لہٰذا میں اس پر کیوں دستخط کردوں تو آپ کہتے ہیں کہ حضرت واقعی غلطی تو ہوگئی مگر آپ دستخط کردیں تاکہ میری بات رہ جائے استاذ نے انکار کردیا اور اس مفتی کو ملامت کی کہ بعد حق واضح ہونے کے باوجود بھی غلطی پر جما ہوا ہے مگر اس نے ایک نہ سنی اور وہ رسالہ غلط مسئلہ کی تاویل میں شائع کرہی دیا ان کے استاذ حالاں کہ معقول اور پوربی اور ملک میں ہمارے مخالف ہیں مگر ان کی طبیعت میں انصاف ہے ایک بار ایک شخص انکے پاس ایک سوال لایا کہ اس پر جواب لکھ دیجئے کہنے لگے میں تو فتوی لکھتا نہیں کسی دوسری جگہ لکھوالو۔ لیکن اگر ایمان کا مسئلہ پوچھنا چاہو تو گنگوہ تھانہ بھون سے منگاؤ اور بے ایمانی کا فتوی چاہو تو یہاں کے مولویوں سے پوچھ لو اور بے ایمان فتوی

میں یہی ہے کہ مفتی کو اپنی بات کی ضد ہو ایسے شخص کے فتوی پر کچھ اعتماد نہیں قابل اعتماد وہ شخص ہے جو ایک بچہ کے کہنے سے بھی اپنی رائے کو چھوڑ دے اگر وہ بچہ حق پر ہو بہرحال حضرات ائمہ مجتہدین پر جوامت کا اعتماد ہے وہ اسی لیے ہے کہ ان کی بات اگرچہ سچ تھی لیکن وہ پھر بھی وہ ہر وقت اپنی رائے سے رجوع کرنے کو تیار تھے جب بھی ان کو اپنی رائے کا غلط ہونا واضح ہو جائے چنانچہ امام ابوحنیفہؒ نے بہت سے مسائل میں رجوع کیا ہے (ایسے ہی امام مالکؒ نے اور امام شافعیؒ کا مذہب ہی مصر جا کر بدل گیا محض اس لیے کہ اس زمانے کے اعتبار سے مسئلہ صحیح نہیں ہے۔

تواضع حاصل کرنے کا طریقہ

اور تواضع محض کتابیں پڑھنے سے نہیں حاصل ہوتی بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس کو مولانا فرماتے ہیں۔ (حضرت تھانویؒ) کہ تواضع حال سے پیدا ہوتی ہے اور حال کسی کامل کی جوتیاں سیدھی کرنے سے حاصل ہوتا ہے پس تواضع حاصل کرو اور اپنی بات غالب کرنے کے لیے مباحثہ کبھی نہ کرو ایک گناہ زبان کے متعلق یہ ہے کہ کسی کو طعنہ دیا جائے یا اس کے عیب کو جتلایا جائے۔

جلالت شان رسول اللہ ﷺ

عشاق نے یہ سمجھا ہے کہ اس میں آنحضرت ﷺ کی جلالت شان کی طرف اشارہ ہے کیوں کہ مطلقاً مکہ کی قسم نہیں کھائی بلکہ جب آپ اس میں رونق افروز ہوئے تو عشاق کے محاورہ میں گویا آپ کے خاک کی پاک قسم کھائی ہے اور اس میں عربیت متروک نہیں ہوئی بلکہ نعمت سے متبادر ہے اس لیے یہ محض نکتہ نہیں ہے بس عشاق کا ذہن اس طرف گیا کہ آپ کی ذات تو بہت بڑی ہے کہ آپ کے نزول سے مکہ قابل قسم ہو گیا مگر اس عنوان محبت سے کوئی نہ سمجھے کے خدا عاشق ہے (نعوذ باللہ) ہم اس لیے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اس کا دعویٰ لفظاً و معناً خلاف واقع ہے۔

معجزۂ قرآن

قرآن جیسا زندہ اور علمی معجزہ کس پیغمبر کو دیا گیا؟ جس کا مقابلہ بہ اعتبار فصاحت وبلاغت کے اور بہ اعتبار علم ومضامین اور بہ اعتبار تحریف وتبدیل کے رہنے کے باوجود دنیا کی کوئی کتاب نہیں کرسکتی اور نہ انشاء اللہ کر سکے گی قرآن کے حق میں ہم اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتے ہیں جو خود قرآن بار بار اعلان کر رہا ہے یعنی یہ کہ جس میں ہمت ہو وہ میرا جواب لکھ دے مگر آج تک کسی کی جرأت نہ ہوئی اور نہ ہوگی کہ اس کی ایک چھوٹی سی سورۃ کی بھی نظیر پیش کر سکے۔ ان میں اس کے سوا کیا کہوں کہ آنحضرت ﷺ جیسا کہ اپنی عبادات واخلاق میں تمام انبیاء علیہم السلام سے فائق تھے ایسے علوم کے بھی ستارے ومراتب آپ کو دیئے گئے جو کسی اور کو نہیں دیا گیا کیوں کہ انبیائے سابقین میں نہ ایسا اعجاز علمی کسی کو دیا گیا اور ان کے اتباع میں کسی نے ان علوم کے دریا بہائے جو اہل اسلام نے بہائے ہیں۔

خاتم الانبیاء

اور جبکہ صفتِ علم تمام ان صفات کی خاتم ہے جو مربی عالم ہیں تو جو اعجاز علمی ہوگا گویا اس پر تمام کمالات علمی کا خاتمہ کر دیا جائے گا اور اسی کو ہمارے نزدیک خاتم الانبیاء کہنا زیادہ مناسب ہوگا اور چونکہ اس کا دین قیامت تک رہے گا اس لیے اس کی کتاب کا بھی تا قیامت باقی رہنا ضروری ٹھہرے گا۔ باقی قرآن کے سوا آپ کے جو اور علمی اور علمی معجزات ہیں ان کے بیان کی اس وقت بالکل گنجائش نہیں رہی اور نہ میں قلت وقت کی وجہ سے توریت وانجیل وغیرہ کی بشارت آپ کی نبوت کے متعلق نقل کر سکا جس کسی کو شوق ہو، اوّل مضمون کے واسطے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتی کی حجۃ الاسلام اور دوسرے کے لیے علامہ ابن قیم کی ہدایۃ الحیازی کا مطالعہ کرے۔

مسلمانوں کے تمدن کی کہانی غیروں کی زبانی

قارئین کرام! علوم وفنون دنیا میں مسلمانوں کے ذریعے سے پھیلا اور تمدن کے شعبوں کو ترقی ہوئی اس کا بھی اندازہ غیروں کی زبانی سے ہم سامعین کو کرادیں تاکہ جولوگ مسلمانوں کو علم اور تمدن کا دشمن بتاتے ہیں اور پھر اس دشمنی کو ان کی مذہبی تعلیمات کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ وہ بھی اپنی کم فہمی اور کوتاہ نظری سے کچھ شرمائیں۔ ترقی علوم فنون کے متعلق ''انسائیلوپیڈیا'' میں لکھا ہے۔ جس کا خلاصہ نقل کرتا ہوں۔ ۶۴۹ء خلفائے عباسیہ کے عہد میں علم ادب وفنون حکمت کا ظہور ہوا اور المنصور ۷۵۴ء کے ایام حکمرانی سے ہارون رشید ۷۸۶ء تک بڑی فیاضی سے اس کی تربیت ہوئی اور بہت سے ملکوں سے اہل علم طلب کئے گئے اور بادشاہانہ سخاوت کی طرف ان کی بہت کچھ داد دہش کی گئی اہل یونان وشام وایران قدیم کی عمدہ عمدہ کتابیں عربی میں ترجمہ ہوکر شائع اور مشتہر ہوئیں خلیفہ مامون نے سلطان روم کو ساڑھے بارہ من سونا دیا اور ہمیشہ کے لیے صلح اس شرط پر منظور کی کہ لیوفلسوف کو اجازت دی جائے کہ چند عرصے کے لیے وہ یہاں آکر مامون کو فلسفہ وحکمت سکھلائے فلسفہ حاصل کرنے کے لیے ایسی خطیر زر صرف کرنے کی بہت کم مثال ملے گی اسامون کے زمانے میں بغداد، بصرہ، بخارا، اور کوفہ میں بڑے بڑے مدرسوں کی بنیاد پڑی اور اسکندریہ بغداد اور قاہرہ میں عظیم الشان کتب خانے بنائے گئے اسپین میں مدرسہ اعظم مقام قرطبہ کا بغداد کی علمی شہرت کی ہم سری کرتا تھا اور عموماً دسویں صدی میں جہاں دیکھو وہاں مسلمان ہی علوم کے حافظ اور سکھلانے والے نظر آتے تھے ''فرانس'' اور ممالک فرنگستان کے جوق در جوق طالب علم اندلس کو آنے لگے اور ریاضی، اور طب عربوں

سے سیکھنے لگے اندلس میں چودہ مدرسے اور بڑے بڑے کتب خانے تھے جن میں سے حاکم کے کتب خانے میں چھ لاکھ کتابیں جمع ہوئیں۔ یہ کیفیت ترقی علم کی جب کہ اس زمانے میں ملائی جائے جو قبل از زمانہ محمد ﷺ کے گزرا، تو ثابت ہے جیسا کہ عرب فتوحات میں سبقت کرتے تھے ایسے ہی ترقی علم میں بھی یہ لوگ تیز رفتار تھے جغرافیہ تاریخ، فلسفہ، طبعیات، اور ریاضی، میں مسلمانوں نے بڑا ہی کام کیا ہے اور عربی الفاظ جواب تک علوم حکمیہ میں بولے جاتے ہیں اور بہت سے ستاروں کے نام وغیرہ ذلک اس بات کی دلیل ہے کہ یورپ کے اکتساب علوم پر قدیم سے مسلمانوں کو بہت دخل وتصرف ہوا ہے مگر بعد کے زمانے میں اس سے زیادہ جغرافیہ کا علم بہت کچھ یورپ کو حاصل ہوا ہے ایشیاء اور افریقہ، میں جغرافیہ کی بہت اشاعت ہوئی اور علی ہذا، جغرافیہ میں پرانی عربی کتابیں اور سفر وسیاحت کے رسالے تصنیفات ابوالعذا، ادریسی لیوافریقالوس ابن بطوطہ ابن فضلان، ابن جبیر البیرونی، المنجم اور ان کی تحریریں اب تک مفید اور گرامی قدر ہیں۔ علم تاریخ بھی محنت سے حاصل کیا گیا اور قدیم عربی مورخ جس کا حال ہم کو ملتا ہے محمد الکلبی ہے جو ۸۱۹ میں گزرا مگر اسی زمانے میں اور کئی مورخ گزرے اور دسویں صدی کے شروع سے تو عرب نے علم تاریخ پر بہت توجہ کی اور لوگوں نے تمام جہاں کی تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا ان میں اوّل مسعودی، طبری، حمزہ، اصفہانی اور برطبکیونس، بطریق اسکندریہ ہیں مسعودی کی تاریخ کا نام مروّج الذہب، اور معدم الجواہرہ اسکے بعد ابوالفرح اور جارج اقاقین ہردوعیسائی اور ”ابوالغدا وغیرہ ہیں بہر کیف جزیرۂ سفلیہ کی تاریخ ایام سلطنت عرب کی لکھی بہت سے ابواب عربی تاریخوں کے جن میں عیسائیوں کی جنگ مقدس کا بیان ہے ”فرانسیسی“ زبان میں ترجمہ ہوئے ہیں اور اندلس میں مسلمانوں کی سلطنت کے حالات ابوالقاسم قرطبی تمنی وغیرہ نے متعدد کتابوں میں لکھے ہیں جس کسی کو ان کی حالات دریافت کرنے کا زیادہ شوق ہو تو ”قطر بمیرہ“ کی تصنیفات خصوصاً وان ہمبر

کی کتابوں سے رجوع کرے عرب کے فلسفہ کو جو یونانی الاصل تھا قرآن سے وہی نسبت ہے جو اوسط زمانے کے معقولات کو عیسائیوں کی کتب سے تھی یعنی فلسفہ کو دینیات کا خادم سمجھا جاتا تھا عربوں نے ارسطا طالیس کی تصنیفات کو بہت پڑھا اور اس پران کی بہت شہرت ہوئی اور بالآخر تمام فرنگستان میں عربی زبان سے ''لاطینی'' زبان میں ترجمے کے ذریعے سے اس کی اشاعت ہوئی گو عرب تو خود ہی عہد عباسیہ میں ترجمے کے وسیلے سے حاصل ہوا تھا منطق اور علم مابعد الطبعیۃ پر زیادہ توجہ ہوئی اور مسلمانوں میں اہل فلسفہ یہ لوگ ہوئے ہیں الکندی البصری، جو نویں صدی عیسوی میں تھا الفارابی جس نے ۹۵۴ء میں اصول میں کتابیں لکھی ابن سینا جس نے منطق اور علم مابعد الطبعیۃ اور طبی کو جمع کیا اور علم کیمیا اور تشخیص امراض وشناخت ادویات بنانے میں بڑی ترقی کی ابن یحییٰ جس کی تحقیق کی بڑی شہرت ہوئی الغزالی جس نے لیاقت الفلاسفہ تصیف کی ابوبکر بن طفیل جس نے اپنی حیَ بن یقظان میں انسانوں کا حیوان سے ظہور میں آنے کا مسئلہ بیان کیا اور ان کے شاگرد ابن رشید جو ارسطا طالیسی کے مفسر ہونے میں بڑا مشہور اور گراں قدر تھا ان لوگوں کا اور ان کے مسلک کا بیان شمول اور ترکی کتابوں میں مفصل ملے گا۔

بہر حال بہت ان عرب فلسفوں میں بھی تھے ان کے علم خواص وادویہ میں مہارت کامل حاصل کرنے کو میں نے معلومات جغرافیہ سے منسوب کیا ہے علم طب اس حیثیت کا وہ ایک علم ہے جو عرب ہی کی ایجاد ہے جن کو نہایت قدیم اور وسیع ماخذ، یعنی ہندی طبیب شروع ہی سے مل گئے تھے معمون بنانے کی کیمیائی ترکیب عربوں ہی نے ایجاد کیا، اور دواؤں کے مرکب کرنے اور نسخہ لکھنے کی ایجاد بھی انہی سے ہوئی اور مدرسہ کے ذریعہ سے یہ علم فرنگستان جنوبی میں پھیل گیا۔ دواسازی کی وجہ سے علم حیات اور کیمیا کی حاجت پڑی اور تین سو برس تک ان علوم کی تحصیل ہوتی رہی اور میں بغیر علم تشریح کے بڑی نرمی ہوئی اس کے استغناء کی وجہ یہ ہے کہ قرآن

میں اجسام کی تشریح منع کی گئی ہے علم طب میں یہ لوگ بڑے نامی مشہور ہوئے ہارون کندی ،ابن سینا، جس نے قانون لکھا اور عرصے تک اس فن میں یہی ایک کتاب درس میں رہی علی بن سینا، جس نے قانون لکھا اور عرصے تک اس فن میں یہی ایک کتاب درس میں رہی علی بن عباس، اسحاق بن سلمان، ابوالقاسم اور اوس جس نے طب کی تکمیل کی اور علی بن عیسیٰ وغیرہم۔ ریاضی میں اہل عرب نے بڑی ترقی کی اور بحر المقابلہ کو بڑی ترقی دی بغداد اور قرطبہ کے مدرسوں اور عیدگاہوں میں علم ہیئت کمال شوق سے بڑھا جاتا تھا الحسن نے علم مناظر و مزایا میں تصنیف کی اور نصیر الدین طوسی نے اقلیدس کا ترجمہ کیا جبیر بن عقلا نے طلموس کے علم مثلث پر تشریح لکھی اور نظام طلموسی کی کتاب موتی کو الہادی اور سیومیوس نے عربی میں ترجمہ کیا اور دسویں صدی عیسوی میں البائن نے زمین کے دائرہ عظیمہ کے ارتفاع پر نظر کی اور محمد بن الجز الثانی نے رفتارِ شمس کی دریافت کی الیز جیوش نے توابت کے بیان میں کتاب لکھی اور ابوالحسن علی نے آلات علم ہیئت میں تصنیف کی۔

ڈاکٹر لی بان کا حقیقت افروز بیان

یہ حالت جو انسائیکلو پیڈیا کے حوالے سے درج کی گئی مسلمانوں کے علم وفضل کے متعلق اب ان کی چند تمدنی خصوصیات کو بھی سن لینا چاہیے فرانس کا مشہور ومعروف ڈاکٹر کی جان عربوں کی ملک گیری کی خصوصیات میں لکھتا ہے یہ خلفائے راشدین جس خوش تدبیری کو کام میں لائے وہ مافوق ان کی سپاہ گری اور فن حرب کا ثمرہ تھا جسے انہوں نے اس آسانی سے سیکھ لیا تھا شروع ہی سے انہیں ایسے اقوام سے کام پڑا، جس پر سالہا سال سے مختلف صوبہ میں مختلف حکومتوں نے ظلم کر رکھا تھا اور اس مظلوم وعلا نے نہایت خوشی کے ساتھ ان نئے ملک گیروں کو قبول کر لیا، جن کی حکومت میں انہیں بہت زیادہ آسائش تی مفتوح اقوام کے ساتھ طریقہ کیا ہونا چاہیے نہایت صاف اور صریح طور پر مقرر کر دیا گیا تھا اور خلفائے اسلام نے ملک کے غیر امن کے مقابل میں ہرگز یہ زور شمشیر دین کو پھیلانے کی کوشش نہیں کی بلکہ بہ عوض اس کے کہ وہ جبراً اپنے دین کی اشاعت کرتے، جیسا کہ بار بار کہا جاتا ہے وہ صاف طور پر کہہ دیتے تھے کہ اقوام مفتوحہ کے مذاہب ورسوم اوراوضاع کی پوری طرح سے احترام کیا جائے گا اور اس آزادی کے معاوضے میں بہت خفیف سا خراج لیتے تھے جو ان مطلوبات کے مقابلے میں جو ان اقوام کے پرانے حکام ان سے وصول کیا کرتے تھے نہایت کم تھا۔ کسی ملک پر فوج کشی کرنے سے پہلے عرب ہمیشہ ان کے پاس سفیروں کے ذریعہ سے صلح کے شرائط بھیجا کرتے تھے اور یہ شرائط جن کا ذکر ''المکین'' نے کیا ہے علی العموم اسی قسم کے ہوا کرتے تھے جو عمرو نے ۱۷ھ میں باشندگان غزہ کے سامنے جو اس وقت محصور تھا پیش کئے تھے اور یہ شرائط مصریوں اور ایرانیوں دونوں سے کی گئی تھیں۔ وہ شرائط ذیل میں لکھی جاتی ہیں ہمارے حاکم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اگر تم ہم سے بھی مل جاؤ قانون اسلام قبول تمہارے ساتھ جنگ کریں

گے اور ہمارے بھائی بن جاؤ اور ہمارے منافع ہمارے منصوبوں میں شریک ہو جاؤ اس کے بعد ہم تم سے کوئی برائی نہ کریں گے لیکن اگر تم یہ کرنا نہیں چاہتے تو تم ہمیں اپنی زندگی تک ایسا سالانہ خراج بالالتزام دیا کرو اس کے بعد تمہارے بدلے ہم تمام ان لوگوں سے لڑیں گے جو تمہیں ستانا چاہیں یا کسی طرح تمہارے دشمن ہوں اور ہم اپنے معاہدے پر مضبوط رہیں گے اگر تمہیں یہ بھی منظور نہیں ہے تو پھر ہم میں اور تم میں بجز تلوار کے کوئی چیز نہیں رہتی، اور ہم تم سے اس وقت تک جنگ کرتے رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا نہ کر لیں بیت المقدس کی فتح کے وقت حضرت عمرؓ کا اخلاق ہم پر ثابت کرتا ہے کہ ملک گیران اسلام مفتوح اقوام کے ساتھ کیا نرم سلوک کرتے تھے اور یہ سلوک اس مدارات کے مقابل میں جو صلیبیوں نے اس شہر کے باشندوں سے کئی صدی بعد کی نہایت حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے حضرت عمر اس شہر مقدس میں بہت تھوڑے اشخاص کے ساتھ داخل ہوئے اور آپ نے سفرونیسبطریق سے درخواست کی کہ مقامات مقدسہ کی زیارت میں آپ کے ہم راہ چلے اسی وقت حضرت عمرؓ نے منادی کرادی کہ میں ذمہ دار ہوں کہ باشندگان شہر کے مال اور ان کی عبادت گاہوں کی حرمت کی جائے گی اور مسلمانوں عیسائی گرجوں میں نماز پڑھنے کے مجاز نہ ہوں گے۔

جو سلوک عمر نے مصریوں کیساتھ کیا اور وہ اس سے کم نہ تھا اس نے باشندگان مصر سے وعدہ کیا کہ انہیں پوری مذہب کی آزادی پورا انصاف بلا رورعایت اور جائداد کی ملکیت کے پورے حقوق دیے جائیں گے اور ان ظالمانہ اور غیر محدود مطالبوں کے عوض میں جو شہنشاہان یونان انسے وصول کیا کرتے تھے صرف ایک سالانہ جزیہ لیا جائے گا جس کی مقدار فی کس تقریباً دس روپے تھی دیا جائے رعایائے صوبہ جات نے ان شرائط کو اس قدر غنیمت سمجھا کہ وہ فوراً عہد و پیمان میں شریک ہو گئے اور جزیئے کی رقم انہوں نے پیشگی ادا کر دی۔ عمال اسلام اپنے عہد پر اس درجہ مستحکم رہے اور انہوں نے ان رعایا کے ساتھ جو ہر روز شہنشاہ قسطنطنیہ کے عاملوں کے ہاتھ سے انواع واقسام کے

مظالم مہیا کرتے تھے اس طرح کا عمدہ برتاؤ کیا کہ سارے ملک نے یہ کشادہ پیشانی دین اسلام اور زبان عربی کو قبول کر لیا میں بار بار کہونگا کہ یہ نتیجہ ہے کہ ہرگز بزور شمشیر حاصل نہیں ہوسکتا اور عربوں سے پہلے جن اقوام نے مصر پر حکومت کی وہ ہرگز یہ کامیابی نہ حاصل کرسکی عربوں کی ملک گیری میں ایک خاص بات ہے جو انکے بعد کے ملک گیری میں ہرگز نہیں پائی جاتی اور اقوام نے بھی مثل بربریوں جنہوں نے روم کے ملک کو فتح کیا ہے یا ترکیوں وغیرہ کو۔ ملک گیری کی ہے لیکن انہوں نے کبھی نے کوئی تمدنی نہیں قائم کیا اور انکی ساری ہمت اسی طرف مصروف رہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو۔ اقوام مفتوحہ کے مال سے فائدہ اٹھالیں برخلاف انہیں کے عربوں نے قلیل زمانے میں ایک جدید تمدن کی عمارت کھڑی کردی اور انہوں نے ایک گروہ اقوام کو اس جدید تمدن کے ساتھ اپنے مذہب اور اپنی زبان اختیار کرنے پر آمادہ کیا۔ عربوں کی صحبت کے ساتھ ہی مصر اور ہندوستان کی سی قدیم اقوام نے ان کا دین، ان کا لباس ان کا طرز معیشت بلکہ ان کا طریقہ تعمیر تک اختیار کر لیا عربوں کے بعد بہت سی اقوام نے ابھی خطوں پر حکومت کی ہے لیکن پیغمبر اسلام کی تعلیم کا اثر اس وقت تک ان ملکوں میں باقی ہے کل ممالک ایشیا وافریقہ میں مراکش سے لے کر ہندوستان تک جہاں کہیں عرب پہلے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اثر ان ملکوں میں ہمیشہ کے لیے قائم ہوگیا بہت سے ملک گیروں نے ان ممالک کو عربوں کے بعد فتح کیا ہے لیکن وہ ان سے عربوں کا مذہب اور عربوں کی زبان کو ہرگز نہ مٹا سکے یہ شایستہ تمدن جس کا ذکر محقق موصوف نے کیا چند ہی روز میں دریائے سندھ سے اندلس تک پہنچ گیا اور رفتہ رفتہ ہندوستان میں جو ہزارہا معبودوں کا گھر تھا مسلمانوں کے بابرکت قدم آئے اور انہوں نے اس ظلمت کدے میں توحید کا چراغ روشن اور گویا بت خانے کے اندر مسجد بنادی۔

تمت